فصل الخطاب
اقتباس: احادیث مقدسہ
بمعہ تشریح و توضیع
حصہ اول
انتخاب: صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول للّٰہی
نقشبندی مجددی قادری للّٰہی، للّٰہ شریف، ضلع جہلم

بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً

فصل الخطاب

(حصّہ اوّل)

انتخاب :- احادیث مقدسہ بمعہ تشریح و توضیح

صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول نقشبندی مجددی قادری للّٰہی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ لِلّٰہ شریف (ضلع جہلم)

بہ سعی

حافظ گلزار حسین نقشبندی لِلّٰہ شریف "جہلم"

نام کتاب	فصل الخطاب حصہ اول
مصنف	صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول للّٰہی
موضوع	انتخاب احادیث مبارکہ
طباعت	محمود برادرز پرنٹنگ پریس راولپنڈی
کمپوزنگ بذریعہ کمپیوٹر	ملک عبدالقدوس آف راولپنڈی
پہلا ایڈیشن	۱۰۰۰ جنوری ۱۹۹۸
دوسرا اڈیشن	۵۰۰ اکتوبر ۲۰۰۱
طباعت و نگرانی	ملک عبدالقدوس آف راولپنڈی
ہدیہ	۱۲۵ روپے

ملنے کا پتہ

۱- دارالعلوم جامعہ مقبولیہ، مطلوبیہ، للہ شریف ضلع جہلم

۲- حافظ عبدالحلیم صاحب نقشبندی خطیب جامع مسجد حیات النبی ؐ لائن پارک چکوال
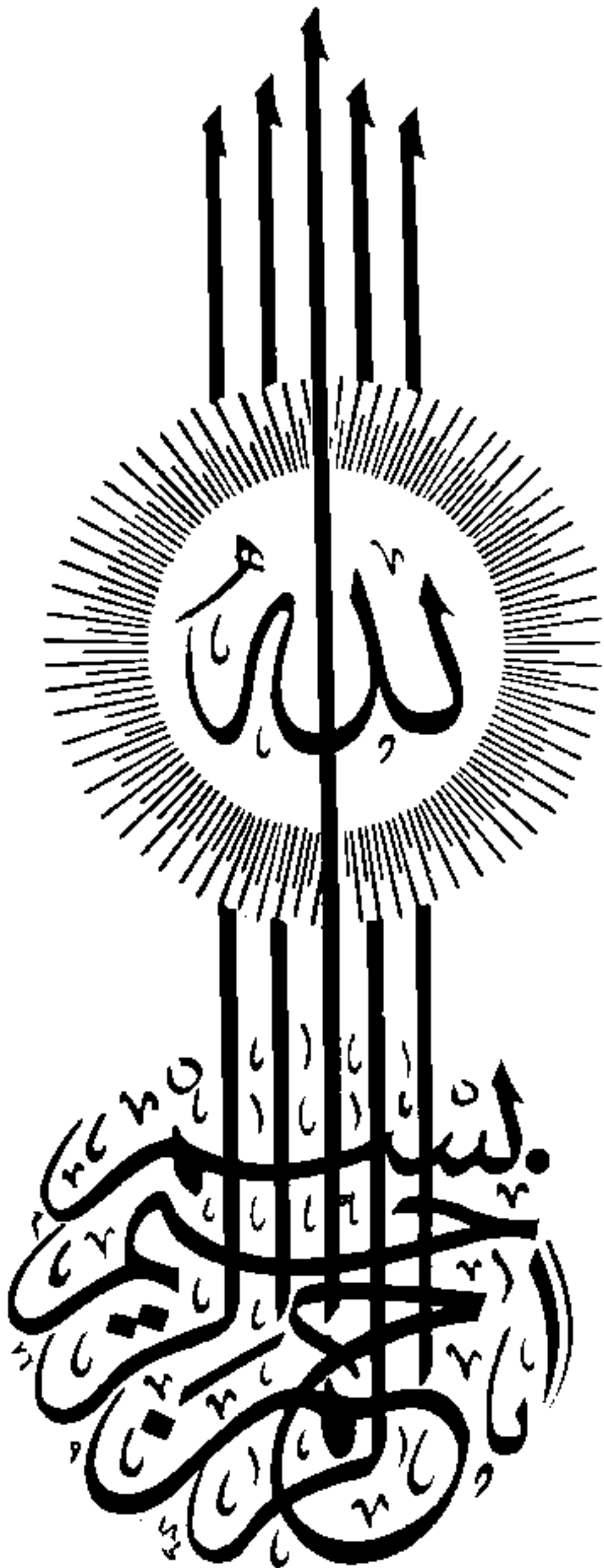
الله
بسم الله الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی حَبِیْبِکَ وَرَسُوْلِکَ
اطیب الطیبین اطھر الطاھرین وَعَلٰی آلِہٖ
واصحابہ اجمعین

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

(اقبالؒ)

حرفِ آغاز

نَحمدہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

کوہستانِ نمک جہاں اس خطہ اراضی کے باسیوں کو بے پناہ معدنی دولت سے نواز رہا ہے اور پانی جیسی نعمتِ عظمٰی کے بے شمار چشمے ان کی پیاس بجھا رہے ہیں۔ اس کے دامن میں دریائے جہلم کے شمالی کنارے پر واقع ضلع جہلم کا دُور افتادہ قصبہ للّٰہ شریف (تحصیل پنڈ دادن خان) میں نسبت نقشبندی سے مشرف ایک علمی و روحانی خانوادہ جسے چشمۂ علم و تصوّف کہنا بے جا نہ ہوگا۔ مدت سے تشنگانِ علم و تصوّف کی پیاس بُجھا رہا ہے اور روحانیت کی ترویج اور مسلمانانِ خطہ کی فکری و علمی تربیت میں مصروف ہے۔ اپنی آبائی روایات کے تتبع میں تواضع و خود داری، عزم و استقامت کے ساتھ خدمتِ دینِ متین اور خدمتِ خلق میں مشغول ہے۔ اس معروف علمی خانوادے میں تحقیقی و فکری شخصیات کی موجودگی جنھوں نے ملی علوم میں فضیلت اور روحانی اعتبار سے جس رفعت کو چُھوا، وہ اس کے مقام کو ممیّز و ممتاز کرتی ہے۔ اس خاندان سے تعلق رکھنے والے مردِ حق آگاہ اعلیٰ حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہی قدس سرہٗ کا مزار آج بھی مرجعِ خلائق بنا ہوا ہے۔

اس خاندان کے چشم و چراغ صاحبِ سجادہ شیخ المشائخ حضرت صاحبزادہ الحاج حافظ محمد مطلوبؔ الرسول صاحب مدظلہ العالی۔ تحریر کے ذریعے بھی اسلام اور قرآنی تعلیمات اشاعت و تبلیغ اور تصوّف و علم کے انوار سے لوگوں کے قلوب منوّر کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کفرو الحاد نے ابتدا ہی سے اسلامی تعلیمات کا پوری قوت سے مقابلہ کیا' لیکن تمام تر کوشش کے باوجود وہ اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیاء کا اندازِ فکر و عمل فوراً" اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کرسکتی تھی۔ صوفیاء کی تعلیم اور ان کی فکر عشقِ رسول ﷺ سے کس قدر لبریز ہے۔ کسی بھی اہلِ علم و تصوّف سے مخفی نہیں۔

15 جولائی 1997ء کو موضع کھوکھر زیر میں زیارت و ملاقات شیخ المشائخ قبلہ حضرت حافظ محمد مطلوبؔ الرسول صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ للہ شریف کے لئے گیا۔ دورانِ ملاقات حضرت قبلہ صاحب نے فرمایا کہ میں انتخابِ احادیثؐ کی ایک کتاب مرتب کررہا ہوں جس میں احادیث کی تشریح و تفسیر لکھ رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی مجھے زیارت بھی کرائی اور کچھ احادیث اور ان کی شرح دکھائیں۔ ساتھ ہی مجھ ناچیز کو حکم دیا کہ مذکورہ کتاب کی تقدیم و تعارف لکھو۔ یہ محترم قبلہ حضرت صاحب کی نظرِ توجہ ہی ہوسکتی ہے ورنہ

کہاں میں اور کہاں یہ مقام اللہ اللہ

میری کیا بساط کہ ان کی فکری' تحقیقی' علمی' اور فقہی نگارشات پر رائے

زنی کرسکوں۔ قبلہ حضور نے علمِ حدیث کے مختلف موضوعات پر سیر حاصل بحث کی ہے تاکہ قارئین کو حدیث پاک کی علیٰ وجہ البصیرت معرفت حاصل ہوسکے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ احادیث کی جو شرح و تفسیر بیان کی گئی ہے وہ ایک عالم کی علمی کاوش نہیں بلکہ ایک عارف کی قلبی واردات کا تذکرہ ہے۔ آپ کی تحریروں کے مطالعہ کے بعد اکثر اہل علم حضرات نے اعتدال پسندی' اثباتی اور مدلّل اندازِ تحریر کو پسند کیا۔ اور داد دی۔ میرے نزدیک یہ ایک انتہائی اہم کام ہے۔ اس مبارک اور جلیل القدر کام کے لئے یقیناً" قبلہ حضور جیسے عظیم المرتبت افراد ہی کام آ سکتے ہیں۔ جن کے ظاہروباطن سے حضور ﷺ کی عقیدت و محبت کی معطّر اور مطہر خوشبو آئے اور جن کی ہستی ایک عالم کے لئے مشعلِ راہ ہو اور زندگی کے ہر طبقۂ فکر میں جن کے عقیدت وارادت مند اپنے فکروعمل کے ذریعے لوگوں کے قلوب واذہان میں احادیث نبوی ﷺ کے فہم و ادراک کی روشنی اتارنے کے لئے تیار ہوں۔ آپ کے وسیع حلقۂ ارادت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ آپ کی یہ بلند پایہ علمی و تحقیقی کاوش ایک روحانی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔

ربِ کائنات سے میری دعا ہے کہ وہ نبی مکرم ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے اس کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے (آمین)

حافظ عبدالحلیم نقشبندی

خطیب جامع مسجد حیات النبیؐ

لائن پارک چکوال

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پُرسوز و درد مند قلوب' ذکرِ حبیب کو وصلِ حبیب سے کم نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے نزدیک شروع ہی سے قرآن پاک اور حدیث شریف مرغوب ترین موضوعِ سخن رہے ہیں۔ دراصل عُشّاق کے لئے اپنے محبوب کے ذکر سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز پسندیدہ ہو ہی نہیں سکتی۔ مولانا چراغ حسن حسرت نے اسی لئے کہا تھا۔

آؤ حُسنِ یار کی باتیں کریں
زُلف کی رُخسار کی باتیں کریں

مولانا عبدالرحمٰن جامی نقشبندی قدّس سرہُ العزیز جن کو نبی کریم ﷺ کے عاشقِ صادق ہونے کی سَنَد' تاریخی لحاظ سے' خود دربارِ رسالت سے ملی تھی ایک ہدیۂ عقیدت میں کہتے ہیں کہ دراصل خوش قسمت مقامات تو وہ ہیں جہاں اس مقدس ترین ہستی ﷺ کے مبارک ذکر کی گونج برقرار رہے۔

خوشا مسجد و منبر و خانقا ہے
کہ دروے بود قیل و قال محمدؐ

برادر مکرم جناب صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول صاحب نے برس ہا برس سے حدیثِ پاک کی تدریس خود اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور الحمد اللہ کہ متعدد طلباء علم کے اس چشمہ سے سیراب و فیض یاب ہو چکے ہیں۔ لیکن نہایت خوش آئند اور لائقِ تحسین امر یہ ہے کہ انہوں نے اس چشمہ فیض کو صرف درس و تدریس تک محدود رکھنے کا معمول ترک کر کے اس کا دائرہ وسیع تر کرنے کا پروگرام بنایا ہے چنانچہ انہوں نے عربی میں حدیثِ پاک کی ضخیم کتابوں سے براہ راست مستفیض ہونے کی سکت نہ رکھنے والے اصحاب کے لئے عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق کُتبِ احادیث میں سے بعض احادیث کا انتخاب کیا اور زیرِ نظر تالیف میں متن کے ساتھ ان کا سلیس ترجمہ درج کرنے کے علاوہ وضاحت طلب مقلات کی تشریح و توضیح بھی کر دی۔

اس مستحسن کاوش سے ایک طرف انہوں نے ایک فراموش شدہ مگر بنیادی ضرورت کی طرف متوجہ ہو کر عامۃ المسلمین کی بیش بہا خدمت سرانجام دی تو دوسری طرف ذکرِ حبیب پاک ﷺ سے طمانیتِ قلب کا سامان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مقام میں ارتقاع کی کامیاب سبیل بھی پیدا کی۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مکتبِ عشق کا دستور عام وساتیر سے ماوراء اپنی الگ روایات کا حامل ہے۔ اس میں سبق یاد کرنے والے کے نصیب میں چھٹی کہاں؟ نتیجتاً" اس ذکر و افکار سے سوزِ عشق کا فزوں تر ہونا ایک فطری امر ہے اور پھر اس کی انتہا کسی کو بھی معلوم نہیں۔

"ارمغانِ حجاز" میں حضرت علامہ نے اپنے آپ کو حضور نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اطہر میں پیش کیا اور نہایت درد آلود لہجہ میں عرض پرداز ہوئے کہ

"یا رسول اللہ ﷺ معلوم نہیں میرا دل کس کے رُخِ انور کی جلوہ افروزی کا قتیل ہے کہ اس کو کسی بھی پل چین نصیب نہیں۔ میں اس کو صحرا کی وسعتوں میں لے گیا تاکہ یہ تسکین پا سکے۔ مگر وہاں اسکی افسردگی میں اضافہ ہوگیا اور جب میں نے آبِ جو کی روانی سے اسے بہلانا چاہا تو یہ زاروقطار رو پڑا۔"

ندانم دل شہید جلوۂ کیست
نصیبِ اُو قرارِ یک نفس نیست
بصحرا بُردم و افسردہ تر گشت
کنارِ آبِ جوئے زار بگریست

مقصود الرّسول
للہ شریف ضلعِ جہلم
(چکوال مورخہ 27 اگست 1997ء)

اُس محسنِ انسانیّت کے نام

جس کا وجود با جود باعثِ تخلیقِ کائنات ہوا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وَاَبیضَ یُستَسقَی الغَمامُ بِوَجھِہٖ
ثِمالَ الیَتٰمیٰ عِصمَۃٌ لِلاَرامِلِ

ابو طالب

وہ گورے مکھڑے والا
جس کے روئے زیبا کے
واسطے سے ابرِ رحمت کی
دُعائیں مانگی جاتی ہیں۔
وہ یتیموں کا سہارا
وہ بیواؤں اور مسکینوں
کا سرپرست۔

بگیرم دامنِ آں سیّدِ لولاک در محشر
کہ محشر بر تماشا بدنیم حسنِ نیم تابش را
شبے در خانۂ زیں آں امام الانبیاء آمد
قضا گیرد نمایش را قدر گیرد رکابش را

مولانا گرامی

گذارشِ احوال

اسلام کا تحریکی شعور برابر اس ضرورت کا احساس دلا رہا تھا کہ دنیا کے سب سے بڑے انسان اور انسانیت کے سب سے بڑے محسن حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و ارشادات سے خوشہ چینی کر کے عہد حاضر کے عَامَۃُ الْمُسْلِمِیْن کو حضورؐ کی تعلیمات سے رُوشناس کرایا جائے۔

احادیثِ مقدسہ کی ضخیم کتابوں کا مطالعہ اور ان سے استفادہ کرنا آج کے اس مصروف دَور میں عام لوگوں کے بس کی بات نہ تھی کہ وہ اس سے اپنے قلوب کو روشنی اور اذہان کو جِلا دے سکیں۔ آسانی کی خاطر نہایت ہی اختصار کے ساتھ میں نے بعض کتابوں سے خوشہ چینی کی اور چند فرمودات کو زیبِ قرطاس کیا۔

یہ ضرورت تو اپنے ہم مسلک بزرگوں اور رفیقوں کی طرح ہمیشہ میرے سامنے رہی لیکن اپنے متعلق یہ گمان بھی نہ گزرا تھا کہ اس میدان میں کوئی مفید خدمت بھی سرانجام دے سکونگا' یہ جو کچھ میں تیار کر کے پیش کرسکا ہوں یہ محض توفیقِ الٰہی کا ظہور ہے اور اس بیکس نواز کی نظرِ عنایت ہے۔

پاسبانِ من عنایاتِ وَے است

اور حقیقت یہ ہے کہ

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل'
نسیمِ صبح تیری مہربانی

اس کتاب کے مطالعہ سے حضورؐ کے اقوالِ زریں پر ایک اجمالی نظر ہو جاتی ہے اور مختلف شُعبہ ہائے زندگی کے حالات اس ترتیب سے سامنے آتے ہیں کہ دینی ذوق سے بہرہ ور حضرات یہ محسوس کرتے ہیں کہ گویا یہی ہماری ضرورت تھی۔ انشاء اللہ جب کسی اپنے بندے کو اللہ تعالیٰ مطالعہ کی توفیق دے گا تو وہ ایمان و کردار کی ایک نئی روح اپنے اندر محسوس کرے گا۔

یہ حِصّہ اوّل ہے' اس میں احادیثِ مقدّسہ کی مستند کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے جو کہ مسلّمہ شارحین کی آراء سے مزین ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ذرہ بمقدار کی کوشش کو شرفِ قبولیت بخشے اور ہمیں ہدایت سے نوازے اور یہ ہماری نجات اخروی کا سامان ہو۔ آمین

آخر میں حافظ گلزار حسین آف للہ شریف کی ہمت و سعی کا نہایت ممنون ہوں کہ انہوں نے ہر قسم کے قلمی اور ادبی تعاون سے میرے کام کو آسان کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

محمد مطلوب الرّسول للہی
للہ شریف
25 ستمبر 1997ء

حدیث ۱:

وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلَ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهٗ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:

روایت ہے حضرت مستورد ابن شداد فرماتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ کی قسم' نہیں ہے دنیا' آخرت کے مقابل مگر ایسی جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے' پھر دیکھے کہ انگلی کتنا پانی لیکر لوٹتی ہے۔ (مسلم)

تشریح:

آپ بہت کم سن صحابی ہیں' حضور ﷺ کی وفات کے وقت بالکل نو عمر تھے مگر حضور ﷺ کا کلام شریف یاد رکھا اور روایت کیا' مصر میں قیام رہا۔ (اکمال' اشعۃ)

یہ فقط سمجھانے کے لئے ہے ورنہ فانی اور متناہی کو باقی، غیر فانی سے وجہ نسبت بھی نہیں، جو بھیگی انگلی کی تری کو سمندر سے ہے۔ خیال رہے دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کر دے۔ عاقل، عارف کی دنیا تو کھیتی ہے۔ اس کی دنیا بہت ہی عظیم ہے۔ غافل کی نماز بھی دنیا ہے جو وہ نام و نمود کے لئے کرتا ہے۔ عاقل کا کھانا، پینا سونا، جاگنا، بلکہ جینا مرنا بھی دین ہے کہ حضورؐ کی سُنت ہے۔ مسلمان اس لئے کھائے پئے، سوئے جاگے کہ یہ حضورؐ کی سُنتیں ہیں۔

حیاۃ الدُنیا اور چیز ہے، حیوۃ فی الدُنیا اور چیز ہے اور حیاۃ لِلدُّنیا کچھ اور۔ یعنی دنیا کی زندگی، دنیا میں زندگی، دنیا کے لئے زندگی، جو زندگی دنیا میں ہو مگر آخرت کے لئے ہو دنیا کے لئے نہ ہو وہ مبارک ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں۔

آب در کشتی ہلاکِ کشتی است
آب اندر زیرِ کشتی پُشتی است

کشتی دریا میں رہے تو نجات ہے اور اگر دریا کشتی میں آجائے تو ہلاکت ہے۔

مومن کا دل مال و اولاد میں رہنا چاہیے مگر دل میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کچھ نہ رہنا ضروری ہے۔ (مرات)

رالع حضرت لِلّٰہی جب کسی کو خلافت سے نوازتے تو چند نصائح کے ساتھ یہ شعر بھی لکھ دیتے

نمی گویم کہ از عالم جُدا باش
بہر جائیکہ باشی باخدا باش

ترجمہ۔ میں نہیں کہتا کہ دنیا سے جدا رہو۔ تم جہاں بھی رہو خدا کے ساتھ رہو۔

حدیث : ۲

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت

(مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح:۔

دنیا کے معنی ابھی عرض کر دیئے گئے ہیں۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیادار کو تمام جہان کے مُرشد ہدایت نہیں دے سکتے۔ تارک الدُّنیا دین دار کو سارے شیاطین مِلکر گمراہ نہیں کر سکتے۔ دنیادار دینی کام بھی کرتا ہے تو دنیا کے لئے اور دین دار دنیاوی کام بھی کرتا ہے تو دین کے لئے

مومن دنیا میں کتنا ہی آرام میں ہو مگر اس کے لئے آخرت کی نعمتوں

کے مقابلہ میں دنیا جیل خانہ ہے جس میں وہ دل نہیں لگاتا۔ جیل اگرچہ اے کلاس ہو پھر بھی جیل ہے۔ اور کافر خواہ کتنی ہی تکالیف میں ہو مگر آخرت کے عذاب کے مقابل اس کے لئے دنیا باغ اور جنت ہے' وہ یہاں دل لگا کر رہتا ہے۔

لہٰذا حدیث شریف پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مومن دنیا میں آرام سے رہتے ہیں اور بعض کافر تکلیف میں۔ (مراۃ)

ایک روایت میں ہے کہ حضور انورؐ نے فرمایا' اے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا مومن کی جیل ہے اور قبر اس کے چھٹکارے کی جگہ۔ جنت اس کے رہنے کا مقام ہے۔ اور دنیا کافر کے لئے جنت ہے' موت اس کی پکڑ کا دن اور دوزخ اس کا ٹھکانہ۔ (مرقات)

دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔

علامہ وشتانی ابّی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مومن کو دنیا میں حرام شہوات کو پورا کرنے سے منع کیا جاتا ہے اور اسے سخت و مشکل عبادات کا مکلّف کیا جاتا ہے جب وہ مرجاتا ہے تو وہ اس مشقت سے آزاد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لئے دائمی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں ان کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور کافر کے لئے جو بھی عیش و آرام ہے وہ دنیا میں ہے آخرت میں اس کے لئے دائمی عذاب ہو گا۔

سراج الملوک میں مذکور ہے کہ ایک پریشان حال بد وضع یہودی نے لباسِ فاخرہ میں ملبوس ایک عالم کو دیکھا تو اس سے پوچھا کہ کیا تم اپنے نبیؐ سے یہ

حدیث روایت نہیں کرتے کہ دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے تو اب ذرا اپنا حال اور میرا حال دیکھو۔ اس عالم نے جواب دیا کہ جب میں مرجاؤں گا اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھ کو آخرت میں ثواب عطا فرمائے گا جو اس نے میرے لئے تیار کر رکھا ہے تو مجھے محسوس ہو گا کہ یہ دنیا میرے لئے قید خانہ تھی اور جب تم کو موت کے بعد دائمی عذاب ملے گا تو تم کو معلوم ہو گا کہ اِس عذاب کے مقابلہ میں دنیا جنت تھی۔

(شرح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی)

حدیث ۳:

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰہِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ وَ لٰکِنْ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا کَمَا بُسِطَتْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَتَنَافَسُوْھَا کَمَا تَنَافَسُوْھَا وَ تُھْلِکَکُمْ کَمَا اَھْلَکَتْھُمْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) مشکوٰۃ باب الرقاق

ترجمہ:

روایت ہے کہ حضرت عمرو ابن عوف سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، خدا کی قسم! میں تم پر فقیری سے خوف نہیں کرتا ہوں لیکن میں

تم پر اس سے خوف کرتا ہوں کہ تم پر دنیا پھیلا دی جائے' جیسے تم سے پہلے والوں پر پھیلا دی گئی تھی تو تم اس میں رغبت کر جاؤ جیسے وہ لوگ رغبت کر گئے' اور تمہیں ویسے ہی ہلاک کر دے جیسے انہیں ہلاک کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:

عمرو بن عوف انصاری صحابی ہیں۔ بدر میں شریک ہوئے۔ مدینہ منورہ میں قیام رہا۔

یہ فرمان ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے' جو حضورؐ نے صحابہ کرام کی مسکینیت دیکھ کر ارشاد فرمائی' یعنی تمہاری یہ فقیری عارضی ہے' عنقریب تم غنی ہو جاؤ گے مگر فقیری خطرناک نہیں۔ امیری میں خطرہ ہے کہ اس میں فتنے بہت ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان صحابہ کو ڈرانے اور احتیاط برتنے کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے صحابہ کو دنیاوی ناجائز رغبت اور ہلاکت یعنی کفر و طغیان سے محفوظ رکھا۔ وہ حضرات بادشاہ و امیر ہو کر بھی دنیا میں پھنسے نہیں' حضرت عمرؓ کے پاس اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک ہی کرتہ تھا جسے دھو دھو کر پہنتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کفن کے لئے گھر میں کپڑا نہ تھا' پہنے ہوئے کپڑے دھو کر انہیں میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفن دیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں فرمایا کہ میں اپنی تلوار فروخت کرنا چاہتا ہوں کہ آج گھر کا خرچ چلا سکوں۔

وہ حضرات امیری میں فقیری کر گئے۔ رہیں انکی آپس کی جنگیں، وہ دنیا کے لئے نہ تھیں۔ دیکھو کتاب "امیر معاویہ" مصنف مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حضرات بھک گئے ہوں۔ (مرأت)

حدیث : ۴

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتْبَعُ الْمَیِّتَ ثَلٰثَۃٌ فَیَرْجِعُ اِثْنَانِ وَیَبْقٰی مَعَہٗ وَاحِدٌ یَتْبَعُہٗ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ وَعَمَلُہٗ فَیَرْجِعُ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ وَیَبْقٰی عَمَلُہٗ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ دو تو لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کے اعمال جاتے ہیں تو اس کے گھر والے اور مال تو لوٹ آتے ہیں اور اس کے اعمال ساتھ رہ جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:۔

یعنی بعد مرنے قبر تک تین چیزیں انسان کے ساتھ جاتی ہیں۔ دو بے وفا

جو مُردے کو چھوڑ کر لوٹ آتی ہیں۔ ایک وفادار ساتھ رہتی ہے۔

گھر والوں سے مراد بال بچے' عزیز و اقارب' دوست آشنا' جو دفن و نماز جنازہ میں شرکت کرنے جاتے ہیں۔ مال سے مراد اس کے غلام اور باندیاں ہیں۔ اعمال سے مراد سارے اچھے بُرے عمل ہیں جو میّت نے اپنی زندگی میں کئے۔ اعمال کے ساتھ جانے سے مُراد ان کا میّت کے ساتھ تعلق ہے جو مرنے کے بعد قائم رہتا ہے لہٰذا حدیث واضح ہے۔

نیک اعمال جو قبول ہو گئے ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ بُرے اعمال شفاعت' بخشش یا سزا بھگتنے تک چمٹے رہتے ہیں وہ ان چیزوں کے بعد پیچھا چھوڑتے ہیں جس پر مولیٰ رحم کرے۔ حضور انورؐ جسے سنبھال لیں اس کا بیڑا پار ہے۔

" قبر' اعمال کا صندوق ہے یا دوزخ کی بھٹی ہے یا جنت کی کیاری۔ اسی لئے بزرگوں کی قبر کو روضہ کہتے ہیں یعنی جنت کا باغ " (مراٰت)

یہاں شارح بخاری فرماتے ہیں کہ ہر میّت موت کی تکلیف برداشت کرتی ہے۔ اسکے عمل اس پر پیش ہوتے ہیں اس کے ساتھ باقی رہنا کے معنی یہ ہیں کہ اگر وہ نیک و صالح ہے تو اس کا عمل خوبصورت چہرہ اور اچھے لباس اور بہترین خوشبو کے ساتھ قبر میں اس کے پاس آتا ہے اور اسے کہتا ہے تجھے اس بات کی خوشخبری ہو کہ تیرا معاملہ اللہ نے آسان کر دیا۔ وہ کہتا ہے تو کون ہے' کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں۔ حدیث میں کافر کے متعلق آتا ہے کہ اس کے پاس بدصورت آدمی آتا ہے اور کہتا ہے میں تیرا عمل ہوں۔ (تفہیم البخاری)

حدیث ۵:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّکُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ مَالِهٖ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ قَالَ وَارِثِهٖ ثَمَّالِ فَاِنَّ مَالَهٗ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ (رَوَاهُ الْبُخَارِی)

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں کون ہے' جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہو' صحابہؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہؐ ہم میں سے کوئی نہیں مگر اسے اپنا مال ہی زیادہ پیارا ہے' اپنے وارث کے مال سے' فرمایا تو اس کا مال وہ ہے جو آگے بھیج دے' اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو چھوڑ جاوے۔

(بخاری' مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح:-

یعنی کون چاہتا ہے کہ میرے پاس مال نہ ہو اور میرے عزیزوں کے پاس مال ہو وہ سب امیر ہوں۔ میں فقیر کنگال۔ اس فرمان کا یہ مقصد ہے۔

(اشعۃ اللمعات از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

لہٰذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض لوگوں کو دوسروں کا مال برا پسند ہوتا ہے یا یہ مقصد ہے کہ ایسا کون ہے جو دوسروں کا مال ان کے لئے سنبھال کر رکھے اپنا مال برباد کر دے یا برباد ہونے دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مال دوسروں کا ہے اعمال اپنے ہیں جو مال خیرات کر دیا جائے وہ اعمال بن گیا۔ اور جو جمع کر کے چھوڑ گیا وہ نرا مال رہا۔ اور جس مال کی زکوٰۃ نہ دی وہ اپنے لئے وبال وارثوں کے لئے مال ہوا۔

خیال رہے کہ مال سے صدقات و خیرات کرتے رہنا۔ پھر اللہ و رسول ﷺ کی رضا کے لئے وارثوں کو غنی کرنے کے لئے مال چھوڑنا یہ بھی عبادت ہے۔ (مرأت)

تَقَدَّمَ فرما کر اشارتاً ارشاد ہوا کہ اپنی زندگی وتندرستی میں اپنے ہاتھ سے خیرات کر جائے۔ یہ بُرا ہے کہ زندگی میں کنجوس رہے مرتے وقت وصیّت کرے یا امید کرے کہ میرے وارث میری طرف سے صدقہ و خیرات کیا کریں گے یہ شیطانی دھوکہ ہے۔

حدیث: ۶

عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ اَبِيهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَأُ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ قَالَ يَقُولُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِي مَالِي قَالَ وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت مطرّف سے وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ میں نبیؐ کی خدمت میں آیا' حضورؐ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ تلاوت فرما رہے تھے۔ فرمایا کہ انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال۔ فرمایا اے انسان تیرا مال نہیں ہے' مگر جو تو کھا کر ختم کر دے' یا پہن کر گلا دے یا خیرات کر کے آگے بڑھا دے۔ (مسلم)

تشریح:۔

آپکا نام مطرّف ابن عبداللہ ابن شخیر ہے۔ آپ تابعی ہیں' آپ کے والد صحابی اہل بصرہ سے ہیں۔ بڑے عالم فقیہ اور متقی تھے۔

یہ نماز کے علاوہ تلاوت تھی آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگوں کو مال بڑھانے کی ہوس نے غافل کر دیا۔ اسی فکر میں زندگی گزاری کہ ایک کے دو ہوں اور دو کے چار۔ اس طرح کہ کھانا کھا کر ہضم کرے' کپڑا پہن کر اسے گلا دے اگر بہت سے جوڑے بنا کر رکھے اور مرنے کے بعد چھوڑ گیا تو کپڑے بھی تیرے نہیں دوسروں کے ہیں۔ اس لئے جب اللہ نیا کپڑا یا نیا جوتا دے تو فوراً" استعمال شروع کر دے ختم ہو جانے پر اللہ اور دے گا۔

حدیث : ۷

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَةِ الْعَرْضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ امیری زیادہ مال و اسباب سے نہیں لیکن امیری دل کی غنا سے ہے -

(مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح :-

دل کی غنا سے مراد قناعت و صبر، رضا بر قضا ہے- حریص مالدار فقیر ہے قناعت والا غریب ، امیر ہے-

توںگری ز بحال است نزدِ اہلِ کمال
کہ مال تالب گور است بعد ازاں اعمال

ہوسکتا ہے کہ غنی النفس سے مراد کمالاتِ روحانیہ ہوں کہ اس کی برکت سے دولت منداس کے دروازہ کی خاک چاٹتے ہیں- دیکھو داتا گنج بخش اور خواجہ اجمیری کے آستانے- (رضی اللہ عنہما) مطلب یہ ہے کہ غنی وہ ہے جس کو

استغناء نفس کا کمال حاصل ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

رضینا قِسمَةَ الجبار فینا لنا علمٌ و لِلجُهّالِ مالٌ

فان المالَ یفنی عنقریبٍ وان العلمَ باقٍ لا یزالُ

(مرات)

قناعت کی وضاحت:۔ جو شخص مال رکھنے کے باوجود مال و دولت پر حریص ہو اور مال میں زیادتی کا طالب ہو تو وہ اپنے مال کی وجہ سے مستغنی نہیں ہے بلکہ وہ زیادہ مال کا محتاج ہے لہٰذا وہ غنی نہیں۔ غنی تب ہوگا جب وہ مال و دولت سے مستغنی ہو جاتے۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج رہے اور دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بے نیاز رہے۔ آج حال یہ ہے کہ لوگ بظاہر احکام خداوندی سے بے نیاز معلوم ہوتے ہیں۔ اور دنیا کی طرف ہر درجہ کے محتاج ہیں۔ خیال رہے کہ قناعت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسابقت اور جدوجہد کو ترک کر دیا جائے اور آگے بڑھنے کی لگن کو ختم کر دیا جائے۔ اسلام اور اسلام کے احکام کی اشاعت و تبلیغ، مسلمانوں کی اجتماعی فلاح اور ملک و قوم کی تعمیر و ترقی، وطن کی آزادی اور بقاء و استحکام، زراعت، صنعت، سائنس، ٹیکنالوجی اور دفاع کی ترقی میں تیز سے تیز تر گامزن رہنے اور اقوام عالم میں سب سے آگے بڑھنے کی دھن میں عین اسلامی تقاضہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ **وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ** ۔ (آل عمران) اگر تم کامل مومن رہے تو تم ہی سب سے برفائق رہو گے۔ نیز فرمایا " **وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ**

الۡخَیۡلِ تُرۡھِبُوۡنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّکُمۡ -'' (انفال) کفار سے مقابلہ کے لئے جس قدر بن پڑے قوت حاصل کرو اور جتنے گھوڑے باندھ سکو (باندھو) اور ان (ہتھیاروں) سے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو ڈراؤ -

خلاصہ یہ ہے کہ اپنی ذاتی عیش وعشرت کی دوڑ دھوپ میں لگے رہنا غیر مستحسن ہے اور مزاج اسلام کے خلاف ہے اور مسلمانوں کی اجتماعی تعمیر وترقی دینِ اسلام کے غلبہ کے لئے مصروف عمل رہنا عین منشاء اسلام ہے- رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین نے جس طرح زندگیاں گذاری ہیں ان سے ہمیں یہی فکر ملتی ہے کہ ان کے شب وروز سادگی اور فقر وفاقہ میں بسر ہوتے اور ان کا لشکر ہمیشہ کفار کی سرحدوں کے تعاقب میں رہتا تھا- (شرح صحیح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی)

حدیث بالا کی شرح میں صاحبِ تفہیم البخاری علامہ غلام رسول رضوی لکھتے ہیں کہ مال میں خیریت لذاتہٖ نہیں بلکہ اس کے متعلق اعتبار سے ہے اگرچہ اس کو خیر کہا جاتا ہے اسی طرح زیادہ مالدار آدمی لذاتہٖ غنی ہو تو اس کی غناء مال کو واجبات مستحبات اور دیگر نیک امور میں صرف کرنے پر موقوف نہ ہوتی اور اگر وہ لذاتہٖ فقیر ہوتا تو مال کے ختم ہونے کے خطرہ کے پیش نظر- وہ خرچ کرنے سے رُک جاتا- وہ درحقیقت صورت اور معنی کے اعتبار سے فقیر ہے اگرچہ مال اس کے ہاتھ میں ہو کیونکہ وہ اس مال سے دنیا وآخرت میں نفع حاصل نہیں کرتا بلکہ بسا اوقات یہ مال اس کے لئے وبال ہوتا ہے-

(تفہیم البخاری از علامہ غلام رسول رضوی)

حدیث : ۸

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ یَا بْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعَبَادَتِیْ اَمْلَاْ صَدْرُکَ غِنًی وَاَسُدَّ فَقْرَکَ وَاِنْ لَّا تَفْعَلْ مَلَاْتُ یَدَکَ شُغْلًا وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَکَ

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ) مشکوۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے ، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے انسان تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا - میں تیرا سینہ غناء سے بھر دونگا اور غریبی دور کر دونگا - اگر تو یہ نہ کرے گا تو تیرا ہاتھ کام کاج سے بھر دونگا اور تیری فقیری بند نہ کرونگا -

(احمد ، ابن ماجہ)

تشریح :-

یعنی تو اپنا دل میری عبادت واطاعت کے لئے خالی رکھ - '' دست بکار دل بیار '' پر عمل کر فراغت دل کے یہی معنی ہیں - یہ مطلب نہیں کہ دنیا کے کاروبار نہ کر خود بھی بھوکے مرو اور بچوں کو بھی مارو - دل کی دنیا دوسری ہے اگر اس پر عمل نصیب ہوگا تو انشاءاللہ کمائی میں برکت ، دل میں فراغت نصیب ہوگی - اگر اس طرح نہ

کر سکے وہ اس طرح کہ اپنا دل دنیا میں لگا دے کبھی آخرت کی طرف مائل نہ ہوگا اس کا انجام وہ ہے جو حضور ﷺ فرمار ہے ہیں۔

اگر تو نے اپنے دل کو دنیا کی فکروں میں ہی لگا دیا تیرے دل میں دنیا اتر گئی تو تُو کام کرے گا زیادہ، فکر کرے گا زیادہ، ملے گا وہی جو تیرے مقدر میں ہے تو مالدار ہو کر بھی فقیر ہی رہے گا۔ دل کا چین اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ یہ اس کے ذکر سے نصیب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت سلیمانؑ پر ملک' مال' علم پیش فرمائے گئے تو آپ نے علم اختیار فرمایا۔ رب نے علم کی برکت سے انہیں ملک و دولت بھی عطا فرمائے۔ (مرقات)

اللہ سے آخرت مانگو دنیا خود بخود مل جائے گی۔ کسان دانہ کے لئے کاشت کرتا ہے بھوسا خود ہی مل جاتا ہے۔ بندہء مومن کو روزی بے گمان ملتی ہے۔

ویرزقه من حیث لا یحتسب - (مراءت)

؎ کارسازِ ما بفکر کارِ ما فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

ترجمہ:- ہمارا کارساز ہماری فکر میں ہے، اپنے متعلق اپنی فکر، ہرا دُکھ ہے۔

حدیث :- ۹

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنِ الْاُوْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَّهُوَ يَعِظُهٗ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَ صِحَّتَكَ قَبْلَ سَقْمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَ فَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَ حَيٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ -

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عمرو بن میمون اودی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔ بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے تندرستی کو، فقیری سے پہلے غناء کو اور مشغولیت سے پہلے فرصت کو، اپنی موت سے پہلے زندگی کو۔ (ترمذی) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

تشریح:-

اود ایک قبیلہ ہے جو اود ابن صعب کی طرف منسوب ہے عمرو بن میمون کو بعض نے صحابی کہا ہے مگر قوی یہ ہے کہ آپ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں اسلام لائے مگر زیارت نہ کر سکے۔ جلیل القدر تابعی ہیں۔ لہذا یہ حدیث مرسل ہے۔ (اشعۃ)

اغتنام کے معنی ہیں غنیمت حاصل کر لینا۔ یعنی ان چیزوں سے کچھ کمائی کر لو۔ بار بار یہ مواقع نہیں ملتے۔ لہذا صحت، جوانی، مالداری، فراغت اور زندگی کو

رائگاں نہ جانے دو اس میں نیک اعمال کرلو کیونکہ یہ نعمتیں بار بار نہیں ملتیں۔ باغ میں بہار اور بہار میں بلبل کی شور و پکار ہمیشہ نہیں رہتی، کبھی کبھی آتے ہیں۔ لہٰذا اسے غنیمت جانو۔ (مراٰۃ)

حدیث :۔ ۱۰

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَّ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ وَ عَالِمٌ وَ مُتَعَلِّمٌ ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ ابْنُ مَاجَۃَ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار (ہوشیار) رہو، دنیا لعنتی چیز ہے اور جو دنیا میں ہے وہ لعنتی ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور اس کے جو رب سے قریب کر دے اور عالم کے اور طالب علم کے۔

تشریح:۔

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جو چیز اللہ و رسول سے غافل کر دے وہ دنیا ہے یا جو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب ہو وہ دنیا ہے۔ بال بچوں کی پرورش، غذا،

لباس, گھر وغیرہ حاصل کرنا سنت انبیاء کرام ہے - دنیا نہیں ہے- (مراءت)

یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ یہ چیزیں دنیا نہیں ہیں - اللہ کے ذکر سے مراد ساری عبادات ہیں -**وَالَا** بنا ہے ولی سے بمعنی قرب یا محبت یا تابع ہونا یا سبب لہٰذا جملہ کے چار معنی ہیں - وہ حضرات انبیاء و اولیاء جو اللہ سے قریب کر دیں - یا اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے - یا جو ذکر الٰہی سے قریب کر دے یا جو ذکر اللہ کے تابع ہے یا جو ذکر اللہ کا سبب ہے - (اشعۃ اللمعات)

یعنی اللہ کا ذکر اللہ کے محبوب بندے علماء و طلباء اگر چہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں ہیں - یہ تو اللہ کے محبوب ہیں -

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کا ذکر ہر عبادت, ہر سعادت کا سر ہے, جیسے بدن کے لئے جان ضروری ہے ایسے ہی مومن کے لئے ذکر اللہ لازمی ہے - ذکر اللہ سے دنیا کی بقاء زمین و آسمان کا قیام ہے - (مرقات)

جب ذاکرین فنا ہو جائیں گے تو قیامت آ جائے گی - (مراءت)

ذکرِ اُو سرمایہء ایماں بود ہر گدا از ذکرِ اُو سلطان شود

حدیث :- ۱۱

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ

بِعُوْضَةٍ مَا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةً - (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ) مشکوۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت سہل بن سعدؓ سے فرماتے ہیں - فرمایا رسول اللہ ﷺ نے, اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اس میں سے کسی کافر کا پانی کا ایک گھونٹ نہ پلاتا- (احمد ترمذی, ابن ماجہ)

تشریح:-

یعنی اگر دنیا کی قدر و منزلت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو نہ دی جاتی - کیونکہ کفار اللہ کے دشمن ہیں اور دشمن کو پیاری چیز نہیں دی جاتی - دنیا کے معنی ابھی گذشتہ حدیث کی شرح میں گزر چکے ہیں- (مراءت)

مولانا روم فرماتے ہیں:-

ے چیست دنیا از خدا غافل بدن نے معاش و نقرہ و فرزند و زن

حدیث:- ۱۲

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَ

اَلشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ -

(رَوَاهُ التِّرمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت کعب بن مالک سے ,فرماتے ہیں وہ اپنے والد سے راوی ہیں -فرمایا رسول اللہ ﷺ نے دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں وہ ان بکریوں کو زیادہ خراب نہیں کرتے جتنا انسان کے حرص کرنے سے مال و عزت پر اس کے دین کو- (ترمذی,داری)

تشریح:-

نہایت نفیس تشبیہ ہے مقصد یہ ہے کہ مومن کا دین گویا بکری ہے اور اس کی حرص مال حرصِ عزت گویا دو بھوکے بھیڑیے ہیں ,مگر یہ دونوں بھیڑیے مومن کے دین کو اس سے زیادہ برباد کرتے ہیں -انسان مال کی حرص میں حرام وحلال کی تمیز نہیں کرتا -اپنے عزیز و اقارب کو مال حاصل کرنے میں ہی خرچ کرتا ہے- پھر عزت حاصل کرنے کے لئے ایسے جتن کرتے ہیں جو بالکل خلافِ اسلام ہیں- جیسا کے آج ممبری , وزارت چاہنے والوں کو دیکھا جا رہا ہے- (مراءت)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ریا کار مرنے کے بعد بھی ریا نہیں چھوڑتا کسی نے پوچھا وہ کیسے ,فرمایا وہ چاہتا ہے کہ میرے جنازے میں بہت لوگ ہوں تا کہ میری عزت ہو- ریا مرنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتی - (مرقات)

حدیث :- ۱۳

وَعَنْ اَبِیْ هَاشِمِ بِنْ عُتْبَةَ قَالَ عَهِدَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا یَکْفِیْکَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْکَبٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ - (رَوَاهُ التِّرْمِذِیْ وَالنِّسَائِیْ وَابْنُ مَاجَةَ) وَفِیْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِیْحِ عَنْ اَبِیْ هَاشِمِ بِنْ عُتْبَدَ بِالدَّالِ بَدْلَ التَّاءِ وَهُوَ تَصْحِیْفٌ -

مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہاشم بن عتبہ سے, فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے عہد لیا - فرمایا کہ تمہیں مال جمع کرنے کے لئے ایک خادم اور اللہ کی راہ میں ایک سواری کافی ہے- (احمد. ترمذی, نسائی. ابن ماجہ)

مصابیح کے بعض نسخوں میں بجائے "ت" کے ہاشم بن عتبد دال (د) سے ہے اور یہ غلط ہے-

تشریح :-

آپ کا نام شیبہ ابن عتبہ ہے- کنیت ابو ہاشم ہند بنت عتبہ کے بھائی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ماموں ہیں کیونکہ ہند امیر معاویہ کی والدہ ہیں-

آپ فتح مکہ کے دن ایمان لائے - آپ نے شام میں قیام رکھا - آپ کی وفات خلافتِ عثمانی میں ہوئی - آپ بڑے عالم فقیہہ وصالح تھے - آپ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ نے روایات لیں - (مراٰۃ مرقات وغیرہ)

فرمایا کہ یہ غلام اور گھوڑا بھی اللہ ہی کے لئے ہوں - محض خواہش نفسانی کے لئے نہ ہوں - ان سے دینی کام جہاد یا تبلیغ حج یا طلب علم مقصود بالذات ہوں دنیاوی کام مقصود بالتبع ہوں - لہٰذا اگر بادشاہ اور امراء، غلام یا گھوڑے اس نیت سے رکھیں کہ ضرورت پڑنے پر یہ مجاہدین، غازیوں میں تقسیم کر کے ان سے جہاد کرایا جائے گا تو بالکل درست ہے کیونکہ نیت اچھی ہے - اس فرمانِ عالی کا مقصد یہ نہیں کہ ان دو چیزوں کے سواء اور کچھ پاس رکھو ہی نہیں - مقصد یہ ہے کہ بلا ضرورت چیزیں نہ رکھو - گویا مومن اس مصرعہ کی تفسیر ہو:-

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی

نوٹ:- یہ غلطی مشکوٰۃ شریف کے نسخوں میں بھی ہے اور بعض حواشی میں بھی کہ عتبہ کو عتبد لکھا ہے - بجائے ت، کے، د، سے - (مراٰۃ)

حدیث :- ۱۴

وَعَنْ عُثْمَانَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ لِاِبْنِ اٰدَمَ حَقٌّ فِیْ سِوٰی ھٰذِہِ الْخِصَالِ بَیْتٌ یَسْکُنُہٗ وَ ثَوْبٌ یُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتَہٗ وَ جِلْفُ الْخُبْزِ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انسان کا سوائے ان اشیاء کے اور چیز میں حق نہیں ہے- وہ گھر جس میں رہتا ہو اور وہ کپڑا جو اس کا ستر چھپائے اور روٹی کا ٹکڑا اور پانی- (ترمذی)

تشریح:-

یعنی ان تین چیزوں کے سواء کسی چیز کی ضرورت نہیں - قیامت میں ان تینوں کا حساب نہ ہوگا - ان کے سواء اور چیزوں کا حساب ہوگا - رب تعالیٰ فرماتا ہے -

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ

پھر اس دن تم سے ہر نعمت کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی - یہاں نعیم سے مراد عیش وعشرت کی چیزیں ہیں-

خیال رہے شخصی زندگی فانی ہے قومی زندگی باقی ہے. لہٰذا مسلمان اپنی شخصی زندگی کے لئے معمولی سامان اختیار کرے - قومی اور دینی زندگی کے لئے قیامت تک کا انتظام کرے- حضور ﷺ نے قومی ودینی زندگی کے لئے ممالک فتح فرمائے مگر اپنی ذات کے لئے آرام دہ مکان بھی نہ بنایا - یہاں شخصی زندگی اور شخصی حاجتوں کا ذکر ہے-

بوریا ممنون خواب راحتش

تاجِ کسریٰ زیرِ پائے اُمتش

گھر میں بقدرِ ضرورت گھر کا سامان داخل ہے۔ روٹی میں سالن شامل ہے پانی میں دودھ لسی وغیرہ داخل ہے کیونکہ ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ حضور ﷺ نے دودھ لسی وغیرہ نوش فرمائی ہیں۔ حضرت ابراہیم ابن ادہم فرماتے ہیں۔

؎ وَمَاهِيَ اِلَّا جُوْعَةٌ قَدْ سَدَدْتُّهَا

وَكُلُّ طَعَامٍ بَيْنَ جنبي واحدٌ

آج بھی بعض سیاسی پارٹیاں روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ تو لگاتی ہیں مگر غریب پاکستانیوں کو یہی تین چیزیں مہنگی ملتی ہیں۔ (مراءت)

حدیث :- ۱۵

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَسَدِهٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَّبْسُطَ لَكَ وَ نَعْمَلُ فَقَالَ مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْيَا اِلَّا كَوَاكِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا - (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سوئے پھر اٹھے اس حالت میں کہ چٹائی نے آپ کے جسم اطہر میں اثر کیا ہوا تھا - تب ابن مسعود نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ ہم کو آپ اجازت دے دیتے کہ ہم حضور ﷺ کے لئے بستر بچھا دیا کرتے اور سب انتظامات کر دیتے تو فرمایا! مجھے دنیا سے کیا تعلق، میں اور دنیا نہیں مگر اس سوار کی طرح جو ایک درخت کے نیچے سایہ لے، پھر چلا جائے اور درخت کو چھوڑ جائے-

(ترمذی، ابن ماجہ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

تشریح:-

اس وقت جسم اطہر پر قمیص نہ تھی صرف تہبند مبارک زیب تن فرمائے ننگی چٹائی پر آرام فرماتے- غالباً کھجور کے پتوں سے بنائی گئی تھی-

بوریا ممنوں خواب راحتش

تاج کسریٰ زیر پائے اُمتش

یہاں لو شرط کے لئے نہیں بلکہ تمنا اور آرزو کے لئے ہے یعنی کاش کہ حضور ﷺ ہم غلاموں کو اجازت دے دیتے تو ہم پر ہر قسم کے آرام کا انتظام کر

دیتے یعنی اعلیٰ لباس، بہترین نرم بستر۔ حضور ﷺ کی یہ سادگی ہم غلاموں سے دیکھی نہیں جاتی۔

وَتَرَکَھَا یعنی سوار جتنی دیر آرام کے لئے اپنا بستر وغیرہ نہیں کھولتا بلکہ زمین پر ہی لیٹ کر دھوپ ڈھل جانے پر چل دیتا ہے۔ ایسے ہی ہمارا حال ہے کہ ہم کونین کے مالک ہیں مگر اپنے لئے کچھ نہیں رکھتے لہٰذا حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ حضور ﷺ نے پردہ فرمانے کے بعد دنیا کو اور اپنی امت کو چھوڑ دیا۔ ان سب سے لاتعلق ہو گئے۔

اگر ہم کو حضور ﷺ چھوڑ دیں تو ہم ہلاک ہو جائیں۔ دنیا میں اگر سورج نہ ہو تو دنیا اندھیری ہو جائے۔ اگر روح بدن میں نہ رہے تو بدن محض ایک گوشت کا لوتھڑا رہ جائے۔

اگر جڑ درخت کو چھوڑ دے تو سوکھ جائے۔ اگر حضور ﷺ دنیا کو چھوڑ دیں تو کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے۔ (مراءت)

حدیث :- ۱۲

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَیَّ رَبِّیْ لِیَجْعَلَ لِیْ بُطْحَآءَ مَکَّۃَ ذَھَبًا فَقُلْتُ لَا یَا رَبِّ وَلٰکِنْ اَشْبَعُ یَوْمًا وَاَجُوْعُ یَوْمًا فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَیْکَ وَذَکَرْتُکَ وَاِذَا شَبِعْتُ

حَمَدَتُكَ وَشَكَرُتُكَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرمِذِیُّ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابوامامہ سے' فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مجھ پر میرے رب نے پیش فرمایا کہ میرے لئے مکہ کی زمین سونا بنا دے تو میں نے عرض کیا' یارب نہیں۔ لیکن میں ایک دن سیر ہُوا کروں اور ایک دن بھوکا رہوں' تو جب بھوکا رہوں تو تیری طرف عاجزی کروں' تجھے یاد کروں اور جب سیر ہو جاؤں تو تیری حمد کروں اور شکر کروں۔ (احمد ترمذی)

تشریح:-

یعنی رَبِّ تعالیٰ نے مجھ پر دو چیزیں پیش فرمائیں ایک یہ کہ مکّہ معظمہ کے پہاڑوں' پتھروں' کنکروں کو سونے کا بنا دیا جائے۔ دوسری یہ کہ سارا سونا میری اکیلے کی واحد ملکیت رہے' کسی اور کا اس پر قبضہ نہ ہو۔ بطحاء کہتے ہیں اس میدان کو جس میں کنکر پتھر' پہاڑ ہوں یعنی پتھریلی زمین۔

خیال رہے یہاں اللہ نے حضورؐ سے مشورہ فرمایا تھا' آپ کو اختیار دیا گیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم اس کو سونا کر دیں۔ مشورہ میں اختلاف کا حق ہوتا ہے' ماننا لازم نہیں ہوتا۔ اسی لئے سرکار نے عرض کیا نہیں۔ یہ نہیں بھی بارگاہِ الٰہی میں

مقبول ہوئی۔ اس نہیں پر ہزارہاہاں قربان ہوں۔ معنوی طور پر اللہ نے وہاں سونا بنا دیا ہے اب زمین حجاز میں سونا ہی نکل رہا ہے۔ حضورؐ خود سونے کی کان۔ لاکھوں حجاج آپ کے دم سے وہاں پہنچتے ہیں اور کروڑوں روپے وہاں اہل مکّہ کو دے آتے ہیں۔ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اگر آپ چاہتے تو مکہ کے پہاڑ سونا بن جاتے لہٰذا آیت کریمہ اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْتَرْقٰی فِی السَّمَآءِ۔ الخ - قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا

حضورؐ کا عاجز ہونا بیان نہیں کرتیں ورنہ یہ حدیث اِس کے خلاف ہوگی۔

یعنی اگر میں اتنے سونے کا مالک بن گیا تو صرف بندہ شاکر بنوں گا مگر مسکینیت میں صابر بھی ہوں گا اور شاکر بھی - لہٰذا امیری پر فقیری کو ترجیح دیتا ہوں۔ معلوم ہُوا آپؐ کی امیری' غریبی اختیاری ہے ہماری طرح بے اختیاری نہیں - انبیاء کرامؑ کی موت بھی اختیاری ہوتی ہے اور بوقتِ وفات ان کو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہیں تو دنیا میں رہیں چاہیں تو رب کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں۔ دیکھو موسیٰؑ سے فرمایا گیا کہ بیل کی کھال پر ہاتھ پھیرو جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں گے فی بال ایک سال زندگی اور۔

ہمارے آقا کو بھی اختیار دیا گیا جب حضورؐ نے عرض کیا۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی تب آپ کو وفات دی گئی۔

حدیث: ۱۷

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْاَلُ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اِكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق۔

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا قیامت کے دن انسان کے قدم نہ ہٹیں گے حتیٰ کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں خرچ کی، اس کی جوانی کے متعلق کہ کاہے میں گزاری، اسکے مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور کاہے میں خرچ کیا اور اس میں کیا عمل کیا جس کا علم دیا گیا۔ (ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح:

یعنی بروز قیامت پانچ چیزوں کا حساب دیئے بغیر انسان بارگاہِ الٰہی سے نہیں

ہٹ سکتا۔ ان پانچوں میں اگر رہ گیا تو سزا کا مستحق ٹھہرا۔ اگر ان میں نکل گیا تو جنت میں چلا گیا۔

اگرچہ عمر میں جوانی بھی آ گئی تھی، مگر چونکہ جوانی میں نیک و بد اعمال زیادہ کئے جا سکتے ہیں کیونکہ اس وقت ساری قوتیں اپنے کمال پر ہوتی ہیں اس لئے جوانی کے متعلق خاص سوال ہو گا۔ حدیث پاک میں ہے کہ جو جوانی میں عبادت کرے گا وہ عرشِ الٰہی کے سائے میں ہو گا۔ اسے میدان قیامت کی گرمی نہ پہنچے گی۔ جوانی کی عبادت بہت قدر والی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ سپاہی کے مراتب اور عہدے جنگ کے زمانہ میں بڑھائے جاتے ہیں۔ امن کے زمانہ میں کچھ نہیں ہوتا۔ گویا جوانی کا زمانہ نفس سے جنگ کا زمانہ ہے۔

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است
وقتِ پیری گرگِ ظالم می شود پرہیزگار

مال کے متعلق دو سوال ہوں گے۔ ایک یہ کہ کہاں سے کمایا۔ حلال ذریعہ سے یا حرام ذریعہ سے۔ دوسرا یہ کہ کس مقام پر خرچ کیا۔ اطاعت میں یا معصیت میں۔ مبارک ہے وہ مال جو اچھی راہ سے آئے اور اچھی راہ پر خرچ ہو جائے۔ اگر بارش کا پانی پرنالہ سے نہ نکالا جائے تو وہ چھت توڑ دیتا ہے۔

ابنِ عساکر نے حضرت ابوالدرداء سے روایت کی کہ ان سے حضورؐ نے فرمایا کہ تم سے قیامت میں سوال ہو گا کہ تم عالم تھے یا جاہل' اگر تم نے کہا عالم تو حکم ہو گا کہ اپنے علم پر عمل کیا کیا؟ اور اگر تم نے کہا جاہل تھا تو فرمایا جائے گا کہ تم جاہل کیوں رہے؟ تمہیں کیا عذر تھا۔ علم سے مراد علم دین ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ علم دین سیکھے اور نیک عمل کرے۔

تَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ۔ دین میں سمجھ بوجھ پیدا کرو۔ (مرأت)

حدیث : ۱۸

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا زَهِدَ عَبْدٌ فِی الدُّنْیَا اِلَّا اَنْبَتَ اللّٰهُ الْحِکْمَةَ فِیْ قَلْبِهٖ وَاَنْطَقَ بِهَا لِسَانَهٗ وَبَصَّرَهٗ عَیْبَ الدُّنْیَا وَدَآءَهَا وَدَوَاءَهَا وَاَخْرَجَهٗ مِنْهَا سَالِمًا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں بے رغبتی کرتا کوئی بندہ دنیا میں مگر اللہ تعالیٰ اس کے دل

میں حکمت اُگا دیتا ہے اور اس سے اس کی زبان میں گویائی دیتا ہے اور اسے دنیا کے عیب اس کی بیماریاں اور ان کا علاج دکھا دیتا ہے اور اسے دنیا سے جنت کی طرف سلامت نکالے گا۔ (بیہقی شعب الایمان)

تشریح:۔

مرقات کے مطابق یہاں زہد سے مراد دنیا میں دل نہ لگانا ہے۔ اگرچہ لاکھوں کا مالک ہو مگر دل یار سے لگا ہو تو وہ زہد ہی ہے۔ بعض شارحین کے مطابق حاجت سے زیادہ مال سے بے رغبت ہونا زہد ہے۔ یعنی ایسے آدمی کو اللہ رَبُّ العزت چند نعمتیں عطا فرماتا ہے اس کے دل میں علم و معرفت کے چشمے پھوٹیں گے۔ علاوہ ازیں اس کی زباں پر تاثیر ہوگی۔ اس کے منہ سے ہمیشہ حق بات نکلے گی اور اس میں تاثیر ہوگی۔

یعنی قدرتی طور پر اسے دنیا کے عیوب معلوم ہوا کریں گے اور ان عیوب سے بچنے کا طریقہ بھی وہ قدرتی طور پر معلوم کر لیا کرے گا۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ۔ ایک حدیث میں ہے کہ اپنے دل سے فتویٰ لیا کرو۔ یہ فرمان ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے۔

یعنی انشاء اللہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اور اسے جنت کا داخلہ نصیب ہوگا۔ اس سے اشارتاً معلوم ہوا کہ جو دنیا میں راغب ہوگا۔ اسکا حال اسکے برعکس ہوگا۔ (مراٰت)

حدیث : ۱۹

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ هَلْ مِنْ اَحَدٍ یَمْشِیْ عَلَی الْمَاءِ اِلَّا ابْتَلَّتْ قَدَمَاهُ قَالُوْا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ کَذٰلِکَ صَاحِبُ الدُّنْیَا لَا یَسْلَمُ مِنَ الذُّنُوْبِ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

ترجمہ:

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا کوئی ایسا ہے جو پانی پر چلے اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں۔ لوگوں نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ" ۔ فرمایا یوں ہی دنیا دار گناہوں سے محفوظ نہیں رہتا۔ (بیہقی فی شعب الایمان' مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح:

نہایت نفیس تشبیہ ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ انسان پانی میں چلے اور اسکے پاؤں نہ بھیگیں۔ پاؤں ضرور بھیگیں گے۔

یہاں دنیا دار سے مراد دل میں دنیا کی محبت رکھنے والا ہے۔ محبتِ دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے یا دنیا سے مراد وہ دنیا ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے' دنیا صفر ہے۔ آخرت عدد ہے۔ اگر صفر اکیلا ہو بغیر عدد کے تو خالی ہے۔ اگر

عدد سے مل جائے تو اسے دس گنا کر دیتا ہے۔ ابو جہل کی دنیا گناہوں کی جڑ تھی اور آخرت سے الگ۔ حضرت سلیمانؑ و حضرت عثمان غنیؓ کی دنیا دین کے ساتھ تھی، لہذا نیکیوں کی جڑ تھی۔

اللہ تعالٰی ابو جہل و قارون کی دولت سے ہر مسلمان کو بچائے۔ حضرت عثمانؓ کے خزانہ سے عطیہ دے۔

حدیث : ۲۰

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْ اَجْمَعَ الْمَالَ وَاَكُوْنَ مِنَ التَّاجِرِيْنَ وَلٰكِنْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ عَنْ اَبِيْ مُسْلِمٍ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق۔

ترجمہ:

حضرت جبیر بن نفیر سے ارسالاً روایت ہے، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے یہ وحی نہیں کی گئی کہ مال جمع کروں اور تاجروں میں

سے ہو رہوں لیکن مجھے یہ وحی کی گئی ہے کہ اپنے رَبّ کی تسبیح بولوں اور سجدہ کرنے والوں میں ہوؤں اور اپنے رَبّ کی عبادت کرتے رہو حتیٰ کہ تم کو موت آ جائے۔ (شرح سنہ' ابو نعیم فی الحلیہ بروایت ابی مسلم)

تشریح:۔

جبیر بن نفیر قبیلہ بنی حضرم سے۔ خلافتِ صدیقی میں ایمان لائے۔ ۷۵ ھ میں وفات پائی۔ حدیث مُرسل کیونکہ جبیر تابعی ہیں۔

فرمایا میری زندگی کا مقصد تجارت اور مال جمع کرنا نہیں۔ میری زندگی کا مقصد تبلیغِ نبوّت اور اللہ کی اطاعت ہے اپنے پاس بقدرِ ضرورت مال رکھنا یا تجارت کرنا اسی کے تابع ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ حضورؐ فتح خیبر کے بعد ازواجِ پاک کو سال بھر کا خرچ عطا فرما دیتے تھے۔ یا یہ کہ حضورؐ نے تجارت اور بکریاں چرائی ہیں۔ ظہورِ نبوّت کے بعد حضورؐ نے چیزیں خریدی ہیں' فروخت بھی کی ہیں۔ مگر وہ سب چیزیں عارضی تھیں۔ لہٰذا عثمان غنیؓ یا دوسرے صحابہؓ کا تجارتیں کرنا' مال جمع کرنا ممنوع نہ تھا۔ اگر مال جمع نہ کیا جائے تو زکوٰۃ و حج وغیرہ عبادتیں کیسے ممکن ہوں۔ کام کرنا اور ہے کام میں مشغول ہو جانا کچھ اور۔

اس آیت کریمہ میں موت آنے تک تسبیح' نماز اور ہر ممکن عبادت کا حکم ہے یقین سے مراد یقینی چیز یعنی موت ہے۔ خدا کرے مرتے دم تک کوئی نماز'

ذکراللہ، مسجد کی حاضری، تکبیرِ اولیٰ، نوافل کوئی چیز نہ چھوٹے۔ حضرات صوفیاء کے نزدیک یقین سے مراد عین الیقین یا حق الیقین ہے۔ بعض مُفسّرین کے مطابق تسبیح و نماز تو عبادات ہیں اور وَاعْبُدْ رَبَّکَ میں عبودیّت کا حکم ہے۔ عبادت اور عبودیّت میں بڑا فرق ہے عبادت آسان مگر عبودیّت مُشکل۔ اللہ نصیب کرے۔ ابو مسلم خولانی بڑے زاہد، عابد و عالم تھے اور تابعین میں سے ہیں۔ آپ نے صدیق اکبرؓ عمر فاروقؓ سے ملاقات کی۔ ۶۲ھ میں وفات پائی۔ (مراٰت)

حدیث : ۲۱

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ یُبَارِکْ لِلْعَبْدِ فِیْ مَالِہٖ جَعَلَہٗ فِی الْمَآءِ وَالطِّیْنِ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق .

ترجمہ:۔

۔ روایت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندے کے مال میں بے برکتی دی جاتی ہے تو وہ مال کو پانی اور مٹی میں لگا دیتا ہے۔ (بیہقی)

تشریح:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کون نہیں جانتا۔ آپ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی۔ خلیفہ چہارم تھے۔ بڑے سیاسی، زاہد، عابد، عالم، متقی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ پہلے خلفاء ثلاثہ کے مشیر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمۃ الزہراءؓ کے خاوند، حسنین کریمین کے والد گرامی اور خیبر کے فاتح آپ ہی ہیں۔

یعنی یہ کہ بلا ضرورت عمارتیں بنانا۔ انکے گارے چونے میں پیسہ خرچ کرنا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے مال میں بے برکتی ڈالنا چاہتا ہے تو اسے مکانات بنانے گرانے کا شوق دے دیتا ہے۔ اس کی بد قسمتی دیکھو کہ اللہ و رسول کی راہ میں خرچ کرنے، حق والوں کے حق ادا کرنے کا اسے خیال تک نہیں آتا۔ وہ اسی خیال میں لگا رہتا ہے کہ یہ بگاڑو، یہ بناؤ، ضروری عمارات جیسے مسجد، ضرورت کے مکان اور دکانیں اس حکم سے خارج ہیں۔ حضرت سلیمانؑ نے مسجد اقصیٰ لاکھوں روپے کے خرچ سے بنائی، حضرت عثمان غنیؓ نے مسجد نبویؐ پر بہت کثیر رقم خرچ کی۔ (مرأت)

حدیث : ۲۲

وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَّا دَارَ لَهُ وَمَالُ مَنْ لَّا مَالَ لَهُ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَّا عَقْلَ لَهُ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ)
کتاب مشکوٰۃ الرقاق

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وہ رسول اللہ ﷺ سے راوی' فرمایا دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو اور اس کے لئے وہ جمع کرتا ہے جس میں عقل نہ ہو۔

(احمد' بیہقی شعب الایمان' مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح:۔

حضرت عائشہؓ امہات المؤمنین سے' صدیق اکبرؓ کی بیٹی' نبی پاکؐ کی بیوی' آپ کی رخصتی ہجرت کے بعد عمل میں آئی۔

یہاں دار سے مراد عیش و عشرت کا گھر ہے یعنی دنیا کو عیش کی جگہ وہی سمجھتا ہے جس کے مقدر میں آخرت کا عیش نہ ہو ورنہ مومن دنیا کو عمل کی جگہ اور رہنے کی منزل سمجھتا ہے کہ جتنی زندگی ہے اس میں کچھ کر لو' پھر یہ نہ ملے گی۔ (مرقات)

مولانا فرماتے ہیں۔

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے است

مصطفٰے فرمود دنیا ساعتے است

مال سے مراد حرام ذرائع سے کمایا ہوا مال اور حرام جگہ خرچ کیا ہوا مال ہے۔ یہ مال حقیقت میں مال نہیں بزا وبال ہے' یعنی دنیاوی حرام مال کو وہ مال سمجھتا ہے جس کے نصیب میں حلال مال نہیں - تم ایسے نہ بنو۔ مومن اس مال کو راہ خدا میں خرچ کر کے آخرت سنبھالتا ہے۔

یعنی غافل آدمی دنیاوی عیش و آرام کے لئے مال جمع کرتا ہے اور مومن آخرت کے لئے جمع کرتا ہے۔ غافل بے وقوف ہے اور مومن عاقل ہے۔(مرات)

حضرت میاں صاحبؒ فرماتے تھے کہ غفلت شعار انسان لذّاتِ فانیہ کے چکر میں پھنس کر معاصی کے گرداب میں جا پڑتا ہے۔

؎ دل آگاہ سے پیدو گرنہ گدا ایک لحظہ بے نامِ خدا نیست

حدیث : ۲۳

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَتَخَوَّفُ عَلٰی اُمَّتِیْ الْھَوٰی وَطُوْلُ الْاَمَلِ

فَاَمَّا الْهَوٰی فَیَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَاَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَیُنْسِی الْاٰخِرَةَ وَهٰذِهِ الدُّنْیَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ وَهٰذِهِ الْاٰخِرَةُ مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ وَلِکُلِّ وَّاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تَکُوْنُوْا مِنْ بَنِی الدُّنْیَا فَافْعَلُوْا فَاِنَّکُمُ الْیَوْمَ فِیْ دَارِ الْعَمَلِ وَلَا حِسَابَ وَاَنْتُمْ غَدًا فِیْ دَارِ الْاٰخِرَةِ وَلَا عَمَلَ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:

روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ نے کہ جن چیزوں سے میں اپنی امت پر خوف کرتا ہوں ان میں زیادہ خوفناک نفسانی خواہش ہے اور لمبی امید، لیکن نفسانی خواہش تو حق سے روک دیتی ہے اور لمبی امید تو وہ آخرت کو بھلا دیتی ہے اور یہ دنیا کوچ کر کے جا رہی ہے اور یہ آخرت کوچ کر کے آ رہی ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کے بچے ہیں۔ اگر تم یہ کر سکو کہ دنیا کے بچے نہ بنو تو ایسا کرو، کیونکہ تم آج عمل کی جگہ میں ہو جہاں حساب نہیں، اور تم کل آخرت کے گھر میں ہو گے جہاں عمل نہ ہو گا۔

(بیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح:۔

یعنی جو دل چاہے وہ کرے' قانون شرعی کا لحاظ نہ کرے اور یہ خیال کرنا کہ ابھی عمر پڑی ہے بڑھاپے میں نیک عمل کرلوں گا۔ ان دونوں دھوکوں میں عام لوگ گرفتار ہیں۔ نفس اور شیطان گناہ تو جلدی کراتے ہیں' نیکیوں میں دیر لگواتے ہیں کہ ابھی عمر بہت ہے پھر کرلینا۔ نفسانی خواہش سے مراد وہ خواہشات جو خلاف اسلام ہوں۔ ان کی پیروی کرنے والا ظاہر ہے اللہ و رسول کی اطاعت نہ کرے گا۔ آخرت یاد آتی ہے جب موت سامنے ہو انسان موت کو قریب سمجھ کر آخرت کی تیاری کرتا ہے۔ جب دل میں خیال یہ ہو کہ ابھی سو دو سو سال مجھے موت نہیں آئے گی تو وہ آخرت کی تیاری کیسے کرے گا۔ فرمانِ علی برحق ہے جب سے ہم پیدا ہوئے ہیں تب سے دنیا جارہی ہے اور آخرت آرہی ہے' ہر سانس آخرت کی طرف ایک قدم ہے۔ لوگ بڑی دھوم دھام سے سالگرہ مناتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ زندگی کا ایک اور سال غفلت میں گزر گیا۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
خالق نے تری عمر کی ایک سانس گھٹا دی

معلوم نہیں دنیا کب ساتھ چھوڑ دے اور آخرت کب آجائے۔ یہاں بچوں سے مراد تابع' محکوم' زیرفرمان' راکب و راغب' یعنی بعض دنیا کے طالب اس

میں راغب، بعض آخرت کے طالب اس میں راکب۔ دونوں کی طلب نہیں ہو سکتی کیونکہ دونوں متضاد ہیں یعنی دنیا میں اللہ تمہارا حساب نہیں فرماتا۔ جو چاہو عمل کر لو مرنے کے بعد وقت نہ ملے گا۔ وہاں صرف حساب ہو گا۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ آج تم اپنا حساب خود کرتے رہو۔ یاد رہے کہ حضرات انبیاء اولیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں مگر ان اعمال پر ثواب نہیں لہٰذا فرمانِ عالی بالکل برحق ہے کہ ثواب والا عمل صرف اور صرف زندگی میں ہی ہو سکتا ہے۔ صدقاتِ جاریہ میں سب کام زندگی میں ہو سکتا ہے۔ ہاں اس کا ثواب مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے۔ لہٰذا حدیث پاک پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مرأت)

حدیث : ۲۴

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ اِلَّا وَبِجَنْبَتَیْهَا مَلَکَانِ یُنَادِیَانِ یُسْمِعَانِ الْخَلَائِقَ غَیْرَ الثَّقَلَیْنِ یَا اَیُّهَا النَّاسُ هَلُمُّوْا اِلٰی رَبِّکُمْ مَا قَلَّ وَکَفٰی خَیْرٌ مِّمَّا کَثُرَ وَاَلْهٰی (رَوَاهُ اَبُوْنُعَیْم فِی الْحِلْیَةِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق۔

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو درداء سے' فرماتے ہیں' فرمایا! رسُول اللہ ﷺ نے کہ نہیں طلوع ہوتا سورج مگر اس کے دونوں طرف دو فرشتے ہوتے ہیں۔ پکارتے ہیں سوائے جن وانس کے ساری مخلوق کو سُناتے ہیں کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ جو تھوڑا ہو اور کافی ہو وہ اس سے اچھا ہے جو زیادہ ہو اور غافل کر دے

تشریح

اس طرح کہ وہ فرشتے بھی سورج کے ساتھ ہی گردش کرتے ہیں اور ہر جگہ طلوع کے وقت سورج کے ساتھ ہوتے ہیں لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سورج تو ہر وقت کہیں نہ کہیں طلوع ہوتا ہی رہتا ہے۔ جب یہاں دوپہر کا وقت ہوتا ہے تو دوسری جگہ صبح' چونکہ دن نکلتے وقت لوگ کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں اس لئے صبح کے وقت ہی یہ اعلان مناسب ہوتا ہے۔ جن و انس کے سوا ساری مخلوق یہ آواز سنتی ہے۔ ان دونوں فرشتوں کا کلام حضورؐ کے ذریعے ہمیں سنایا جا رہا ہے جس طرح رب نے اپنا کلام بندوں کو حضورؐ کے ذریعہ سنایا تاکہ ان دونوں گروہوں کا ایمان بالغیب رہے کہ ایمان بالغیب پر ہی سزا و جزاء ہے اور اسی پر

دار و مدار ہے۔ دونوں گروہوں پر ایمان بالغیب واجب ہے۔ کام کاج میں مشغول ہو کر ربِ تعالیٰ سے غافل نہ ہو جاؤ۔ "ہاتھ کار میں ہو' دل یار کے ساتھ ہو" ہر وقت اس کے دروازے پر رہو۔ رب فرماتا ہے کہ فَفِرُّوا اِلَى اللّٰه گناہ گار ہو تو اس کے دروازے پر آؤ۔ نیکو کار ہو تو بھی اس کے دروازے پر آؤ کیونکہ اس کے سوا کوئی اور دروازہ نہیں۔

جو رزق مقدار میں تھوڑا ہو' انسان کی حاجات پوری کر دے۔ اسے پا کر انسان رب سے غافل نہ ہو جائے۔ وہ اس رزق سے بہتر ہے جو مقدار میں زیادہ ہو اور ربِ تعالیٰ سے غافل کر دے کہ وہ تھوڑا مال اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور یہ زیادہ مال اللہ کا عذاب ہے۔ علم کا بھی یہی حال ہے کہ بقدرِ ضرورت علم جو خدا رسی کا ذریعہ ہو' اس زیادہ علم سے بہتر ہے جو ربِ تعالیٰ سے غافل کر دے۔ عالم کو متکبر بنا دے۔ یاد رہے کہ فرشتے یہ بات در حقیقت جن و انس کو سناتے ہیں مگر ہمارے حضورؐ کی معرفت سے ان تک پہنچاتے ہیں۔

حدیث : ۲۵

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهٖ قَالَ اِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ مَا قَدَّمَ وَقَالَ بَنُوْ اٰدَمَ مَا خَلَّفَ

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ اسے مرفوع کرتے ہیں۔ فرمایا جب مُردہ جاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ آگے کیا بھیجا؟ اور انسان کہتے ہیں کہ کیا پیچھے چھوڑ گیا۔ اسے بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

(مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح۔

میّت سے مراد وہ ہے جو مرنے لگے، یعنی مرتے وقت اس کے وارثین تو چھوڑے ہوئے مال کی فکر میں ہوتے ہیں کہ کیا چھوڑے جا رہا ہے اور وہ فرشتے جو اس کی روح قبض کرنے کے لئے آئے ہوتے ہیں وہ اس کے اعمال و عقائد کا حساب لگاتے ہیں کہ جیسے اس کے عمل ہوں ویسے ہی فرشتے، اسی طرح نیک اعمال والے کو رحمت کے فرشتے لیتے ہیں جبکہ بدکار کو عذاب کے فرشتے۔ (مراۃ)

حدیث ۲۶ :

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ اِذَا کُنَّ فِیْکَ فَلَا عَلَیْکَ مَا فَاتَکَ الدُّنْیَا حِفْظُ اَمَانَۃٍ وَصِدْقُ حَدِیْثٍ وَحُسْنُ

خَلِيْقَةٍ وَعِفَّةٌ فِيْ طُعْمَةٍ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق۔

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو سے' کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تجھ میں چار خوبیاں ہوں تو تجھ پر حرج نہیں کہ دنیا تجھ سے الگ رہے۔ امانت کی حفاظت بات کی سچائی۔ اچھی عادت' کھانے میں پاکدامنی

(احمد بیہقی شعب الایمان)

تشریح:۔

یعنی اگر یہ چار نعمتیں تجھے خدا عطا کر دے مگر دنیا تیرے پاس زیادہ نہ ہو تو پرواہ نہ کر' یہ چاروں نعمتیں دنیا ومافیہا سے بہتر ہیں بلکہ دنیا کی زیادتی کبھی ان نعمتوں کو نقصان بھی دیتی ہے لہٰذا اس صورت میں دنیا کی کمی ہی اچھی ہے۔ جسے یہ توفیق مل جائے انشاء اللہ وہ دنیا میں کسی کا محتاج نہیں رہتا۔ اچھی عزت والا انشاء اللہ بہت عزت پاتا ہے۔ جو اپنے حلق کو حرام کمائی سے اور زبان کو حرام بات سے محفوظ رکھے وہ بندہ انشاء اللہ مقبولُ الدّعاء ہوتا ہے وہ جو رب سے مانگتا ہے پالیتا ہے۔ تجربہ شاہد ہے اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔ سچی بات' حلال روزی' عبادتوں کی اصل ہے۔

(مرأت)

حدیث : ۲۷

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ يُوْصِيْهِ وَ مُعَاذٌ رَاكِبٌ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِىْ تَحْتَ رَاحِلَتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ يَا مُعَاذُ اِنَّكَ عَسٰى اَنْ لَّا تَلْقَانِىْ بَعْدَ عَامِىْ هٰذَا وَلَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِىْ هٰذَا وَقَبْرِىْ فَبَكٰى مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُولِ اللّٰهِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَاَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ نَحْوَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِىَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا وَحَيْثُ كَانُوْا (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

مشکوٰۃ کتاب الرقاق ۔

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت معاذ بن جبل سے، فرمایا جب انہیں رسول اللہ ؐ نے یمن کی طرف بھیجا تو رسول اللہ ؐ ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ آپ انہیں وصیت فرما رہے تھے اور جناب معاذ سوار تھے اور رسول اللہ ؐ پیدل چل رہے تھے ان کے کجاوہ کے نیچے، تو جب فارغ ہوئے فرمایا! اے معاذ ممکن ہے کہ تم اس سال کے بعد مجھے نہ ملو۔ غالباً" تم اب میری مسجد اور میری قبر پر سے گزرو، تو معاذ"

رسول اللہ ﷺ کی جدائی سے گھبرا کر بہت روئے پھر حضور ﷺ واپس ہوئے تو اپنا چہرہ پاک مدینہ کی طرف کیا پھر فرمایا کہ لوگوں میں مجھ سے قریب ترین لوگ پرہیز گار ہیں جہاں بھی ہوں۔

(احمد)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں' معاذؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو حسبِ معمول انہیں الوداع کرنے ثنیۃ الوداع تک گئے۔ معاذؓ سوار' جبکہ حضور ﷺ پیدل چل رہے تھے۔ سُنت یہی ہے کہ مہمان کو الوداع کرتے وقت کچھ دُور اس کے ساتھ جاؤ۔ اس عمل سے اپنے مقرر کردہ حکام کا احترام فرماتا ہے۔ یہاں لَعَلَّ شک کے لئے نہیں بلکہ یقین کے لئے جیسے رب فرماتا ہے لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا" یا فرمایا لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ وقبری میں "و" معنی مع ہے یعنی میری قبر پر آؤ گے جو اسی مسجد میں ہوگی (مرقات)

اس فرمان میں پانچ غیبی خبریں ہیں۔ ۱۔ ہم عنقریب وفات پا جائیں گے۔ ۲۔ ہماری وفات مدینہ میں ہوگی۔ ۳۔ ہماری قبر مسجد نبوی ﷺ میں ہوگی۔ ۴۔ معاذؓ ہمارے بعد وفات پائیں گے۔ ۵۔ حضرت معاذؓ ہماری قبر پر زیارت کرنے آئیں گے۔ یہ پانچوں باتیں علومِ خمسہ سے ہیں۔ یہ ہے ہمارے نبی ﷺ کا علمِ غیب۔ یہ خیال کر کے روئے

کہ میں حضور انورؐ سے اب ہمیشہ کے لئے الوداع ہو رہا ہوں' آج بھی مدینہ منورہ سے نکلتے وقت جو حالت حجاج کی ہوتی ہے وہ بیان نہیں ہو سکتی۔

فرماتے ہیں' میں آگے روانہ ہوا' حضورؐ واپس مدینہ کی طرف پھرے تو باآواز بلند فرمایا جو میں نے بھی اپنے کانوں سے سن لیا۔ آپ نے تسلی کے لئے فرمایا۔ اس فرمان کے چند مقاصد ہو سکتے ہیں۔ ۱۔ اے معاذ تم اس ظاہری فراق سے غم نہ کرو۔ تقویٰ اختیار کرو جہاں بھی ہو گے میرے قریب ہی رہو گے۔ ۲۔ تاقیامت مسلمان تقویٰ کے ذریعے مجھ سے قریب ہو سکیں گے۔ زبان' وطن اور قومیت ہم سے قریب کرنے کے لئے کافی نہیں۔ قرآن کے پاس اطاعت کے قدم سے اور حضورؐ کے پاس ارادت کے قدم سے پہنچو۔ ہم صرف مدینہ میں نہیں بلکہ عُشاق کے سینہ میں رہتے ہیں۔ ۳۔ میرے متصل جو خلیفہ ہوں گے (حضرت ابوبکرؓ) وہ میرے بہت ہی قریب ہوں گے۔ تم ان کو دیکھ لیا کرنا۔ ان کے رُخسار میں میرا جمال دیکھو گے۔

(اشعہ از مولانا شیخ عبدالحق محدّث دہلوی و مرقات از ملّا علی قاری حنفی)

بعض حضورؐ کے قرابت دار مکّہ میں رہ کر بھی حضورؐ سے دُور رہے جیسے ابو لہب وغیرہ۔ بعض دُور رہ کر حضورؐ سے قریب رہے جیسے اویس قرنیؓ وغیرہ۔ تقویٰ بہت قسم کا ہے جیسا تقویٰ ویسا حضورؐ سے قُرب۔ اللہ تعالیٰ قربِ محمدیؐ

نصیب فرمائے۔ (مرأت)

چوری بکوئے دلبر بسپار جانِ مضطر

کہ مبادا بارِ دیگر نہ رسی بدیں تمنا

حدیث : ۲۸

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عَلَمٍ يُّعْرَفُ بِهٖ قَالَ نَعَمْ اَلتَّجَافِيْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابن مسعودؓ سے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نور جب سینہ میں داخل ہوتا ہے تو

سینہ کھل جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا اس کی کوئی نشانی بھی ہے جس سے یہ نور پہچانا جا سکے۔ فرمایا ہاں' دھوکہ کی جگہ سے دور رہنا' دائمی گھر کی طرف رجوع کرنا اور موت آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔

(بیہقی فی شعب الایمان' مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ہدایت سے مراد ہدایتِ خاص ہے جس کے ساتھ خیر کی توفیق مل جاتی ہے۔ عام ہدایت تو رب نے ساری مخلوق کو فرمائی۔ ہدایتِ عامہ کے لئے انبیاء تمام انسانوں کے لئے بھیجے۔ (مراٰت)

اور جب مومن کا سینہ کھل جاتا ہے تو عرش و کرسی' لوح و قلم' زمین و آسمان تمام سے زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ حدیثِ قدسی میں آتا ہے کہ میں نہ تو زمین و آسمان میں سماتا ہوں بلکہ میں تو مومن کے سینہ میں سماتا ہوں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

من نہ گنجم در زمین و آسمان

بلکہ ے گنجم بقلبِ مومناں

یہ اس نورانی مومن کا سینہ ہے' اس نورِ قلبی کی تین علامتیں ہیں۔ ۱۔ دنیا سے دل نہ لگانا ۲۔ آخرت سے دل لگانا ۳۔ دنیا میں اعمالِ صالح کرنا۔ دنیا کو دارالغرور اس لئے فرمایا کہ اس کا دکھلاوا بہت ہے حقیقت کچھ نہیں۔ جیسے صحرا یا تھور دور سے

پانی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں ریت یا (کلر) شور ہوتا ہے۔ یا جیسے پانی کا بلبلہ کہ دیکھنے میں بہت ابھرا ہوا مگر اندر کچھ نہیں۔ دنیا سے بادشاہوں' امیروں' وزیروں نے دھوکہ کھایا کہ بہت کچھ جمع کیا بڑی محنت و مشقت سے جمع کیا مگر ایک سانس الٹی آگئی۔ آن کی آن میں سب کچھ چھوڑا اور خالی ہاتھ چلے گئے۔ یہ ہے دنیا کا دھوکہ۔

یاد رہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت سلیمان علیہ السلام کی دنیا انہیں دھوکہ نہ دے سکی کیونکہ ان کی دنیا آخرت کی کھیتی تھی کہ اس سے انہوں نے رب کو راضی کرلیا۔ دنیا ان کے لئے دار الغرور نہیں بلکہ دار السرور تھی وہ شاد شاد آئے' شاد شاد رہے' شاد شاد چلے گئے۔

وہ موت بلکہ علاماتِ موت سے پہلے گناہوں سے توبہ نیک اعمال کا توشہ جمع کر لیتے ہیں۔ ریل آنے سے پہلے سامان تیار رکھتے ہیں۔ موت یار کے پاس لے جانے والی ریل ہے اس کے آنے سے پہلے سامان تیار کر لو۔ آنے پر کچھ نہ ہو سکے گا۔ (مراۃ)

حدیث ۲۹

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَاَبِیْ خَلَّادٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَأَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطٰى زُهْدًا فِى الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوا مِنْهُ فَاِنَّهُ يُلَقَّى الْحِكْمَةَ

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابو ھریرہؓ اور ابو خلاد سے' کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اسے دنیا سے بے رغبتی اور کم بولنے کی نعمتیں دی گئی ہیں۔ تو ان سے قرب حاصل کرو کیونکہ اسے حکمت دی جاتی ہے۔

(بیہقی فی شعب الایمان' مشکواۃ کتاب الرقاق)

تشریح:

ابو خلاد کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض صحابہؓ کے نزدیک ان کا نام عبدالرحمٰن ہے حق یہ ہے کہ ابو خلاد صحابی ہیں۔ یعنی وہ دنیاوی باتیں کم کرتا ہے۔ ذکرِ اللہ ، درود شریف اس میں داخل نہیں۔کیونکہ ذکرِ اللہ وغیرہ تو عبادت ہے۔ اللہ کرے ان سے زبان ہر وقت تر رہے۔ (مرأت)

صاحبِ مرقات ملاّ علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد علم با عمل ہے۔ بعض کے نزدیک شریعت و طریقت کا اجتماع حکمت ہے۔ حدیث شریف

میں ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص اختیار کرے تو اس کی زبان سے حکمت کے چشمے جاری ہوتے ہیں۔ ان کی صحبت اکسیر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ حقیقت میں ایسا مسلمان نائب پیغمبر وارثِ رسول ہے۔ (مرقات)

حدیث : ۳۰

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ:-

روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے پراگندہ بال دروازوں سے نکالے ہوئے۔ اگر اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ انہیں بری کر لے۔ (مسلم)

تشریح:-

اس فرمانِ عالی کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دنیا داروں کے دروازوں پر جاتے

ہیں وہاں سے نکالے جاتے ہیں وہ تو رب کے دروازے کے سوا کسی کے دروازے پر نہیں جاتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کی حقیقت سے دنیا غافل ہے۔ اگر وہ کسی کے پاس جاتے تو وہ ان سے ملنا گوارہ نہ کرتا۔ رب نے انہیں دنیا والوں سے ایسا چھپایا ہوا ہے جیسے لعل پہاڑ میں یا موتی سمندر میں تاکہ لوگ ان کا وقت ضائع نہ کریں۔ (مرأت)

فرمانِ عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ا۔ وہ بندہ اگر اللہ تعالیٰ کو قسم دے کر کوئی چیز مانگے کہ خدایا تجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی تو یہ کردے تو رب تعالیٰ ضرور کر دے گا۔ یہ ہے بندہ کی ضد اپنے رب سے۔ ۲۔ یہ کہ اگر وہ بندہ خدا کے کام پر قسم کھا کر لوگوں کو خبر دے دے تو خدا اس کی قسم پوری کر دے۔ مثلاً" وہ کہہ دے کہ خدا کی قسم تیرا بیٹا ہو گا' یا رب کی قسم آج بارش ہو گی تو ربِ تعالیٰ ان کی زبان سچی کرنے کے لئے یہ کر دے۔ بعض لوگ بزرگوں کی زبان سے کچھ کہلواتے ہیں حضورؐ کہہ دو کہ تیرا بیٹا ہو گا تو مقدمہ میں کامیاب ہو گا۔ اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

(اشعۃ للمعات از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

حضرت غوث بہاء الحق ملتانی" اور بوڑھی عورت کا واقعہ اس کا ثبوت ہے کہ عورت نے کہا بہاء الحق واپس آجاؤ۔ اللہ کی قسم آج بارش ہو جائے گی میں

بارش کرا دوں گی۔ (فہرست القرآن از مفتی احمد یار نعیمی")

۔ ان کے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

حضرت مولانا مفتی محمد امین محدّثِ اعظم مدظلہ" فیصل آبادی اس واقعہ کے راوی ہیں کہ میرے بھائی ڈاکٹر محمد شریف کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی ڈاکٹر اور طبی معائنہ والے مایوس ہو چکے تھے۔ ایک دفعہ رابع حضرت ِالٰہی" جو اُنکے مرشد تھے پوچھا کہ ڈاکٹر آپکی کوئی اولاد ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ جناب کوئی اولاد نہیں اور نہ ہی کوئی امید ہے تو حضرت نے فرمایا! نہیں اولاد تو ضرور ہونی چاہیے۔ بس یہی الفاظ کام کر گئے اور سال بعد اللہ تعالیٰ نے انکو بیٹا عطا فرما دیا جو آج بھی اللہ کے فضل سے بقیدِ حیات ہے۔

حدیث : ۳۱

وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَاٰی سَعْدٌ اَنَّ لَهٗ فَضْلًا عَلٰی مَنْ دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ

روایت ہے حضرت معصب بن سعد سے فرماتے ہیں کہ حضرت سعد نے سمجھا کہ انہیں اپنے سے نیچوں پر بزرگی ہے تو رسُول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے کمزوروں کی برکت سے ہی مدد کیے جاتے ہو اور روزی دیے جاتے ہو۔ (بخاری)

تشریح

صاحب مرقات ملاّ علی قاری حنفی اور صاحب اشعۃ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی کے مطابق حضرت معصب ابن سعد ابن ابی وقاص ہیں۔ آپ تابعی ہیں۔ اپنے والد سعد رضی اللہ عنہ ' حضرت علی ابن عمر طلحہ سے ملاقات ہے۔ (رضی اللہ عنہم) ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔

شارح مشکواۃ صاحبِ مرأت فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص بڑے مالدار' سخی اور بہادر تھے۔ ایک بار ان کے دل میں خیال آیا کہ میں فلاں فقیر مہاجر صحابی سے افضل ہوں۔ آپ نے منہ سے کچھ نہ کہا تھا تب حضورؐ نے یہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو دلوں کے خطرات پر مطلع فرمایا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ خیال بطور شکر ہوگا نہ کہ بطور فخر چونکہ یہ تصوّر کہ میں بہادری اور سخاوت میں فلاں سے افضل ہوں آپ کی شان کے لائق نہ تھا اس بلئے یہ ارشاد ہوا۔ فرمایا

اے سعد رضی اللہ عنہ تمہاری سخاوت تو دولت سے ہے اور شجاعت طاقت و قوت سے مگر دولت، قوت، فتح فقراء کی برکت سے ہے۔ وہ تم حضرات کے لئے وسیلہ عظمیٰ ہیں اس سے توسل ثابت ہوا۔ (مرأت)

فقراء مسلمین بندوں کے لئے قطب اور اوطار ہیں جیسے خیمہ میخوں اور قطب چوب سے قائم ہے۔ ایسے ہی دنیا ان لوگوں سے قائم ہے۔ فقراء کی برکت سے بندوں کو رزق ملتا ہے ان کے طفیل بارشیں ہوتی ہیں۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ملنے کا ذریعہ یہی لوگ ہیں۔ (مرقات از ملا علی قاری حنفی)

حدیث : ۳۲

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جنت میں جھانکا تو وہاں کے عام باشندے فقیر لوگ

دیکھے اور میں نے دوزخ میں جھانکا تو وہاں اکثر باشندے عورتیں دیکھیں۔

(بخاری و مسلم)

تشریح۔

یہ واقعہ جسمانی معراج کا نہیں کہ اس رات تو حضورؐ جنّت میں تشریف لے گئے تھے وہاں کی سیر فرمائی تھی۔ یہ خواب کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ (مراۃ)

کیونکہ حضرات انبیاء کرامؑ کی اطاعت کرنے والے اکثر فقراء ہی رہے۔ آج بھی دیکھ لو علماء و حفّاظ' وقت پڑنے پر غازی شہید اکثر غریب لوگ ہی ہوتے ہیں۔ اب بھی مساجد میں دینی مدرسے غریبوں کے دم سے آباد ہیں۔ امیروں کے لئے کالج' سینما' کھیل تماشے' ہیں۔ فرمانِ عالی بالکل برحق ہے۔ (مراۃ)

چونکہ عورتیں زیادہ تر دنیا کی طرف مائل ہوتی ہیں اور اپنے خاوند بلکہ گھر بھر کو نیکیوں سے روک دیتی ہیں اور عورتیں ناشکری' بے صبری زیادہ کرتی ہیں۔ عورت بگڑ کر سارے گھر کو بگاڑ دیتی ہے اور سنبھل کر سارے گھر کو سنبھال لیتی ہے۔ بچے کا پہلا سکول ماں کی گود ہے۔ جنّت و دوزخ کا یہ داخلہ بعد قیامت ہو گا مگر حضورؐ کی نگاہ شریف نے اسے ملاحظہ فرما لیا۔ ہمارے خواب و خیال سے بھی زیادہ تیز حضورؐ کی نگاہ شریف ہے۔ ہم خواب و خیال سے اگلی آئندہ چیزیں دیکھ لیتے ہیں۔ (مراۃ)

یہاں صاحبِ تفہیم البخاری لکھتے ہیں کہ مہلّب نے کہا کہ عورتیں اس لئے دوزخ میں زیادہ ہوں گی کہ یہ اپنے شوہروں کی نعمتوں کی ناشکری کرتی ہیں۔ علاّمہ قرطبی کہتے ہیں کہ عورتیں جنّت میں اس لئے کم ہوں گی کہ ان میں نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ زیادہ عورتیں جلد ہی بے دین لوگوں کے دھوکہ میں آجاتی ہیں جو ان کی خواہش کرتے ہیں اور اگر کوئی ان کو آخرت کی توجّہ دلائے تو اس طرف کان تک نہیں دھرتیں اور دنیاوی زیب و زینت کی طرف مائل ہوتی ہیں اور فقراء جنّت میں اس لئے زیادہ ہوں گے کہ ان کو اتنا مال میسّر نہیں ہوتا جس کے سبب وہ بداعمالیوں کی طرف مائل ہو سکیں کیونکہ اکثر کثرت اموال معاصی کا وسیلہ بنتے ہیں۔ سیدِ عالمؐ نے فقر کے فتنہ کی شر سے پناہ مانگی ہے کیونکہ اس کی شر کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ اگر فقر شر سے خالی ہو تو اس کی بہت فضیلت ہے۔ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا اَلْفَقْرُ فَخْرِی اسی طرح غِنٰی و امارت کے فتنہ کی شر سے آپؐ نے پناہ چاہی ہے۔ امارت کا شر انسان کا دل سخت کر دیتا ہے اور وہ جو رو استبداد پر آمادہ ہوتا ہے اگر سوال کیا جائے کہ جنّت میں کوئی بھی کنوارہ نہ ہو گا۔ ہر ایک جنتی کی کم از کم دو بیویاں ہوں گی اور دوزخ میں ان کی کثرت کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضورؐ کی شفاعت سے پہلے عورتیں دوزخ میں زیادہ ہوں گی اور ہر شخص کے لئے دو بیویاں ہونے کی تقدیر پر جنّت میں زیادہ ہوں

کی۔ (کذا قال العلماء)

علامہ رضوی کہتے ہیں کہ میری رائے میں جواب یہ ہے کہ ہر ایک جنتی کی دو بیویاں حورِ عین سے ہوں گی اور وہ یقیناً" جنت میں ہوں گی۔ یہاں دنیاوی عورتوں کا ذکر کہ وہ دوزخ میں زیادہ ہوں گی کیونکہ وہی دنیاوی زینت کی طرف مائل ہوتی ہیں اور وہی فساق کے دھوکہ میں جلدی آ جاتی ہیں اور اپنے شوہروں کی نعمتوں کی ناشکری کرتی ہیں۔ جنت کی عورتیں تو شوہروں سے محبت کریں گی ان کا ناشکری کرنا غیر متصور ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ

(تفہیم البخاری)

حدیث ۲۳:

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى رُمَالِ حَصِيْرٍ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ فِرَاشٌ قَدْ اَثَّرَ الرُّمَالُ بِجَنْبِهٖ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى اُمَّتِكَ فَاِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ فَقَالَ اَوَفِيْ هٰذَا اَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اُولٰٓئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِيْ رِوَايَةٍ اَمَا

تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ لَهُمُ الدُّنْیَا وَلَنَا الْاٰخِرَةُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ:-

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ تنکوں والی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کے اور اس چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہ تھا اور تنکے آپ کی کروٹ میں اثر کر گئے تھے۔ چمڑے کے تکیے پر ٹیک لگائے جس کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا۔ میں نے کہا! یارسول اللہ رب سے دعا فرمایئے کہ وہ آپ کی اُمت پر وسعت فرما دے کیونکہ فارس و روم پر بڑی وسعت کی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ فرمایا اے ابن خطاب تم اس خیال میں ہو۔ یہ وہ قوم ہے جن کے لئے دنیاوی زندگی میں ان کو نعمتیں دے دی گئیں۔ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ کیا تم اس سے راضی نہیں کہ دنیا انکے لئے ہو اور آخرت ہمارے لئے

(بخاری، مسلم)

تشریح:-

حصیر چٹائی رمال کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی۔ ان پتوں کو اردو میں تنکے کہتے ہیں۔ یہ ہے حضورؐ کی سادہ زندگی۔ تکیہ کا غلاف چمڑے کا جس میں کھجور کی نرم چھال یعنی کھجور درخت کا نرم گودا تھا۔ اس عرض و معروض میں غالباً" امت کا ذکر زائد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ پر وسعت فرما دے مگر بے ادبی کے خوف

سے امت کا نام لیا۔ یعنی حضورؐ آپکی امت اس فقروفاقہ میں آپکی پیروی نہ کر سکے گی۔ یہ دعا کریں کہ اللہ ان پر دنیا وسیع کرے۔ انہیں عیش و عشرت نصیب ہو مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے۔ جیسا کہ جوابِ عالی سے معلوم ہو رہا ہے۔ حضورؐ کی امت پر آپؐ کے صدقے دنیا بہت فراخ ہوئی تمام دنیا کے بادشاہ مسلمان بنا دیئے گئے۔ تاریخ والے جانتے ہیں۔

بوریا ممنون خوابِ راحتش
تاج کسریٰ زیرِ پائے اُمتش

عرض کی کہ روم و فارس کے بادشاہ کافر ہیں۔ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔ وہ عیش و آرام میں ہیں۔ حضورؐ تو اللہ کے محبوب ہیں۔ حضور کا عیش و آرام ان سے زیادہ چاہیے۔ یعنی تمہاری رائے تو ایسی شاندار ہوتی ہے اس کے موافق قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں تم جیسا پختہ اور درست رائے والا کوئی ہی ہو گا تم بھی یہاں دھوکہ کھا گئے اور قیصروکسریٰ کی عیش و عشرت والی زندگی کی آرزو ہمارے واسطے کرنے لگے۔ اس لئے یہاں ابن خطاب کے حساب سے یاد فرمایا۔ نام نہ پورا۔ ابن خطاب فرمانے میں بھی عجیب نازوانداز ہے۔ فرمایا ان کفار کو دنیاوی عیش و آرام عطا فرمانا اللہ کی رحمت نہیں بلکہ اللہ کا عذاب ہے کہ وہ اس کی وجہ سے آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو گئے۔ کفرو فسق کے باوجود نعمتیں ملنا اللہ کا ان پر عذاب ہے۔ فرماتے ہیں کفار کے لئے صرف دنیا ہو۔ ہمارے لئے آخرت بھی ہو۔ صوفیاء کے نزدیک دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کردے جو مال و دولت آخرت

کا توشہ جن جائے وہ دین ہے لہٰذا اس حدیث پاک کی بنا پر دولتِ عثمانی پر اعتراض نہیں ہو سکتا وہ دولت تو عین دین تھی۔ نیز اللہ تعالیٰ نے بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دولت عطا فرمائی جو حضورؐ نے اپنے ہاتھوں سے بانٹی۔ اب بھی ہم سب حضورؐ کے آستانہ سے پل رہے ہیں بہرحال حدیث پاک بالکل واضح ہے کہ مومن کی دنیا اور کافر کی دنیا کچھ اور ہے۔

دونوں کی ہے پرواز اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

(مراۃ)

حدیث ۳۴:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَظَرَ اَحَدُکُمْ اِلٰی مَنْ فُضِّلَ عَلَیْهِ فِی الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی اسے دیکھے جسے اس پر مال و اعضاء میں

بڑائی دی گئی ہے تو اسے بھی دیکھ لے جو اس سے نیچے ہے۔

(مسلم و بخاری' مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تشریح:-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اگر تم کبھی ایسے شخص کو جو صحت یا دولت میں تم سے زیادہ ہو اور تم کو اس پر رنج ہو تو فوراً ایسے کو بھی دیکھ لو جو صحت و دولت میں تم سے کم ہو اور خدا کا شکر ادا کرو۔ شیخ سعدی شیرازیؒ گلستاں میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا جوتا سفر کی وجہ سے ختم ہو گیا۔ نیا خرید نہ سکتا تھا۔ میں لوگوں کو جوتے پہنے دیکھ کر رو رہا تھا۔ اسی دوران میں شہر کی جامع مسجد پہنچا وہاں ایسے شخص کو دیکھا جس کے پاس پاؤں نہ تھے اور وہ چوتڑوں سے گھسٹ رہا تھا۔ میں نے فوراً توبہ کی اور سجدہ میں گر کر شکرِباری تعالیٰ کرنے لگا۔ یہ ہے اس حدیثِ پاک پر عمل۔ اس سے دل کو بہت تسکین ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر عمل نصیب کرے۔ آمین اور مسلم شریف میں اس طرح عبارت ہے۔

قال انظروا الی من ھو اسفل منکم ولا تنظروا الی من ھو فوقکم فھو اجدر ان لا تزدروا نعمۃ اللہ علیکم

یعنی فرمایا تم اپنے سے نیچے کو دیکھو اپنے سے اوپر کو نہ دیکھو۔ یہ عمل اس کا باعث ہے کہ تم اللہ کی نعمت کی ناقدری نہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ دنیاوی چیزوں میں اپنے سے نیچے کو دیکھو تاکہ تم شکر کرو اور دین کی چیزوں میں اپنے سے اوپر کو دیکھو تاکہ تم اپنی عبادت پر تکبر نہ کرو۔ اگر تم پنجگانہ نماز پڑھتے ہو تو انہیں

دیکھو جو تہجد اور اشراق بھی پڑھتے ہیں مگر افسوس صد افسوس ہمارے معاشرہ میں تو الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ مال و دولت والے کو معزز شہری جبکہ نمازی اور دیانتدار کو حقیر سمجھاجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو راہِ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (مراٰۃ)

شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی کہتے ہیں کہ اگر ایسے شخص کو دیکھو جو دنیاوی ناز و نعمت میں اس سے بلند پایہ ہے تو اسے ایسے شخص کو بھی دیکھ لینا چاہئے جس سے یہ بلند پایہ ہے۔ تاکہ بلند پایہ کو دیکھ کر اللہ کی نعمت کا کفران نہ کرے بلکہ اپنے اوپر اللہ کی نعمتیں دنیاوی مال و متاع، خوبصورتی اور اولاد وغیرہ کو دیکھے تاکہ اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالائے اور خوش ہو لیکن جس کا تعلق آخرت سے ہے وہاں اس کو دیکھے جو اس سے دین داری میں بلند پایہ ہے تاکہ فضائل حاصل کرنے میں راغب ہو۔

(تفہیم البخاری)

حدیث : ۳۵

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَائِکُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْ تُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِکُمْ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗد) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ

حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے راوی۔ فرمایا مجھے اپنے کمزوروں میں تلاش کرو۔ تم اپنے کمزوروں کی وجہ سے ہی روزی اور فتح دیئے جاتے ہو۔ (ابوداؤد)

تشریح

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ یہاں ضعفاء سے مراد وہ صالح مومن جن میں کبھی شیخی نہیں ہوتی۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے نیک مومنوں میں تلاش کرو۔ میں ان میں ملوں گا۔ ڈھونڈنے سے مراد ہے کہ ان فقراء و مساکین کی خدمت کیا کرو جس سے وہ راضی ہو جائیں۔ ان کی مجلسوں میں حاضر رہو۔

یہاں اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ حدیث قدسی ہے کہ میں ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتا ہوں۔ مجھے وہاں طلب کرو۔ میری رضا ضعفاء کی رضا میں پوشیدہ ہے۔ (اشعۃ)

یہاں مرقات نے بحوالہ ابن ملک فرمایا ہے کہ حضورؐ روحانی توجّہ سے تو ہر دم ان مقبولوں کی محفل میں رہتے ہیں مگر کئی دفعہ جسماً و صورتاً بھی ان مجالس میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ (مرقات از ملّا علی قاری حنفی)

صاحبِ مرات فرماتے ہیں کہ ایسی پاک مجلسوں میں اگر کوئی شخص اجنبی نظر آئے تو ضرور اس سے مصافحہ کریں۔ ممکن ہے کہ اس گروہ میں کوئی شہسوار ہو۔ جبرائیلؑ امین شکلِ انسانی میں بارگاہِ رسالتؐ میں آتے۔ حضرت خضر علیہ السلام

مختلف انسانی شکلوں میں لوگوں سے ملاقات کرتے تھے۔ سرکارِ دوعالمؐ اپنے بعض امتیوں کے جنازہ میں شرکت کرتے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سرکارِ دو عالمؐ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی پہلی محراب ختم ہونے پر ختم شریف میں شرکت فرمائی۔ مجلس میں ایک بزرگ آئے۔ نام پوچھا گیا تو فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ مجھے حضور نبی کریمؐ نے حکم فرمایا کہ آج عبدالعزیز کا ختم ہے ہم وہاں جا رہے ہیں اور مجھے کسی اور مقام کو جانے کا ارشاد فرمایا۔ اسی لئے مجھے یہاں پہنچنے میں تاخیر ہو گئی ہے۔ بس اتنا فرمایا اور غائب ہو گئے۔ (فتاویٰ عزیزیہ مقدمہ ص ۱۳ فارسی عبارت کا ترجمہ)

عرس بزرگان' میلاد شریف کی مجالس اور بزرگانِ دین کی زیارات میں شرکت کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ شاید حضورؐ کی قدم بوسی نصیب ہو جائے۔ آخرت میں حضورؐ کے ملنے کے تین مقام ہیں۔ حوضِ کوثر' میزانِ عمل اور صراط۔ جبکہ دنیا میں آپؐ کے ملنے کی جگہ بزرگوں کی مجالس۔ ان سے دُوری اللہ و رسولؐ سے دُوری ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

چُوں شوی دُور از حضورِ اولیاء ۔ ایں چنیں داں دُور گشتی از خُدا

یہاں اشعۃ نے فرمایا کہ راوی کو شک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترزقون فرمایا یا تنصرون فرمایا۔ بہرحال مطلب یہ ہے کہ ضعفاء میں قطب اور اوتار ہوتے ہیں جن سے نظامِ دنیا قائم ہے۔ اگر یہ رہیں تو دنیا رہے۔ مثلاً خیمہ چوب اور طناب میخوں سے قائم ہے اگر یہ نہ رہیں تو خیمہ گر جائے۔ آسمان کا خیمہ ان بزرگوں سے قائم ہے۔ (مرقات از ملّا علی قاری حنفی)

حدیث : ۳۶

وَعَنْ اُمَیَّۃَ بْنِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اُسَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکِ الْمُھَاجِرِیْنَ (رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

ترجمہ:-

روایت ہے امیہ ابن خالد ابن عبداللہ ابن اسید سے وہ نبی کریم ﷺ سے راوی ہے کہ حضورؐ فقراء و مہاجرین کے توسل سے فتح مانگتے تھے۔

(مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تشریح:-

امیہ بن خالد کو بعض محدثین صحابی کہتے ہیں مگر آپ تابعی ہیں ثقہ، مکی یا مدنی ۸۰ھ کے بعد وفات پائی۔ (مرأت)

چنانچہ حضور انورؐ جہاد میں اس طرح دعا فرماتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا عَلَی الْاَعْدَاءِ بِحَقِّ عِبَادِکَ الْفُقَرَاءِ الْمُھَاجِرِیْنَ یعنی اے اللہ ہماری دشمن پر نصرت فرما۔ اپنے مہاجر فقیروں کے حق سے جو تیرے بندے ہیں۔ اگرچہ سرکار دو عالم ﷺ خود سب کے وسیلہ عظمٰی ہیں مگر آپ کا ان کے وسیلہ سے دعا مانگنا یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ کے مقبول بندوں کے وسیلہ سے دعاء کرنا سنتِ رسولؐ ہے اور افضل بندے اپنے نیک خُدّام کے وسیلہ سے دعا کریں۔ صرف نیک

اعمال کے وسیلہ پر قناعت نہ کیا کریں۔ (مرأت)

اس حدیث پاک کو بہت طرح سے قوت حاصل ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اگر مکہ سے یہ فقراء مومنین نکل جاتے تو ہم کفار کو عذاب دے دیتے۔ پتہ لگا کہ کفار کا عذاب سے بچے رہنا فقراء مومنین کی برکت سے ہے۔

ابن ابی شیبہ طبرانی نے امیّہ ابن عبد اللہ سے روایت کی کہ کان ﷺ بِصَعَالِيْكِ الْمُسْلِمِيْنَ۔ امیّہ ابن خالد صاحبِ مشکوٰۃ کے نزدیک صحابی ہیں اور اگر تابعی بھی ہوں تو نہایت ثقہ ہیں ا... کی مرسل حدیث قبول ہے۔ (مرقات)

مندرجہ آیت و حدیث وسیلۂِ اولیاء کے لئے اعلیٰ درجہ کی دلیل ہے۔

مولانا فرماتے ہیں۔

بے عنایات حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیاہ گردد ورق

بقول علامہ اقبالؒ

اسی میں دیکھ مضمر ہے کمالِ زندگی تیرا
کہ تجھکو زینتِ دامن کوئی آئینہ رو کرلے

حدیث : ۳۷

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَسَنَتُہٗ وَاِذَا فَارَقَ الدُّنْیَا فَارَقَ السِّجْنَ وَالسَّنَۃَ (رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

ترجمہ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا مومن کا جیل خانہ اور اس کی قحط سالی ہے۔ جب مومن دنیا چھوڑتا ہے تو جیل اور قحط سے نکل جاتا ہے۔ (شرح سنہ' مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تشریح

جس طرح جیل میں قیدی کا دل نہیں لگتا اگرچہ وہاں ہر قسم کی سہولتیں بھی میسر ہوں۔ اسی طرح مومن کا دنیا میں دل نہیں لگتا اگرچہ اسے بڑا ہی آرام ہو۔ اس حدیث پاک کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان کو دنیا میں تکلیف ہی تکلیف ہے۔ تکلیف اور بات ہے اور دل نہ لگنا کچھ اور۔ مثال کے طور پر قحط سالی میں انسانوں کو ذلت' قلت اور تکلیف ہوتی ہے' اسی طرح مسلمان کو دنیا میں کوئی نہ کوئی تکلیف رہتی ہے یہ آزمودہ چیز ہے بلکہ تکلیفیں' ناکامیاں اور مصیبتیں ہی

انسان کو انسان بنا کر رکھتی ہیں۔ عیش و آرام میں غفلت جب کہ تکلیف میں بیداری ہوتی ہے۔

مومن کو آخرت میں اسقدر آرام اور راحتیں ہیں کہ ان کے مقابل دنیا کی بادشاہت بھی جیل ہے اور کافر کو آخرت میں ایسی مصیبتیں جھیلنا ہوں گی کہ ان کے مقابلے میں دنیا کی سخت ترین تکلیف بھی گویا جنت ہوگی۔ مومن مرکر دنیاوی جنجال سے آزاد ہوتا ہے اور کافر مرکر جنجال میں پھنستا ہے۔ موت ایک ریل ہے جو مومن کو عیش خانہ میں اور کافر کو جیل خانہ تک پہنچاتی ہے جس طرح ایک ہی ریل میں کسی کی بارات ہو سکتی ہے اور کسی کی میت۔ یا پھر اسی ریل میں کسی کو پھانسی کے لئے لے جایا جا رہا ہو۔ (مرأت)

مولانا جامیؔ فرماتے ہیں۔

دریں	محنت	سرائے	بے	مواسا
بنعمت	ہائے	خویشم	کن	شناسا

حدیث : ۳۸

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اُخِفْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ اَحَدٌ وَلَقَدْ اُوْذِيْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُؤْذٰى اَحَدٌ وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَيَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَّيَوْمٍ مَالِيْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَاْكُلُهٗ

ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَيْئٌ يُوَارِيْهِ اِبْطُ بِلَالٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَقَالَ وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ حِيْنَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ هَارِبًا مِّنْ مَكَّةَ وَمَعَهٗ بِلَالٌ اِنَّمَا كَانَ مَعَ بِلَالٍ
مِنَ الطَّعَامِ يَحْمِلُ تَحْتَ اِبْطِهٖ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کی راہ میں بہت ڈرایا گیا جتنا کوئی نہیں ڈرایا جاتا اور میں اللہ کی راہ میں ستایا گیا' ایسا کوئی نہیں ستایا جاتا اور مجھ پر تیس دن رات ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلال رضی اللہ عنہ کے لئے کھانا نہ تھا جو کلیجے والا کھا سکے سواء اس قدر کے جسے بلال رضی اللہ عنہ کی بغل چھپائے ہوئے تھی۔ (ترمذی)

اور فرمایا کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جب نبی کریم ؐ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے اور آپ ؐ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ اتنا کھانا تھا جسے وہ اپنی بغل میں دبائے ہوئے تھے۔

تشریح

یعنی دین اسلام کی تبلیغ اور کتاب اللہ کی اشاعت کے سلسلے میں جتنا کفار نے آپ ؐ کو ڈرایا اتنا کسی اور نبی کو ان کی قوم نے نہیں ڈرایا۔ اشعۃ اللمعات میں شیخ محقق عبدالحق نے فرمایا کہ دین کی تبلیغ میں جتنا کفار نے آپ ؐ کو ستایا اتنا کسی اور نبی کو ستایا نہ گیا۔

صاحبِ مرقات ملّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ جب کفارِ مکّہ نے آنحضرتؐ کو بہت ستایا اس وقت آپکے ساتھ طاقتور مسلمان نہ تھے۔ جب اسلام پھیلا تو کفار کی طاقت کمزور ہو گئی اور انہیں کم ستایا گیا۔ نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم سے تکالیف برداشت کیں مگر حضور انورؐ نے تیئیس (۲۳) سال۔ لیکن نوحؑ کی تکالیف سے آپ کی تکالیف سخت تر ہیں چونکہ آپ سیدالانبیاء ہیں اس لئے آپ کی مشکلات بھی زیادہ ہیں۔ گہنِ چاند اور سورج کو ہی لگتا ہے تاروں کو نہیں اسی طرح دکھ بڑوں کو چھوٹوں کی نسبت زیادہ۔

خیال رہے یہ واقعہ ہجرت مدینہ کا نہیں کیونکہ اس دن آپ ﷺ کے ساتھ صدیق اکبرؓ تھے۔ سیدنا بلالؓ نہیں۔ غالباً یہ واقعہ تبلیغِ طائف کا ہے۔ نبوّت کے دسویں سال ابو طالب کی وفات ہوئی اور پانچ دن بعد خدیجۃ الکبریٰؓ کا انتقال ہو گیا۔ حضورؐ نے اس سال کا نام عام الحزن (غم کا سال) رکھا۔ تین ماہ بعد آخر شوال میں حضورؐ تبلیغ کے لئے طائف تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہؓ تھے۔ آپؐ نے وہاں کے سردار بنی ثقیف کے معتمد شخص عبید یا لیل ابن عبد کلال کو تبلیغ کی۔ اس نے آپ کے پیچھے آوارہ لڑکے لگا دیئے جنہوں نے آپؐ کو زخمی کر دیا۔ زید رضی اللہ عنہ نے روکا تو ان کا سر زخموں سے چور ہو گیا۔ تب جبرائیل امینؑ نے آکر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! حکم فرمائیں تو طائف کے پہاڑوں کو ملا دوں جس سے یہ لوگ پس جائیں۔ فرمایا اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو ممکن ہے ان کی اولاد مسلمان ہو جائے۔ تاریخ اٹھا کے دیکھو،

طائف میں بڑے بڑے مسلمان سپہ سالار پیدا ہوئے۔ یہ سب کچھ آپؐ کی دعا کا صدقہ ہے۔

صاحبِ مرقات و لمعات فرماتے ہیں کہ یہاں یہ واقعہ مراد نہیں کیونکہ اس سفر میں آپؐ کے ساتھ بلالؓ نہ تھے بلکہ زیدؓ تھے۔ یہاں طائف کا کوئی اور سفر مراد ہے جس میں سیدنا بلالؓ ساتھ تھے۔ بعض نے فرمایا کہ حضورؐ نے طائف کے کئی سفر کیے ہیں۔ یہاں حدیث پاک میں ذو کبد فرما کر یہ اشارہ دیا کہ ہم دونوں کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو کوئی جانور بھی کھا سکے۔ چہ جائیکہ انسان کھائے۔ شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں کہ بغل میں کھانا ظاہر ہے تھوڑا سا ہی سما سکے گا۔ چار، چھے روٹیاں، اتنا کھانا اور تیس دن، دو صاحبوں کا گزارہ۔ (مراٗت)

اس سیدُ الصابرین پر لاکھوں سلام۔ میں قربان جاؤں سرکارؐ نے تبلیغِ دین کی خاطر ایسی تکالیف اور مشقتیں اٹھائیں کہ آج تک تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حدیث : ۳۹

وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا مَنْ نَظَرَ فِيْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاقْتَدٰى بِهٖ وَنَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ

فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا وَمَنْ نَظَرَ فِىْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ وَنَظَرَ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاَسِفَ عَلٰى مَا فَاتَهٗ مِنْهُ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ شَاكِرًا وَّلَا صَابِرًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ:-

حضرت عمرو ابن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس میں دو عادتیں ہوں اسے اللہ تعالیٰ صابر شاکر لکھتا ہے۔ جو اپنے دین میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھے تو اس کی پیروی کرے اور اپنی دنیا میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے تو اللہ کا شکر کرے اس پر کہ اللہ نے اسے اس شخص پر بزرگی دی تو اللہ تعالیٰ اسے شاکر صابر لکھے گا اور جو اپنے دین میں اپنے سے کم کو دیکھے اور اپنی دنیا میں اپنے سے اوپر کو دیکھے تو فوت شدہ دنیا پر غم کرے۔ اللہ اسے نہ شاکر لکھے گا نہ صابر۔

تشریح:-

شکر اور صبر دونوں کا ایک شخص میں جمع ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ شکر تو نعمت کے ملنے پر کیا جاتا ہے اور صبر نعمت نہ ملنے یا چھن جانے پر ملتا ہے مگر جو ان دو چیزوں پر صبر اور شکر پر عمل کرے گا وہ صابر اور شاکر ہو گا۔ گویا یہ ہے اجتماعِ ضدّین۔ (مرأت)

فرمایا کہ اگر تم اچھے کام کرتے ہو تو ان پر فخر نہ کرو بلکہ ان لوگوں کو دیکھو جو تم سے زیادہ نیک ہیں خواہ وہ زندہ ہوں یا نہ ہوں لہٰذا ہر مسلمان کو حضرات صحابہ و اہل بیتؓ کے اعمال میں غور اور عمل کرنا چاہیے جو زیادہ نیکیوں کی کوشش کرے اس کے سبب اللہ اسے صابر لکھے گا جب یہ شخص ان بزرگوں جیسے کام نہ کر سکے گا تو افسوس کرے گا۔ یہ اس کا صبر ہو گا۔ ہمیں افسوس کرنا چاہیے کہ کاش ہم بھی صحابہؓ کے وقت ہوتے اور جمالِ مصطفےٰؐ سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے قدموں پر جان نچھاور کرتے۔

اپنے سے نیچے کو دنیاداری میں دیکھ کر شکر کرنا چاہیے۔ اس کے سوچنے سے بڑی سے بڑی مصیبت بھی آسان ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کا جوان بیٹا مر جائے اور صبر نہ آئے تو وہ حضرت علی اکبر کی شہادت پر غور کرے۔ انشاء اللہ فوراً صبر نصیب ہو گا۔ دین میں اپنے سے کم اور دنیا میں اپنے سے اوپر دیکھنے والے شخص کی زندگی حسد، جلن، بے صبری اور دل کی کوفت میں گزرے گی۔ امیروں کو دیکھ کر جلتا بھنتا رہے گا کہ ہائے میرے پاس مال کم ہے اور اپنی عبادت پر فخر کرے گا کہ فلاں بے نمازی ہے اور میں نمازی ہوں۔ میں اس سے بہتر ہوں، یہ تکبر ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰكُمْ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا کی کمی پر رنج کرے وہ ایک ہزار سال کی مسافت دوزخ سے قریب ہو جائے گا اور جو شخص دینی کوتاہی پر رنج کرے گا وہ جنت سے ایک ہزار سال کی راہ قریب ہو جائے گا۔

(مرقات از علامہ علی قاری حنفی)

حدیث : ۴۰

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَمَرَنِیْ خَلِیْلِیْ بِسَبْعٍ اَمَرَنِیْ بِحُبِّ الْمَسَاکِیْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ هُوَ دُوْنِیْ وَلَا اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقِیْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَصِلَ الرَّحِمَ وَاِنْ اَدْبَرَتْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ لَّا اَسْاَلَ اَحَدًا شَیْئًا وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَقُوْلَ بِالْحَقِّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا وَاَمَرَنِیْ اَنْ لَّا اَخَافَ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اُکْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهُنَّ مِنْ کَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ

(رَوَاهُ اَحْمَدُ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا مجھے میرے محبوب نے سات چیزوں کا حکم دیا۔ مجھے مسکینوں سے محبت اور ان سے قرب کا حکم دیا ہے اور مجھے حکم دیا کہ اپنے سے ادنیٰ کو دیکھوں اور اپنے سے اوپر کو نہ دیکھوں اور مجھے حکم دیا کہ رشتوں کو جوڑوں اگرچہ وہ رشتہ دور کا ہو اور مجھے حکم دیا کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں اور مجھے حکم دیا کہ سچی بات کروں اگرچہ کڑوی ہو اور مجھے حکم دیا کہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں اور مجھے حکم دیا کہ یہ زیادہ کہوں لَاحَوْلَ وَلَا الخ نہیں ہے طاقت اور قوت مگر اللہ سے۔ کیونکہ یہ عرش کے نیچے کا خزانہ ہے۔

تشریح۔

یہاں خلیل سے مراد سرکار دو عالم ﷺ ہیں۔ خلیل وہ جس کی محبت دل کے اندر داخل ہو جائے۔ یہ بنا ہے خَلَّةٌ سے بمعنی کشادگی۔ دل کی کشادگی بھر دینے والی محبت خَلَّةٌ ہے۔ خلیل وہ جو محبوب بھی ہو مُطاع بھی۔ خلیل کے بہت معنی ہیں۔ اَمَرَنِی کا حکم استحبابی ہے اور سب مسلمانوں کو ہے معرفت حضرت ابوذر۔ ہو سکتا ہے حکم وجوبی ہو اور ابوذر کے لئے خاص ہو۔ حدیثِ پاک کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت بلال ؓ سے تو محبت ہو اور عثمان غنی ؓ سے محبت نہ ہو تو قرب سے مراد دلی قرب ہے یا جسمانی قرب یعنی مساکین کی محبت میں رہنا۔ مساکین کی صحبت دل میں مسکینیت پیدا کرتی ہے۔ یعنی دنیاوی مال و متاع عزت و جاہ میں اپنے سے کم کو دیکھوں اور دینی کاموں میں اپنے سے اوپر کو دیکھنا چاہیے۔

اَصِلَ الرَّحِم سے مراد رشتہ دار ہیں۔ جوڑنے کا مطلب ہے ان سے اچھا سلوک کرنا۔ ان کی بدسلوکی نہ دیکھنا۔ اس کی تفسیر میں حضرت یوسف ؑ کا اپنے بھائیوں سے برتاؤ اور فتح مکّہ کے دن قریش سے حضور ؐ کا برتاؤ دیکھو۔

اَحَدًا سے مراد دنیادار لوگ ہیں۔ حضور ؐ سے مانگنا ہر ایک کے لئے فخر ہے۔ آپ ؐ کا دروازہ تو وہ ہے جہاں بادشاہ بھی بھیک مانگتے ہیں۔

منگتے تو ہیں منگتے، کوئی شاہوں میں دکھادو
جس کو میری سرکار سے ٹکڑا نہ مِلا ہو

اِنْ کَانَ مُرًّا کا مطلب ہے اپنے متعلق اور دوسروں کے متعلق ہمیشہ حق بات کہو۔ اپنا قصور ہو تو فوراً مان لو اپنے متعلق حق کہنا بڑا مشکل ہے۔ کڑوی سے مراد اپنے یا دوسرے پر کڑوی۔

دنیاوی وجاہت والے کا خوف مجھے حق کہنے سے نہ روکے رہے۔ اللہ والے لوگ اگر کبھی ان کا کوئی عمل بظاہر خلاف معلوم ہو تو اعتراض کرنے میں جلدی نہ کرے۔ کئی دفعہ ان کے بعض اعمال غلط معلوم ہوتے ہیں مگر درحقیقت بالکل درست ہوتے ہیں جیسے رمضان میں بایزید بسطامی" کا لوگوں کے سامنے روٹی کا ٹکڑا کھا لینا' بالکل حق تھا کیونکہ آپ" مسافر تھے۔ اس ذریعہ سے لوگوں کو اپنی عقیدت سے ہٹا دیا۔ اسی طرح قرآن حکیم میں حضرت خضرؑ و موسیٰؑ" کا واقعہ۔

کَنْزِ تَحْتَ الْعَرْشِ لَا حَوْلَ شریف جنّت کی اعلیٰ نعمت ہے جو عرشِ اعظم کے نیچے محفوظ ہے۔ عرشِ اعظم جنّت الفردوس کی چھت ہے اس کی برکت سے دل کو چین' روح کو خوشی نصیب ہوتی ہے۔ اس میں بندہ اپنی قوت و طاقت سے الگ ہو کر اللہ کی قوّت و طاقت پر بھروسہ کرتا ہے۔ وسوسہ کی بیماری کے لئے یہ عمل مجرب ہے کہ بعد نماز فجر و مغرب لاحول شریف ۷' بار پانی پر دم کر کے پانی پی لیا کرے۔ انشاء اللہ یہ بیماری جاتی رہے گی۔ یہ تیسرے کلمہ کی جزو ہے اور سلسلہ نقشبندیہ میں ختمِ خواجگاں میں یہی لا حول شریف پانچ سو دفعہ پڑھ کر حضرت مجدّد الف ثانی" کی روح کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ ننانوے بلاؤں کا علاج لاحول شریف میں ہے جن میں ادنیٰ غم اور دکھ ہے۔ یہ کلمہ جنّت کا خزانہ اس اعتبار سے ہے کہ یہ کہنے سے آخرت میں کثیر

المنافع کی توقع ہے گویا کہ یہ نفیس اور عمدہ خزانہ ہے۔

(تفہیم البخاری)

حدیث : ۴۱

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ بِہٖ اِلَی الْیَمَنِ قَالَ اِیَّاکَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰہِ لَیْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِیْنَ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

ترجمہ

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں یمن بھیجا تو فرمایا کہ تم عیش پسندی سے بچنا۔ اللہ کے بندے عیش و عشرت میں مشغول نہیں ہوتے۔ (مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تشریح

یعنی سرکارِ دو عالمؐ مقام ثنیۃ الوداع تک حضرت معاذؓ کو رخصت کرنے تشریف لے گئے۔ حضرت معاذؓ سوار تھے جبکہ سید الانبیاءؐ پیدل جا رہے تھے۔ وہاں آپؐ نے معاذ بن جبل کو فرمایا کہ تم یمن میں گورنر بن کر جا رہے ہو مگر حکام کی سی عیش و آرام کی زندگی اختیار نہ کرنا۔ سادہ غذا اور لباس سادہ رکھنا تاکہ نفس موٹا اور تم غافل نہ ہو جاؤ۔ یاد رہے سرکارِ دو عالمؐ کے صحابہ جو گورنر بن کر جاتے تھے

انہیں میدہ والا آٹا کھانا منع تھا۔ سادہ زندگی سے انسان دین اور دنیا میں آرام سے رہتا ہے لیکن افسوس صد افسوس آج مسلمان یہ سبق بھول گئے۔ ہمارے کالجوں میں فیشن پرستی اور زیادہ خرچ کرنا سکھایا جاتا ہے۔ طلباء تعلیم سے فارغ ہو کر فضول خرچ بن کر نکلتے ہیں۔ پھر مہذب ڈاکو، شریف بدمعاش بنتے ہیں اور اگر نوکری مل جائے تو رشوتوں سے ملک کا ستیاناس کرتے ہیں۔ ان کا خرچ اتنا وسیع ہوتا ہے کہ تنخواہ پر گزارہ نہیں ہوتا اور رشوت سے خرچ پورا کیا جاتا ہے حالانکہ خود اور اولاد کو ایسا رزق کھلانا حرام ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ جب انسان حرام کمائی کھاتا ہے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

اگر معمولی خرچ کریں تو یہ نوبت نہ آئے۔ اللہ کے بندے ہر حال میں خصوصاً امیر یا حاکم بن کر عیش پسند نہیں ہوتے۔ اگر حکّام غافل اور عیش پسند ہو جائیں تو رعایا تباہ اور ملک برباد ہوگا۔ قرآنِ مقدّس کفّار کے متعلق فرماتا ہے یَاْکُلُوْنَ کَمَا تَاْکُلُ الْاَنْعَامُ اچھا کھانا اچھا پینا اور چیز ہے مگر عیش پسندی کچھ اور ہے۔ اسی طرح عمدہ غذا و لباس اور ہے سادہ غذا و لباس کچھ اور ہے۔ اللہ تعالیٰ اچھی نعمتیں دے تو اچھا کھاؤ، پہنو۔ مگر سادگی کے ساتھ اور پھر اچھے کھانے پینے کے عادی نہ بن جاؤ۔ کبھی پلاؤ کبھی دال کبھی چٹنی کبھی پراٹھے اور کبھی مُرغ کا گوشت وغیرہ (مراٰت)

حدیث : ۴۲

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَضِیَ مِنَ اللّٰہِ بِالْیَسِیْرِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِیَ اللّٰہُ مِنْہُ بِالْقَلِیْلِ مِنَ الْعَمَلِ (رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ کے تھوڑے رزق پر راضی ہو گا تو اللہ اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہو گا۔

(مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تشریح:

صاحبِ مرقات ملّا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا دو قسم کی ہے۔ ازلی اور ابدی۔ رضاء ابدی ہماری رضاء سے پہلے ہے جب وہ ہم سے راضی ہوتا ہے تو ہم کو نیکی کی توفیق ملتی ہے مگر رضاء ابدی ہماری رضا کے بعد ہے جب ہم اللہ سے راضی ہو جاتے ہیں۔ نیکیاں کر لیتے ہیں تو وہ ہم سے راضی ہوتا ہے۔ یہاں رضاء ابدی کا ذکر ہے۔ اسلئے بندے کی رضا پہلے بیان ہوئی۔ اور آیت کریمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ رضاء ازلی کا ذکر ہے۔ اس لئے وہاں رضاء الٰہی کا پہلے ذکر ہے۔ (مرقات)

حدیثِ پاک کا مطلب واضح ہے کہ اگر تم معمولی روزی پا کر شکر زیادہ کرو

تو ربِّ تعالیٰ تمہارے معمولی اعمال کی بہت ہی قدر فرمائے گا۔ اور قلیل عمل میں اجرِ جزیل عطاء فرمائیگا۔ (مرات)

حدیث : ۴۳

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاعَ اَوِ احْتَاجَ فَکَتَمَہُ النَّاسَ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ یَّرْزُقَہٗ رِزْقَ سَنَۃٍ مِّنْ حَلَالٍ (رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابن عباس ؓ سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بھوکا یا حاجت مند ہو پھر اسے لوگوں سے چھپائے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر یہ ہے کہ اسے ایک سال کی حلال روزی عطا فرمائے گا۔

تشریح:۔

یہاں بھوک سے مراد قابلِ برداشت بھوک ہے جس سے ہلاکت نہ ہو اس کا چھپانا اور خود کما کر کھانا پیٹ بھرنا بہتر ہے لیکن اگر بھوک سے جان نکل رہی ہو تو اس کا ظاہر کرنا اور کسی سے کچھ لے کر بقدر ضرورت کھا لینا فرض ہے اگر چھپائے گا اور بھوکا مرجائے گا تو حرام موت مرے گا۔ (مرقات)

فقہاء کا یہ فتویٰ اس حدیثِ پاک کے خلاف نہیں حدیث کو سمجھنے کے لئے سچی فہم و سمجھ ہونا ضروری ہے۔ فرمانِ پاک درست اور مجرب ہے اپنی فقیری چھپانے والے بفضلہٖ تعالیٰ امیر ہو جاتے ہیں۔ کبھی جلد اور کبھی دیر سے مگر فقط چھپانے پر کفایت نہ کرے کمانے کی بھی کوشش کرے۔ یہ سال بھر کی روزی آسمان سے نہیں برسے گی بلکہ اسباب سے میسّر ہوگی۔ جو مومن صاحب عیال کثیر المال فقیر الحال ہو پھر سوال سے بچے تو وہ صاحبِ کمال اور محبوب ربِّ ذُوالجلال ہے کہ کسی سے ربّ کی شکایت نہیں کرتا بلکہ راضی بہ رضا رہتا ہے مگر یہ عمل ہے بہت مشکل۔ (مرآت)

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا۔ امین

حدیث : ۴۴

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَھْرِمُ اِبْنُ اٰدَمَ وَیَشِبُّ مِنْہُ اِثْنَانِ اَلْحِرْصُ عَلَی الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَی الْعُمْرِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ:-

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں۔ مال کی حرص اور عمر کی حرص۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ باب الامل و الحرص)

تشریح۔

یہاں عام دنیا دار انسان مراد ہے جو بڑھاپے میں بھی حریص رہتا ہے بعض اللہ کے بندے جوانی میں بھی حریص نہیں ہوتے وہ اس حکم سے الگ ہیں مگر ایسے خوش نصیب بندے بہت قلیل ہیں۔ عموماً بوڑھے آدمی مال جمع کرنے مال بڑھانے میں بڑے مشغول رہتے ہیں۔ ہمیشہ زندگی کی دعائیں کراتے ہیں اور اگر کوئی انہیں کوسے تو لڑتے ہیں۔ یہ ہے محبت مال و عمر۔ حریص کا دل یا تو قناعت سے بھرتا ہے یا قبر کی مٹی سے۔ اس حدیث کی صحت پر تجربہ شاہد ہے۔

بیخ ہائے خوئے بد محکم شدہ - قوتِ برکندنِ آن گم شدہ

موت تو سر پر کھڑی ہے اور امیدیں بہت لمبی لمبی بندھی ہوئی ہیں یہ ہم جیسے غافلوں کا ذکر ہے۔ حضورؐ اکثر یہ شعر پڑھتے تھے۔

کل امرئٍ مصبحٌ فی اھلہ - والموت اقرب من شراک نعلہ

انسان بڑھاپے میں بھی یہ سوچتا ہے کہ ابھی عمر بہت ہے نیکیاں آئندہ کر لیں گے اسی خیال میں رہتے ہیں کہ موت آ جاتی ہے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
خالق نے گھڑی عمر سے ایک اور گھٹا دی

صوفیاء فرماتے ہیں موتو ان اقبل قبل ان تموتو مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ یا فرماتے ہیں۔ حاسبوا قبل ان تحاسبو یعنی حساب دینے سے پہلے اپنا حساب کر لو۔ آج بھی احتساب کا لفظ چل نکلا ہے لیکن اے غافل انسان کبھی

اُس احتساب کو بھی یاد کرلیا کر جس کے بارے میں قرآنِ حکیم فرماتا ہے۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْد (مرأت المناجح)

حدیث : ۴۵

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيْرِ شَابًّا فِيْ اِثْنَيْنِ فِيْ حُبِّ الدُّنْيَا وَطُوْلِ الْاَمَلِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ باب الامل والحرص

حدیث : ۴۶

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلٰى امْرِءٍ اَخَّرَ اَجَلَهٗ حَتّٰى بَلَّغَهٗ سِتِّيْنَ سَنَةً (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) مشکوٰۃ باب الامل والحرص ۔

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بوڑھے کا دل دو چیزوں میں جوان رہتا ہے محبت دنیا اور لمبی امیدیں۔

(بخاری و مسلم)

انہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس

بندے کو معذور رکھتا ہے جسکی موت پیچھے کر دی گئی۔ یہاں تک کہ اسے ساٹھ سال تک پہنچا دیا۔ (بخاری)

تشریح:۔

محبت دنیا موت سے ڈرنے کا ذریعہ ہے اور لمبی امید ذریعہ ہے اعمالِ صالحہ میں دیر لگانے کا۔ لیکن اللہ سے امید اور آخرت کی لمبی امید میں کمل ایمان کی نشانی ہے۔ اَمَل دنیا کی امید کو کہتے ہیں اور رِجَاء آخرت کی امید۔ اللہ سے امید کو کہا جاتا ہے۔ اَمَلُ بُری ہے اور رِجَاء اچھی ہے۔

دوسری حدیث میں لفظ اعذر کے دو معانی ہیں ایک یہ کہ اعذر کے معنی ہیں دور کر دیتا ہے یعنی بابِ افعال کا ہمزہ سلب کے لئے ہے تب مطلب یہ ہوگا کہ بچپن اور جوانی میں غفلت کا عذر سنا جائے گا مگر جو بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کرے اس کا عذر قابل قبول نہ ہو گا کیونکہ بچپن میں جوانی کی امید تھی۔ جوانی میں بڑھاپے کی امید تھی۔ اب بڑھاپے میں سوائے موت کے اور کس چیز کا انتظار ہے۔ اگر اب بھی عبادت نہ کرے تو سزا کے قابل ہے اس کا کوئی بہانہ قابل سماعت نہیں۔ دوسرا یہ کہ اَعْذَرَ ماضی ہے' بمعنی معذور۔ یعنی جو بوڑھا آدمی بڑھاپے کی وجہ سے زیادہ عبادت نہ کرسکے۔ مگر جوانی میں بڑی عبادتیں کرتا رہا ہو تو اللہ اسے معذور قرار دیکر اس کے نامۂ اعمال میں وہی جوانی کی عبادت لکھتا ہے ساٹھ سال پورا بڑھاپا ہے۔ شیخ سعدی" فرماتے ہیں۔

رسم است کہ مالکانِ تحریر
آزاد کنند بندۂ پیر

اے یار خدائے عالم آرا

برسعدی پیر خود بہ بخشا

بوڑھے نوکر کی پنشن ہو جاتی ہے وہ رؤف و رحیم رب بھی اپنے بوڑھے بندوں کی پنشن کر دیتا ہے مگر پنشن اس کی ہوتی ہے جو جوانی میں خدمت کرتا رہے۔

(مرأت)

مولانا رومؔ فرماتے ہیں۔

کان للہ بودہٖ در ماعضے

تاکہ کان اللہ لہٗ آمد جزا

ترجمہ۔ گزشتہ زمانہ میں تو اللہ کا ہوا رہا۔ اس کی جزا ہے کہ اللہ اب تیرا ہوگیا۔

حدیث : ۴۷

وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَّالٍ لَابْتَغٰی ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) مشکوٰۃ باب الامل والحرص۔

ترجمہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر انسان کے پاس دو وادیاں (جنگل) مال کے ہوں تو وہ تیسرا جنگل تلاش کرے۔ انسان کو مٹی کے سواء کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ توبہ قبول کر لیتا ہے اس کی جو توبہ کرے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح

یہاں دو اور تیسرا جنگل حد بندی کے لئے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر انسان کے پاس دو یا تین جنگلوں جتنا مال بھی ہو تو پھر بھی وہ زیادہ کی خواہش کرے گا۔ انسان کی ہوس زیادہ مال سے نہیں بجھتی یہ تو فضلِ ربانی سے بجھتی ہے۔ لفظ تُراب سے مراد قبر کی مٹی ہے یعنی انسان کی ہوس قبر تک رہتی ہے۔ مر کر ہوس ختم ہوتی ہے۔ یہ حکمِ عمومی ہے۔ اللہ کے نیک بندے اس حکم سے خارج ہیں۔ وہ تو بڑے صابر و شاکر ہیں۔ جیسے حضرات انبیاء اور خالص اولیاء اللہ مگر یہ لوگ بہت کم ہیں۔

یہاں صاحبِ مرقات ملّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ صوفیاء کا قول ہے کہ انسان کی پیدائش مٹی سے ہے اور مٹی کی فطرت خشکی ہے اس کی خشکی صرف بارش سے ہی دور ہوتی ہے۔ بارش ہونے پر اس میں سبزہ، پھل، پھول سب کچھ ہوتے ہیں۔ یوں ہی اگر انسان پر توفیق کی بارش نہ ہو تو انسان محض خشک ہے۔ اگر نبوت کے بادل سے توفیق و ہدایت کی بارش ہو تو اس میں ولایت و تقویٰ وغیرہ کے پھل پھول لگتے ہیں۔ (مرقات)

انسان اگرچہ برائیوں کا مجموعہ ہے لیکن اگر توبہ کر کے رب کی طرف رجوع کرے تو آغوشِ رحمت اس کے لئے کھلی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ لَوَجَدُ اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا صوفیاء کے نزدیک توفیق کی بارش توبہ ہے یاد رہے بارش سے مٹی میں باغ لگتے ہیں پتھروں میں نہیں۔ سخت دل آدمی کم نیک ہوتے ہیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ
سالہا تو سنگ بودی دلخراش
آزموں را یک زمانے خاک باش

کم زخاکی، چونکہ خاکے یار یافت
در بہارے صد ہزار انوار یافت

مرأت

مولانا رومؒ

حدیث ۴۸

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَا بَیْنَ سِتِّیْنَ اِلَی السَّبْعِیْنَ وَ اَقَلُّهُمْ مَنْ یَّجُوْزُ ذٰلِكَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

مشکوٰۃ باب الامل والحرص۔

ترجمہ:-

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمّت کی عمریں ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی۔ بہت کم لوگ اس سے آگے بڑھیں گے۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

تشریح:-

بہت کم لوگ ستر سال عمر میں آگے بڑھیں گے۔ سو سال سے آگے بڑھنے والے تو بہت ہی کم ہوں گے۔ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو تین سال ہوئی۔ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کی عمر ایک سو سال ہوئی لیکن ان حضرات کی قوّت میں کمی نہ آئی۔ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے والد اور آپ کے دادا تینوں کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ساڑھے تین سو سال ہوئی مگر اسلام میں تھوڑا عرصہ رہے۔ ۵۳ھ میں وفات پائی۔ (مرقات)

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مزار شریف بغداد شریف سے تیس میل دور سلمان پارک بستی میں ہے پہلے اسے مدائن کہتے تھے۔ (مرأت)

یہ نقشبندیہ سلسلہ کے اکابرین میں سے ہیں۔

حدیث ۴۹

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمْرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ فَاَیُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ مَنْ طَالَ عُمْرُہٗ وَسَاءَ عَمَلُہٗ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ) مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعۃ

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کون آدمی اچھا ہے۔ فرمایا جس کی عمر بھی لمبی ہو اور اس کے عمل اچھے ہوں۔ عرض کیا تو کون آدمی بُرا ہے۔ فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور اس کے عمل بُرے ہوں۔ (احمد ترمذی داری)

تشریح

حضرت ابوبکرہ مشہور صحابی ہیں اور اہلِ طائف میں سے ہیں۔ یعنی جس شخص کی عمر دراز ہو اور اس کی نیکیاں زیادہ ہوں۔ ہر آنے والا دن اس کی نیکیاں بڑھائے۔ ایسا شخص بہت ہی خوش نصیب ہے اور جس کی نیکیاں گناہوں کے برابر ہوں وہ دوسرے نمبر کا خوش نصیب ہے۔ ایسا شخص مشکل سے ملے گا جو زندگی میں کبھی کوئی گناہ نہ کرے۔ یہ شان حضرات انبیاء کرامؑ یا خاص اولیاء اللہ کی ہے۔ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جس کی زندگی دراز ہو اور اس کے گناہ نیکیوں سے زیادہ

ہوں اور اس کی زندگی میں آنے والا ہر دن اس کے گناہوں میں اضافہ کرے (مرأت)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ یہ حدیث طبرانی، حاکم، بیہقی، ابو نعیم نے مختلف راویوں اور مختلف الفاظ سے روایت فرمائی ہے۔ یہ الفاظ اور روایت، حضرت ابوبکرہ سے صرف دو کتب میں ہی ہے۔ (مرقات)

حدیث : ۵۰

وَعَنْ عُبَيْدِ ابْنِ خَالِدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰخٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَقُتِلَ اَحَدُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتَ الْاٰخَرُ بَعْدَهٗ بِجُمُعَةٍ اَوْ نَحْوِهَا فَصَلَّوْا عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ مَا قُلْتُمْ قَالُوْا دَعَوْنَا اللّٰهَ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ وَ يَرْحَمَهٗ وَيُلْحِقَهٗ بِصَاحِبِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ فَاَيْنَ صَلٰوتُهٗ بَعْدَ صَلٰوتِهٖ وَعَمَلُهٗ اَوْ قَالَ صِيَامُهٗ لَمَّا بَيْنَهُمَا اَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعۃ

ترجمہ

روایت ہے حضرت عبید ابن خالد سے کہ نبی کریم ﷺ نے دو شخصوں کے درمیان بھائی چارہ فرمایا اور ان میں سے ایک اللہ کی راہ میں مارا گیا۔

پھر ایک ہفتہ یا اس کے قریب دوسرا آدمی فوت ہو گیا۔ لوگوں نے اس کی نماز پڑھی تو نبی کریمؐ نے فرمایا تم نے کیا کہا۔ عرض کیا ہم نے اللہ سے دعا کی کہ اسے بخش دے' اس پر رحم کر اور اسے اپنے ساتھی سے ملا دے۔ تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس شہید کے بعد اس کی نمازیں اور اس کے عمل کو یاد فرمایا۔ شہید کے روزوں کے بعد اس کے روزے کہاں گئے۔ ان کے درمیان کا فاصلہ آسمان و زمین کے فاصلہ سے زیادہ دراز ہے۔ (ابو داؤد' نسائی)

تشریح

صاحب اشعۃ اور صاحب مرقات کے نزدیک عبید بن خلد صحابی ہیں۔ کنیت ابو عبداللہ اور کوفہ کے رہنے والے تھے۔ مہاجر بن کر مدینہ حاضر ہوئے۔ لہٰذا آپ مہاجر ہوئے۔ (مرقات' اشعۃ)

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ یا تو وہ دونوں آدمی مہاجر تھے یا ان میں سے ایک مہاجر تھے دوسرے انصاری۔ دوسرا احتمال قوی ہے کیونکہ عقد مواخات کا رشتہ مہاجر اور انصاری میں کیا جاتا تھا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ شہید مہاجر ہوئے یا انصاری۔ بہرحال ایک صاحب پہلے شہید ہوئے اور دوسرے صاحب کچھ دنوں کے بعد اپنے بستر پر فوت ہوئے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کہ نماز جنازہ میں تم نے اس کے لئے کیا دعا کی۔ نماز جنازہ میں دعائے ماثورہ تو پڑھی ہی جاتی ہے مگر دوسری دعاؤں کی بھی اجازت ہے۔ حضور ﷺ نے نماز جنازہ میں اور بہت دعائیں کی ہیں۔ (مراۃ)

دوسرے صاحب شہید نہ ہوئے بلکہ ان کا بھائی ہفتہ عشرہ پہلے شہید ہو گیا۔ مولیٰ تو اپنے کرم سے اس کو اسی شہید کا درجہ عطا فرما۔ ان دونوں کو وہاں بھی اکٹھا کر دے۔ جس طرح وہ یہاں یکجا تھے۔ سبحان اللہ بڑی پیاری دعا کی۔ فرمایا اس شخص کو جو یہ ہفتہ عشرہ زیادہ مل گیا۔ ان دنوں میں اس نے نماز روزے اور دوسری نیکیاں کیں۔ اس لئے اس کا درجہ شہید سے زیادہ ہو گیا۔ یہ صاحب مرابط تھے یعنی جہاد کی خاطر ہر دم تیار اور مرابط کو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔ لہٰذا شہادت میں اس شہید کے برابر ہوئے۔ باقی دنوں میں اعمال میں سبقت لے گئے۔ نیز بعض غیر شہید، شہید سے بڑھ جاتے ہیں۔ صدیق اکبرؓ تلوار سے شہید نہیں ہوئے مگر شہیدوں سے افضل ہیں۔ ربِ ذوالجلال نے فرمایا۔ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ صدیق کو شہداء پر مقدم فرمایا۔

حدیث : ۵۱

وَعَنْ اَبِیْ کَبْشَةَ الْاَنْمَارِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثَلٰثٌ اُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَاُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ، فَاَمَّا الَّذِیْ اُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ فَاِنَّهٗ مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَةٍ وَّلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا اِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ بِهَا عِزًّا وَّلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ

مَسْئَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ) مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعۃ

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو کبشہ انماری سے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ تین باتیں وہ ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں اور ایک بات کی تمہیں خبر دیتا ہوں اسے یاد رکھو۔ وہ تین باتیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں وہ یہ ہیں کہ کسی بندے کا مال صدقہ سے کم نہیں ہوتا اور کوئی ظلم نہیں کیا جاتا جس پر وہ صبر کرے مگر اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور کوئی بندہ مانگنے کا دروازہ نہیں کھولتا مگر اللہ اس پر فقیری کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (ترمذی اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تشریح

حضرت ابو کبشہ انماری کا نام عمرو بن سعد یا سعد ابن عمرو یا عامر ابن سعد صحابی ہیں آخر زمانہ میں شام میں رہے۔ (مرأت)

یعنی تین خبریں قسم سے بیان کرتا ہوں اور ایک خبر بغیر قسم کے۔ خیال رہے کہ حضور انور ؐ کی خبر خواہ قسم سے ہو یا بغیر قسم بالکل حق اور درست ہے۔ حضور ؐ کی خبر کا درست ہونا ایسا ہی لازم و ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی خبر کا حق ہونا لازم ہے کہ ربِ تعالیٰ کا جھوٹ بھی ناممکن ہے اور نبی کا جھوٹ بھی ناممکن۔ اگرچہ وہ بِالذّات ہے یہ محال بِالغیر جیسے ربِ تعالیٰ کی قسمیں تاکید کے لئے ہوتی

ہیں ایسے ہی حضور انور ﷺ کی قسمیں تاکیدِ کلام کے لئے ہیں۔ صرف اَقْسِمُ فرما کر قسم کھائی گئی۔ واللہ باللہ نہیں فرمایا۔ یہ بھی قسم کا ایک طریقہ ہے۔ صدقہ سے مراد ہر خیرات ہے۔ فرضی ہو یا نفلی۔ تجربہ شاہد ہے کہ خیرات سے مال بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا۔ آزما کر دیکھ لو۔ میرا ربّ سچا اُسکا رسول ؐ سچا۔ صدقہ سے دنیا میں برکت اور آخرت میں ثواب ہے۔ حق تو یہ ہے کہ صدقہ والے مال کو عموماً حاکم، حکیم، وکیل اور چور نہیں کھاتے اور دنیاوی نقصانات بھی بہت کم ہوتے ہیں۔ صبر سے مراد اخلاقی صبر ہے نہ کہ مجبوری کا صبر۔ ربِ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ حضرت یوسف ؑ نے اپنے دربار میں آئے ہوئے بھائیوں کو معاف کر دیا۔ حضور اکرم ؐ نے فتح مکّہ کے موقع پر تمام اہلِ مکّہ کو معاف کر دیا اور فرمایا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ انہیں بھی معاف کر دیا جن سے عمر بھر ظلم و ستم دیکھے تھے۔ دیکھ لو ان حضرات کی آج بھی واہ واہ ہو رہی ہے۔ یہ ہے عزت بڑھنا۔

تجربہ شاہد ہے کہ پیشہ ور بھکاریوں کے پاس اولاً تو مال جمع ہوتا ہی نہیں اگر جمع ہو جائے تو وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ یوں ہی چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کے مال میں برکت نہیں ہوتی۔

صاحبِ مرقات ملّا علی قاری حنفی نے ان کی مثال اس کتے سے دی ہے جو منہ میں ٹکڑا لئے شفاف و صاف نہر پر گزرے اور اس میں اپنے عکس کو دیکھ کر سمجھے کہ یہ دوسرا کتا ہے۔ اس سے ٹکڑا چھین لینے کے لئے اس پر منہ پھاڑ کر حملہ کرے۔ اپنا ٹکڑا بھی کھو بیٹھے۔ (مرقات)

حدیث : ۵۲

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِذَا اَرَادَ بِعَبْدٍ خَیْرًا اسْتَعْمَلَہٗ فَقِیْلَ وَکَیْفَ یَسْتَعْمِلُہٗ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ یُوَفِّقُہٗ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ) مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعۃ

ترجمہ

روایت ہے حضرت انس ؓ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس سے کام لیتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیسے کام لیتا ہے۔ فرمایا اسے موت سے پہلے نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے۔ (رواہ الترمذی)

تشریح

غالباً بندہ سے مراد بندۂ مومن ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ مومن کی جب بھلائی چاہتا ہے تو نہ تو اسے رہنے دے کہ وہ اپنی زندگی برباد و ضائع کردے نہ اسے گناہوں میں مبتلا ہونے دے۔ ممکن ہے کہ عبد سے مراد ہر بندۂ مومن و کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو کافر نہیں رہنے دیتا۔ آخر کار وہ مومن ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ انسان کام تو ہمیشہ ہی کرتا ہے کوئی شخص بیکار نہیں رہتا' جاگنا' چلنا پھرنا بھی تو کام ہی ہیں۔ سرکار نے کام سے کونسا کام مراد لیا ہے۔ فرمایا کام سے

مراد نیک کام ہیں اور کام لینے سے مراد اس کی موت کے قریب کام لینا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے بندے کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ اگرچہ زندگی گناہوں میں گزارے مگر توبہ کر کے گناہوں کا کفارہ ادا کر کے مرتا ہے۔ اعتبار کا خاتمہ ہے۔ اس حدیث سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ مومن کی زندگی موت سے افضل ہے۔

(اشعۃ اللمعات)

زندگی عمل کا وقت ہے۔ دوسرے ہر کسی گنہگار کے متعلق ہم فیصلہ نہیں کر سکتے کہ وہ دوزخی ہی ہے۔ یہ تو اللہ کو خبر ہے۔ ممکن ہے کہ وہ مرتے وقت نیک ہو جائے۔ خیال رہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ موت زندگی سے افضل ہے کہ وہ راحت و آرام اور اپنے کام کے پھل پانے کا زمانہ ہے۔ عشاق کہتے ہیں کہ حضور انورؐ کی حیات شریف کے زمانہ میں مومن کی زندگی فراق کا زمانہ ہے۔ موت یار کے دیدار کا ذریعہ ہے۔

سنا ہے قبر میں دیدار ہو گا بے حجابانہ
کفن کو پھاڑ کر اٹھیں گے مُردے اپنی مدفن سے

صاحبِ مرقات ملّا علی قاری حنفی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حاکم نے بسندِ صحیح، احمد، ابن حبان، طبرانی نے مختلف صحابہ سے مختلف عبارتوں سے روایت کی۔

(مرقات)

حدیث : ۵۳

وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَادِیْ مُنَادٍ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیْنَ اَبْنَآءُ السِّتِّیْنَ وَ ھُوَ الْعُمُرُ الَّذِیْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ مَا یَتَذَکَّرُ فِیْہِ مَنْ تَذَکَّرَ وَجَآءَکُمُ النَّذِیْرُ (رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعۃ

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن پکارنے والا پکارے گا کہ ساٹھ سالہ لوگ کہاں ہیں۔ یہ عمر وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کیا ہم نے تم کو اس قدر عمر نہ دی جس میں نصیحت پکڑنے والا نصیحت پکڑے اور آئے تمہارے پاس ڈرانے والا۔ (بیہقی)

تشریح:

بروز قیامت بلاوا ہوگا کہ پہلے ساٹھ سال والے بوڑھے حاضر ہوں اور اپنی عمروں کا حساب دیں کہ انہوں نے اتنی دراز عمر کس طرح کام میں خرچ کی۔ انسانی عمر کے تین حصے ہوتے ہیں۔ بچپن' جوانی اور بڑھاپا۔ ساٹھ سالہ آدمی یہ تینوں حصے پالیتا ہے۔ بچپن نہ سنبھلے تو اگر جوانی میں سنبھل جائے اور جوانی میں نہ

سنبھلے تو بڑھاپے میں ٹھیک ہو جائے لیکن اگر بڑھاپے میں بھی درست نہ ہوا تو پھر کب ہوگا۔ اب تو صرف موت ہی باقی ہے۔ لہٰذا بڈھا گنہگار کوئی عذر و معذرت نہیں کر سکتا۔ آیت مقدسہ میں ڈرانے والے سے مراد رسول اللہ یا قرآن مجید یا بڑھاپا یا موت ہے۔ بوڑھے کے پاس یہ سارے ڈرانے والے پہنچ جاتے ہیں۔

(مرأت از مفتی احمد یار خان نعیمی)

حدیث : ۵۴

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ اِنَّ نَفَرًا مِّنْ بَنِیْ عُذْرَۃَ ثَلَاثَۃً اَتَوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّکْفِیْنِیْھِمْ قَالَ طَلْحَۃُ اَنَا فَکَانُوْا عِنْدَہٗ فَبَعَثَ النَّبِیُّ بَعْثًا فَخَرَجَ فِیْہِ اَحَدُھُمْ فَاسْتُشْھِدَ ثُمَّ بَعَثَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِیْہِ الْاٰخَرُ فَاسْتُشْھِدَ ثُمَّ مَاتَ الثَّالِثُ عَلٰی فِرَاشِہٖ قَالَ قَالَ طَلْحَۃُ فَرَاَیْتُ ھٰٓؤُلَآءِ الثَّلٰثَۃَ فِی الْجَنَّۃِ وَرَاَیْتُ الْمَیِّتَ عَلٰی فِرَاشِہٖ اَمَامَھُمْ وَالَّذِی اسْتُشْھِدَ اٰخِرًا یَلِیْہِ وَاَوَّلُھُمْ یَلِیْہِ فَدَخَلَنِیْ مِنْ ذٰلِکَ فَذَکَرْتُ لِلنَّبِیِّ ذٰلِکَ فَقَالَ وَمَا اَنْکَرْتَ مِنْ ذٰلِکَ لَیْسَ اَحَدٌ اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ مُّؤْمِنٍ یُّعَمَّرُ

فِی الْاِسْلَامِ لِتَسْبِیْحِهٖ وَتَکْبِیْرِهٖ وَتَهْلِیْلِهٖ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعۃ

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن شداد سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ بنی عذرہ کے تین شخص نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ سرکارؐ نے فرمایا انہیں ہماری طرف سے کون سنبھالے گا۔ جناب طلحہؓ بولے' میں۔ تو وہ ان کے پاس رہے تو پھر نبی کریمؐ نے ایک لشکر بھیجا تو ان میں سے ایک اس لشکر میں گیا' وہ شہید ہو گیا۔ پھر اور لشکر بھیجا تو ان میں سے دوسرا گیا۔ وہ بھی شہید ہو گیا اور تیسرا اپنے بستر پر مر گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ جناب طلحہؓ نے فرمایا کہ میں نے ان تینوں کو جنت میں دیکھا اور بستر پر مرنے والے کو ان سب کے آگے دیکھا اور جو پیچھے شہید ہوا اسے اس کے قریب اور پہلے شہید ہونے والا اس کے قریب دیکھا۔ میرے دل میں اس سے کچھ خیال آگیا۔ تب پہلے نبی کریمؐ سے یہ عرض کیا تو فرمایا کہ تم نے اس میں سے کس چیز پر تعجب کیا۔ اللہ کے نزدیک اس مومن سے کوئی چیز افضل نہیں جسے اسلام میں زیادہ عمر دی جائے اس کی تسبیح' تکبیر اور اس کے کلمہ کی وجہ سے۔ (احمد)

تشریح

عبداللہ بن شداد تابعی' آپ کے والد شداد ابن اوس صحابی ہیں۔ حضرت میمونہ آپ کی خالہ ہیں۔ بڑے عالم متقی تھے۔ حضرت عمرؓ' علی' معاذ ابن

جبل اور ابن عباس سے روایات لی ہیں بلکہ اپنے والد اور خالہ سے بھی روایات لی ہیں۔ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا کہ یہ تینوں نو مسلم فقیر ہمارے مہمان ہیں ان کا کھانا کپڑا وغیرہ ہمارے ذمہ ہے جو ہماری طرف سے ان کا خرچ برداشت کرے تا قیامت ہم جیسے فقیروں کا گزارہ حضورؐ کے دروازے سے ہوتا رہے گا۔ دنیاوی وسیلے ان ہی کے کرم کا مظہر ہیں۔

تینوں حضرات، حضرت طلحہؓ کے دائمی مہمان ٹھہرے۔ حتیٰ کہ ان میں سے دو باری باری راہِ خدا میں شہید ہو گئے۔ (مرات)

صاحبِ مرقات لکھتے ہیں کہ تیسرے صاحب ان دو جہادوں میں یا تو گئے ہی نہ تھے، یا گئے تھے مگر شہید نہ ہوئے۔ بعد میں بیماری سے فوت ہوئے مگر وہ جہاد کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے یعنی مرابط فی سبیل اللہ۔ یہ قیود خیال میں رہیں۔ مزید کہتے ہیں کہ ابو طلحہؓ نے خواب میں دیکھا یا کشف سے۔ (مرقات)

یہ حدیث الہام اولیاء، کشفِ اولیاء کی دلیل ہے۔ بعض حضرات کشفِ قبور کر لیتے ہیں۔ اس کا ماخذ یہی حدیث ہے۔ طلحہؓ فرماتے ہیں کہ جنت میں اس طرح دیکھا کہ تیسرے صاحب جو شہید نہ ہوئے تھے مگر ان میں نمبر اول تھے۔ دوسرے شہید نمبر دوم اور پہلے شہید ہونے والے تیسرے نمبر پر تھے۔ یہ اولیت، آخریت درجہ اور مرتبہ کی تھیں کہ جیسا درجہ انہیں ملا تھا ویسا ہی انہوں نے دیکھا۔ جناب طلحہؓ فرماتے ہیں کہ یہ ترتیب دیکھ کر مجھے ایسا سوال یا اشکال پیدا ہوا جس کو میں خود حل نہ کر سکا کہ غیر شہید تو نمبر اول اور شہداء اس کے ماتحت ہیں۔

یہ اشکال حضورؐ نے اسطرح حل فرمایا کہ دوسرے شہید کو پہلے شہید سے کچھ عمر زیادہ مل گئی اور تیسرے آدمی کو پہلے ان دونوں سے زیادہ عمر ملی چونکہ انہیں ذکر اللہ' عبادت و اطاعت کا موقع زیادہ ملا اسلئے یہ دونوں اس پہلے شہید سے افضل ہوئے اور ان دونوں میں تیسرے صاحب دوسرے شہید سے اعلیٰ ہوئے۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ تیسرے صاحب بھی شہادتِ جہاد کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ اس لئے انہیں حکمی شہادت تو مل گئی لیکن ذکر اللہ میں وہ بڑھ گئے۔ لہٰذا ان کا درجہ زیادہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ مسلمان کی زندگی کا ہر دن بلکہ ہر ساعت اس کی نیکیاں بڑھ جانے کا ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی زندگی نصیب فرمائے۔ (آمین)

(مرآت)

حدیث : ۵۵

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ عُمَیْرَةَ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَبْدًا لَوْخَرَّ عَلٰی وَجْھِہٖ مِنْ یَّوْمٍ وُلِدَ اِلٰی اَنْ یَّمُوْتَ ھَرِمًا فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ لَحَقَّرَہٗ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ وَلَوَدَّ اَنَّہٗ رُدَّ اِلَی الدُّنْیَا کَیْمَا یَزْدَادَ مِنَ الْاَجْرِ وَالثَّوَابِ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعۃ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت محمد بن عمیرہ سے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی بندہ اپنی پیدائش کے دن سے اپنے چہرے کے بل گرجاوے حتیٰ کہ اللہ کی اطاعت میں بوڑھا ہو کر مرجائے تو اس دن اس عبادت کو حقیر سمجھے گا اور تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹایا جائے تاکہ اجر و ثواب اور زیادہ کرے۔ (احمد)

تشریح:-

صاحب اشعۃ للمعات شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کہتے ہیں کہ محمد بن عمیرہ کی صحابیت مشہور نہ تھی اس لئے راوی نے یہ کہہ دیا کہ آپ حضورؐ کے صحابی تھے۔ آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ (اشعۃ)

یہ فرضی صورت ہے جس سے ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا یعنی فرض کرو کہ کوئی شخص پیدا ہوتے ہی عبادت میں ایسا مشغول ہو جائے کہ کبھی کوئی کام نفس کے لئے نہ کرے اور اسی حال میں بوڑھا ہو کر مرجائے۔ چہرے کے بل گر جانے کا مطلب ہے کہ عبادت میں مشغول ہو جائے۔ ممکن ہے کہ اس سے مراد سجدہ میں گر جانا ہو۔ وہ شخص مرتے وقت یہی کہے گا کہ میں نے کچھ نہ کیا' کچھ اور موقع مل جاتا تو اور کچھ کرلیتا اور تمنا کرے گا کہ عبادات و ریاضات کے لئے دنیا میں پھر بھیج دیا جاؤں۔ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ جسے رب تعالیٰ بخش دے گا وہ دنیا میں لوٹنے کی تمنا نہ کرے گا۔ وہاں مطلب یہ ہے کہ یہاں رہنے سہنے' یہاں کے عیش کرنے کے لئے یہاں آنے کی

تمنا نہ کرے گا۔ یہ آرزو دوسرے مقصد یعنی عبادتِ الٰہی کے لئے ہے۔

(مرأت)

حدیث : ۵۶

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی اِسْکٍ مَیِّتٍ قَالَ اَیُّکُمْ یُحِبُّ اَنْ ھٰذَا لَہٗ بِدِرْھَمٍ فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ اَنَّہٗ لَنَا بِشَیْءٍ قَالَ فَوَاللّٰہِ اَلدُّنْیَا اَھْوَنُ عَلَی اللّٰہِ مِنْ ھٰذَا عَلَیْکُمْ (رَوَاہُ مُسْلِم)

ترجمہ:

روایت ہے حضرت جابرؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بھیڑ کے مرے بچے پر گذرے تو فرمایا کہ تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ یہ اسے ایک درہم کے عوض لے لے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم نہیں چاہتے کہ یہ ہمیں کسی بھی چیز کے عوض ملے۔ تو فرمایا اللہ کی قسم! دنیا اللہ کو اس سے زیادہ ذلیل ہے جیسی یہ تمہارے نزدیک۔ (مسلم، مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح:

بکری کا مردار بچہ کوئی چار آنے میں بھی نہیں خریدتا کہ اس کی کھال بیکار اور گوشت وغیرہ حرام ہے اسے کون خریدے۔ وہ بکری کا مردار بچہ گلا سڑا ہوا تھا۔ یعنی اللہ کے نزدیک یہ دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل ہے۔ حدیث سے مراد

دنیا کی حقیقت واضح کرتا ہے۔ دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کر دے۔ عاقل عارف کی دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے۔ اس کی دنیا بہت عظیم ہے۔ غافل کی نماز بھی دنیا ہے کیونکہ وہ دکھلاوے کے لئے پڑھتا ہے۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیا دار کو تمام جہان کے مرشد ہدایت نہیں دے سکتے۔ تارک الدنیا دیندار کو سارے شیاطین ملکر گمراہ نہیں کر سکتے۔ دنیادار دینی کام بھی دنیا کی خاطر کرتا ہے اور دیندار دنیاوی کام بھی دین کے لئے کرتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

خلق را بنگر کہ چوں طملائی اند
در متاعِ فانی چوں فانی اند
(مراۃ)

حدیث : ۵۷

وَعَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اَنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ

روایت ہے حضرت صہیب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تعجب ہے مرد مسلمان پر کہ اس کے سارے کام خیر ہیں- یہ بات کسی کو حاصل نہیں ہوتی سواء مردِ مومن کے' کہ اگر اسے راحت پہنچے تو شکر کرے تو اس کے لئے راحت خیر ہو اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرے تو صبر اس کے لئے بہتر ہو- (مسلم' مشکوٰۃ - باب التوکل والصبر)

تشریح

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ حضرت صہیب ابن سنان ہیں- حضرت عبداللہ ابن جدعان کے آزاد کردہ غلام- آپ کی کنیت ابو یحیٰ ہے- اصلی باشندے موصل کے ہیں مگر رومیوں نے آپ کو قید کر کے روم پہنچا دیا- پھر مکّہ معظّمہ میں آپ فروخت ہو کر آئے- مکّہ میں ہی ایمان لائے- اللہ کی راہ میں بہت ستائے گئے- آپ کے متعلق یہ آیت اتری- وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ آپ نے نوے سال عمر پائی- ۸۰ ھ میں وفات پائی- جنت البقیع میں دفن ہوئے- (مرقات)

مومن کے لئے دنیا میں خیر ہی خیر ہے- شر بھی خیر ہے- راحت و آرام بھی خیر ہے- مصیبت و آلام بھی خیر- وہ ہر طرح نفع میں ہے- مومن نعمتیں پا کر شاکر بن جاتا ہے اور مصیبتیں پا کر صابر بن جاتا ہے- خیال رہے کہ شکر و صبر دونوں تین قسم کے ہوتے ہیں- دلی' قولی' عملی یعنی جِنّانی' لِسانی' ارکانی' مالدار کا زکوٰۃ نکالنا عملی شکر ہے- یہ ہی حال صبر کا ہے- حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ امیری فقیری دو

سواریاں ہیں مجھے پرواہ نہیں کہ کس سواری پر سوار ہو جاؤں۔ (مرقات)

ع فقر و شاہی واردات مصطفیٰؐ است

کافر فقیر ہو تو رب کی شکائیتیں کر کے کافر رہتا ہے۔ امیر ہو تو فخر و تکبّر کر کے اپنا کفر اور زیادہ کر لیتا ہے۔ مومن کا ہر حال اچھا ہوتا ہے۔ امیر ہو تو شاکر ہوتا ہے۔ فقیر ہو تو صابر ہوتا ہے۔ اسکا بھروسہ اور اسکا تصوراتی محور اللہ کی ذات ہے۔

حدیث ۵۸ :

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْ اَنَّکُمْ تَتَوَکَّلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا یَرْزُقُ الطَّیْرَ تَغْدُوْا خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عمرؓ ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اگر اللہ پر جیسا چاہیے ویسا توکل کرو تو وہ تم کو ایسے رزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام شکم سیر لوٹتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ باب التوکل والصبر)

تشریح:-

حقِ توکل یہ ہے کہ فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ کو ہی جانے بعض نے فرمایا کہ

کسب کرنا اور نتیجہ اللہ پر چھوڑنا حقِ توکّل ہے جسم کو کام میں لگائے اور دل کو اللہ سے وابستہ رکھے۔ تجربہ بھی ہے کہ اللہ پر توکّل کرنے والے بھوکے نہیں مرتے۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

رزق نہ رکھیں ساتھ میں پنچھی اور درویش
جن کا رَبّ پر آسرا ان کو رزق ہمیش

پرندے تلاشِ رزق کے لئے آشیانہ سے باہر ضرور جاتے ہیں اور درختوں میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں اس لئے انہیں وہاں ہی کھانا پانی پہنچتا ہے۔ کوّے کا بچہ انڈے سے نکلتا ہے تو سفید ہوتا ہے۔ اس کے ماں باپ اس سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بچے کے منہ پر بُھنگے جمع کر دیتا ہے۔ یہ بچہ انہیں کھا کر بڑا ہوتا ہے۔ جب کالا پڑ جاتا ہے تب ماں باپ آتے ہیں۔ (مرقات)
اسطرح صاحبِ توکّل مومن کو اللہ تعالیٰ غیبی رزق سے نوازتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ وہاں سے اسکو انواع و اقسام کی نعمتیں آتی ہیں۔ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ

حدیث : ۵۹

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلزَّھَادَۃُ فِی الدُّنْیَا لَیْسَتْ تَحْرِیْمَ الْحَلَالِ وَلَا اِضَاعَۃُ الْمَالِ وَلٰکِنَّ الزَّھَادَۃَ فِی الدُّنْیَا اَنْ لَّا تَکُوْنَ بِمَا فِیْ

يَدَيْكَ اَوْثَقَ بِمَا فِيْ يَدِيْ اللّٰهِ وَاَنْ تَكُوْنَ فِيْ ثَوَابِ الْمُصِيْبَةِ اِذَا اَنْتَ اُصِبْتَ بِهَا اَرْغَبَ فِيْهَا لَوْ اَنَّهَا اُبْقِيَتْ لَكَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) مشکوٰۃ باب التوکل والصبر

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا دنیا میں زہد و تقویٰ نہ تو حلال کو حرام کر لینے سے ہے اور نہ مال برباد کرنے سے لیکن دنیا میں زہد یہ ہے کہ بغیر اپنے قبضہ کی چیز پر اس پر زیادہ بھروسہ نہ کر جو اللہ کے قبضہ میں ہے اور جب تو مصیبت میں گرفتار ہو تو مصیبت کے ثواب میں زیادہ راغب ہو، اگر وہ تجھ پر باقی رکھی جاوے۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح:-

بعض جھوٹے پیروں فقیروں کو دیکھا گیا کہ وہ گوشت یا دوسرے اعلیٰ کھانے نہیں کھاتے ہمیشہ موٹا کھاتے اور موٹا پہنتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی جھوٹ، غیبت، بھنگ، چرس اور ترکِ نماز میں مبتلا رہتے ہیں اور اسے فقیری بلکہ اولیائی سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ اس فرمانِ عالی کے مظہر ہیں، یہ لوگ پیر نہیں بلکہ شیاطین ہیں کہ حرام چیز تو چھوڑتے نہیں اور حلال سے محروم ہو جاتے ہیں۔ فقیری کے لئے بھی علم شریعت کی ضرورت ہے۔ مال برباد کرنے کی چند صورتیں ہیں اور وہ سب حرام ہیں۔

۱۔ ناجائز جگہ خرچ کرنا۔ ۲۔ بلاوجہ مال لٹا دینا۔ ۳۔ بال بچے ہوتے ہوئے مال لوگوں میں تقسیم کر دینا۔ ۴۔ سارا مال خیرات کر کے اپنے اور اپنی اولاد کو بھکاری' فقیر بنا دینا۔

ہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے بال بچوں کی طرح جو صابر و شاکر اور متوکل ہوں وہ سب خیرات کریں ورنہ آج خیرات کر کے کل بھیک مانگے گا' یہ حرام ہے۔ فرمایا تو متقی تب بنے گا جب تیرے دو اعتقاد ہو جائیں۔ ایک یہ کہ جو چیز تیرے مِلک اور تیرے قبضہ میں ہے اگر اللہ نہ چاہے تو تو اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ دوسرا یہ کہ جو چیز نہ تیری مِلک ہو اور نہ تیرے قبضہ میں ہو مگر ربِ تعالیٰ چاہے کہ تو اس سے فائدہ اٹھائے تو عنقریب وہ چیز تیرے پاس پہنچے گی اور تو اس سے فائدہ اٹھائے گا۔ غرض یہ کہ تیرا توکّل اللہ پر ہو' اپنے پر یا اپنے ملک پر یا اپنے قبضہ پر نہ ہو۔ یہ توکّل انسان کو سچا بندہ بنا دیتا ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اپنے گھر میں پکا ہوا کھانا نصیب نہیں ہوتا اور جہاں وہم و گمان بھی نہ ہو وہاں سے کھانا مل جاتا ہے۔ تجربہ شاہد ہے۔ یہ واقعات اس فرمانِ عالی کی شرح ہیں۔

نیز متقی ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر تجھ پر کوئی آفت آ جائے اور تیرا دل چاہے کہ یہ آفت جلد ٹل جائے پھر تجھے خیال آجائے کہ یہ مصیبت تو ثواب کا ذریعہ ہے تو تمہارے دل میں اس کے رغبت واقع ہو جانے کی رغبت زیادہ ہو۔ یہاں رغبت کا ذکر ہے دُعا کا ذکر نہیں۔ مصیبت کی دُعا کرنا ممنوع ہے مگر اس کے ثواب کی رغبت کرنا اچھا ہے۔ جب مصیبت آ پڑے تو اس کی تکلیف پر نظر نہ

ہو بلکہ اس کے ثواب پر نظر ہو۔ (مرأت)

حدیث ۶۰:

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْكُهُ اِسْتِخَارَةَ اللّٰهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطُهٗ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ) مشکوٰۃ باب التوکل والصبر

ترجمہ:

روایت ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کی نیک بختی اس سے ہے کہ اس کا اللہ کے فیصلے سے راضی ہونا ہے اور انسان کی بد بختی اس کا اللہ سے خیر مانگنا چھوڑ دینا ہے۔ انسان کی بد بختی اس سے ہے کہ اس کا اپنے متعلق اللہ کے فیصلے سے ناراض ہونا ہے۔ (احمد ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح:

سعادت و شقاوت ایک غیبی چیز ہے مگر ان دونوں کی علامات ہیں جو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہے اس کی قضا پر سر جھکائے رہے۔ سمجھ لو کہ انشاء اللہ

یہ سعید ہے اس کا خاتمہ اچھا ہونے والا ہے اگر اس کے برعکس ہو تو علامت بدبختی کی ہے۔ حضرت انس نے مرفوعاً روایت فرمایا کہ جو استخارہ کرے گا نقصان نہ اٹھائے گا۔ جو مشورہ کرے گا وہ شرمندہ نہ ہو گا۔ جو درمیانی خرچ رکھے گا وہ فقیر نہ ہو گا۔ (طبرانی' مرقات از ملّا علی قاری)

میانہ رَوی بڑی اعلیٰ چیز ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ چار آدمی چار نعمتوں سے محروم نہ ہوں گے۔ شکر گزار بندہ زیادتیِ نعمت سے محروم نہیں ہوتا اور توبہ کرنے والا بندہ قبولیّت سے محروم نہیں ہوتا اور استخارہ کرنے والا خیر سے محروم نہیں ہوتا اور استخارہ کرنے والا خیر سے محروم نہ ہو گا اور مشورہ کرنے والا درستی سے محروم نہ ہو گا۔ جو شخص اللہ کے حکم سے ناراض رہے اور ربّ کی شکایتیں کرتا رہے وہ بد نصیب ہے۔ یاد رہے کہ مصیبتوں کو دُور کرنے کے لئے تدبیریں کرنا بُرا نہیں ہے بلکہ اس کا حکم ہے۔ ربّ کے فیصلے سے ناراض ہو کر اس کی شان میں بکواس کرنا بُرا ہے جیسا کہ بعض جاہلوں کا طریقہ ہے۔ (مرأت)

حدیث : ٦١

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اٰیَۃً لَّوْ اَخَذَ النَّاسُ بِہَا لَکَفَتْہُمْ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ) مشکوٰۃ باب التوکل والصبر

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اسے اختیار کرلیں تو وہ انہیں کافی ہو کہ جو اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اس کے لئے چھٹکارہ بنا دے گا اور بے گمان جگہ سے اسے روزی دے گا۔ (احمد' ابن ماجہ' داری)

تشریح:

فرماتے ہیں کہ اگر اس آیت کریمہ پر تمام دنیا عمل کرے تو دین و دنیا کے رنج و غم سے اور فکروں سے آزاد ہو جائے۔ یہ ایک آیت تمام کے لئے کافی ہے۔ تقویٰ سے مراد تقویٰ عامہ ہے یعنی اللہ و رسولؐ کے احکامات پر عمل کرنا اور جن چیزوں سے انہوں نے منع فرمایا ہے ان سے بچے رہنا تقویٰ ہے۔ یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے جس پر اس کا کرم ہوتا ہے اسے تقویٰ نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تقوی پر وعدے فرمائے۔ ایک تو ہر مشکل و مصیبت سے نجات ملنا اور غیب سے روزی عطا ہونا۔ یاد رہے کہ مصیبت و بلا اور چیز ہے ربِ تعالیٰ کا امتحان کچھ اور مصیبت سے نجات ملنا چاہیے مگر امتحان میں کامیابی ہونی چاہیے۔ حضرت حسین امام المتقین ؓ کو کربلا میں اللہ نے آپ کو ایسی کامیابی عطا فرمائی جس کی مثال نہیں۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

لہٰذا اس آیت کریمہ پر یہ اعتراض نہیں کہ جناب حسین یا امام احمد ابن حنبل متقی تھے مگر ان سے مصیبت نہ ٹلی۔ وہ مصیبت نہ تھی آزمائش تھی۔ جو شخص اس آیت کریمہ کو ورد میں رکھے اسے دستِ غیب نصیب ہو جاتا ہے۔

(مرأت)

حدیث : ٦٢

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَخَوَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اَحَدُهُمَا يَاْتِي النَّبِيَّ ﷺ وَالْاٰخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاهُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا الْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ)

ترجمہ:

روایت ہے حضرت انسؓ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے۔ ایک آپؐ کی خدمت میں آتا تھا جن میں سے دوسرا کوئی پیشہ کرتا تھا۔ تو کماؤ پیشہ والے نے حضورؐ سے اپنے بھائی کی شکایت کی تو فرمایا۔ شاید تجھے اس کی برکت سے روزی مل رہی ہے۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث صحیح غریب ہے) مشکوٰۃ باب التوکل والصبر

تشریح۔

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ غالباً" وہ دونوں سگے بھائی تھے جن کا کھانا پینا مشترک تھا۔ (مرقات) ان دونوں میں سے ایک اپنے کو خدمتِ دین کے لئے وقف کر چکا تھا۔ حضورؐ کے پاس علم دین سیکھنے آتا تھا۔ یہ رسم آج تک چلی آ رہی ہے کہ بعض لوگ اپنے کو یا اپنے بچوں کو علم دین کے لئے وقف کر دیتے ہیں اور مسلمان ان کا خرچہ اٹھاتے ہیں۔ اصحابِ صفہؓ بھی ایسے ہی لوگ تھے۔

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ وہ طالب علم غیر شادی شدہ تھا اور یہ کمانے والا بال بچے دار تھا۔ اس طالب علم کا خرچہ یہ کماؤ بھائی ہی اٹھاتا تھا۔ معلوم ہوا کہ طالب علم کی خدمت کرنا خرچہ دینا بہت بڑی عبادت ہے۔ شکایت کرنے والے نے عرض کیا حضورؐ اس کو طلبِ علم سے منع فرما دیں اور اسے کمائی کرنے کا حکم دیں تاکہ یہ اپنی دنیا سنبھال لے اور اس کی شادی وغیرہ کا انتظام ہو سکے۔ مجھ سے اس کا بوجھ اُتر جائے۔ سرکارؐ نے فرمایا تو اسے علم دین سیکھنے دے۔ اس کا خرچہ تو برداشت کئے جا۔ اللہ اس کا رزق تیرے دسترخوان پر بھیجے گا۔ تجھے برکتیں حاصل ہوں گی۔ فرمانِ عالی سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ بعض لوگوں کا اپنے کو علمِ دین کے لئے وقف کر دینا سُنتِ صحابہؓ ہے۔ عالِم دین بننا فرض کفایہ ہے۔ بقدرِ ضرورت علمِ دین سیکھنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ ۲۔ ان طالب علموں کا خرچہ مسلمانوں کو اٹھانا چاہیے۔ انشاء اللہ اس میں بڑی برکت اور بڑا ثواب ہے۔ ۳۔ اپنے غریب قرابت داروں کی مدد کرنا بڑی برکت کا باعث ہے۔ ربِ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاٰتِ

ذَالْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ اور جب ایک شخص غریب بھی ہو قرابت دار بھی ہو اور طالب علم بھی ہو تو اس پر خرچ کرنا نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہے۔

خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا لَعَلَّ فرمانا شک کے لئے نہیں بلکہ کریموں کی شاید بھی یقینی بلکہ حق الیقین ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ وھل ترزقون بضعفائکم یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے۔ (مرأت)

حدیث ۶۳

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِیْ نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابن مسعودؓ سے فرماتے ہیں گویا میں رسول اللہؐ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپؐ نبیوں میں سے ایک نبی کی حکایت بیان فرما رہے ہیں جنہیں ان کی قوم نے مارا تو انہیں خُونم خُون کر دیا۔ وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے تھے اور کہتے تھے الٰہی میری قوم کو بخش دے کہ یہ جانتے نہیں۔ (بخاری و مسلم، مشکواۃ باب التوکل والصبر)

تشریح۔

یہ ہے تصوّرِ رسُول حضرات، صحابہ کرامؓ حضورؐ کی اداؤں کے تصور میں رہتے تھے۔

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصوّر میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

صاحب اشعۃ فرماتے ہیں کہ نبی سے مراد یا نوحؑ ہیں جو اپنی قوم سے بڑی مصیبت اٹھاتے تھے۔ حتیٰ کہ کئی کئی دن بے ہوش رہتے تھے۔ ہوش آنے پر پھر تبلیغ فرمانے چلے جاتے تھے یا خود حضورؐ کی ذات گرامی ہے۔ یہ واقعہ طائف کی تبلیغ اور احد شریف کے جہاد کا ہے کہ حضور انورؐ ان ظالم کفار کو دعائیں دیتے جاتے تھے۔ چہرۂ پاک سے خون صاف کرتے جاتے تھے تاکہ خون آنکھوں یا منہ میں نہ پڑے یا زمین پر نہ گرے۔ زمین پر گرنے سے عذابِ الٰہی آ جانے کا اندیشہ تھا۔ (اشعۃ)

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی کا مطلب ہے کہ تو انہیں ایمان کی توفیق دے، عذاب نہ دے ورنہ کفار کے لئے بخشش کی دُعا بحکمِ قرآن منع ہے۔

لَا یَعْلَمُوْنَ کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ مجھے پہچانتے نہیں، اگر پہچانتے ہوتے تو یہ حرکت نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ جاہل کا گناہ ہلکا ہوتا ہے عالم کے گناہ سے۔ (مرأت)

حدیث : ٦٤

وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ یُّرَائِیْ یُرَاءِ اللّٰہُ بِہٖ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) مشکوٰۃ باب الریاء والسمعۃ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت جندب ؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو سنانا چاہے گا' اللہ اسے سنا دے گا اور جو دکھانا چاہے گا اللہ اسے دکھا دے گا۔

(مسلم و بخاری)

تشریح:-

جو شخص کوئی عبادات لوگوں کے دکھلاوے سنانے کے لئے کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں یا آخرت میں اس کے عمل لوگوں میں مشہور کر دے گا مگر عزت کے ساتھ نہیں بلکہ ذِلّت کے ساتھ کہ لوگ اس کے عمل سن کر اس پر پھٹکاری کریں گے۔ تجربہ شاھد ہے کہ بعض لوگ اپنے صدقات خیرات شہرت کے لئے اخباروں میں' دیواروں پر لکھواتے ہیں۔ لوگ پڑھ پڑھ کر ان پر لعن طعن کی بوچھاڑ کرتے ہیں کہ اس شہرت کی کیا ضرورت تھی۔ بعض لوگ شہرت کے لئے اولاد کی شادیوں میں بہت خرچ کرتے ہیں مگر چو طرفہ سے ان پر وہ پھٹکار پڑتی ہے کہ خدا کی پناہ۔ (مرأت)

اس حدیثِ پاک کا ظہور آج بھی ہو رہا ہے۔

حدیث ۶۵:

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَرَأَیْتَ الرَّجُلَ یَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَیْرِ وَیَحْمَدُہُ النَّاسُ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَیُحِبُّہُ النَّاسُ عَلَیْہِ قَالَ تِلْکَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الریا والسمعۃ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ ﷺ کی کیا رائے ہے جو اچھا کام کرتا ہے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ اس عمل پر لوگ اس سے محبت کرتے ہیں فرمایا' یہ مومن کی فوری بشارت ہے۔ (مسلم)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ آزمائش کر لو کہ جو کام اللہ کے لئے چھپ کر کرو خود بخود اس کا چرچہ ہو جاتا ہے اور لوگ اس کی تعریفیں کرنے لگتے ہیں۔ لوگ چھپ کر تہجد پڑھتے ہیں مگر ان کے چہرے کا نور ان کا یہ عمل شائع کر دیتا ہے۔ اشارتاً" اس سوال میں یہ صورت بھی داخل ہے۔ سوال یہ ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ بھی ریا ہے تو جواب میں فرمایا' یہ ریا نہیں ہے بلکہ قبولیت کی علامت ہے کہ لوگوں کے منہ سے خود بخود اس کی تعریف نکلتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چھپے

ہوئے عمل اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں، حضورؐ نے احادیث میں ایسے شائع ہو گئے کہ آج تک دنیا میں مشہور ہیں۔ یہ بشارتِ ربّانی ہے۔ ارشادِ باری ہے۔ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ۔ غرض یہ کہ ریا کا تعلق عامل کی نیّت سے ہے کہ وہ دِکھلاوے یا شہرت کی نیّت سے نیکی کرے یہ ہے ریا۔

(مرأت)

حدیث : ٦٦

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ قَالَ مَنْ کَانَتْ نِیَّتُہٗ طَلَبَ الْاٰخِرَۃِ جَعَلَ اللّٰہُ غِنَاہُ فِیْ قَلْبِہٖ وَجَمَعَ لَہٗ شَمْلَہٗ وَ یَاتِیْہِ الدُّنْیَا وَھِیَ رَاغِمَۃٌ وَمَنْ کَانَتْ نِیَّتُہٗ طَلَبَ الدُّنْیَا جَعَلَ اللّٰہُ الْفَقْرَ بَیْنَ عَیْنَیْہِ وَشَتَّتَ عَلَیْہِ اَمْرُہٗ وَلَا یَاتِیْہِ مِنْھَا اِلَّا مَا کُتِبَ لَہٗ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاہُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِیُّ عَنْ اَبَانٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ) مشکوٰۃ باب الریاء والسمعۃ

ترجمہ:

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی نیّت آخرت کمانا ہو تو اللہ اس کی غنا اس کے دل میں ڈال دے گا اور اس کی متفرقات کو جمع کر دے گا اور اس کے پاس دنیا ذلیل ہو کر آئے گی اور جس کی نیّت دنیا طلبی ہو تو اللہ فقیری اس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا اور اس پر

اس کے کام پراگندہ کر دے گا اور اس کے پاس آئے گی اتنی جتنی اس کے لئے لکھی گئی۔

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ شمل جمع ہے شملۃ کی بمعنی حاجت یا عادت یعنی اخلاص والے کو ربِ تعالیٰ ولی استغنا بھی بخشتا ہے اور اس کی متفرق حاجتیں یکجا جمع بھی فرما دیتا ہے کہ گھر بیٹھے اس کی ساری ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں۔ ضرورتوں کے پاس وہ نہیں جاتا' ضروریات اس کے پاس آتی ہیں جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے جس جانور کو (کھونٹے) سے باندھ دیتے ہیں اس کی ہر ضرورت وہاں ہی پہنچ جاتی ہے۔

دنیا سے مراد دنیاوی نعمتیں بھی ہیں اور دنیا کے لوگ بھی۔ یعنی دنیا اور دنیادار اس کے پاس خادم بن کر حاضری دیتے ہیں' جیسا کہ اولیاء اللہ کے آستانوں پر دیکھا جا رہا ہے۔

ان کے در کا جو ہوا خلقِ خدا اس کی ہوئی
ان کے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا

فقیری سے مراد لوگوں کی محتاجی اور ان کا حاجت مند رہنا مراد ہے۔ دنیاداروں کے دروازوں پر دھکے کھانا اور ان کی خوشامدیں کرنا۔

شَتَّتَ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ سے مراد اس کا دل پریشان رہے کبھی روٹی کے پیچھے دوڑے گا اور کبھی کپڑے کی فکر میں مارا مارا پھرے گا یا دیگر ضروریات کے

لئے پریشان پھرے گا اور اللہ اللہ کرنے کا وقت نہ پائے گا۔ یہ بات تجربہ سے بھی ثابت ہے۔ کُتِبَ لَہٗ کا مطلب ہے کہ ایسی دوڑ دھوپ سے اس کی دنیا میں اضافہ نہ ہوگا بلکہ اس کی پریشانیوں میں اور اضافہ ہو گا۔ دنیا اسے وہی ملے گی جتنی اس کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے۔ (مراۃ)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنی خواہش کے مطابق رزق نہیں ملتا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں

تعلق حجابست و بے حاصلی
چو پیوند ہا بگسلی واصلی

حدیث : ۶۷

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یُّشَارَ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنٍ اَوْ دُنْیَا اِلَّا مَنْ عَصَمَہُ اللّٰہُ (رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ باب الرّیا والسمعۃ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ انسان کے شر کے لئے یہ کافی ہے کہ اس

کی طرف دین یا دنیا میں انگلیوں سے اشارہ کیا جائے۔ سوائے اس کے جسے اللہ محفوظ رکھے۔ (بیہقی شعب الایمان)

تشریح:۔

صاحبِ مرأت فرماتے ہیں کہ دینی کمالات' دولت' صحت' طاقت میں یوں ہی دینی کمالات علم' عبادت' ریاضت میں مشہور ہونا عوام کے لئے خطرناک ہی ہے کہ اس سے عموماً" دل میں غرور و تکبر پیدا ہو جاتا ہے اس سے گمنامی بہتر ہے۔ ہاں بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ وہ شہرت سے متکبر نہیں ہوتے وہ سمجھتے ہیں کہ نیک نامی و بدنامی اللہ کے قبضہ میں ہے اور لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ انہیں زندہ باد اور مُردہ باد کے نعرے لگاتے دیر نہیں لگتی۔ حضورؐ کے تحمّل کا تو یہ حال ہے کہ

ان کے قدم پہ جبہ سا روم و عجم کی نخوتیں
ان کے حضورؐ سجدہ ریز چین و عرب کی خود سری

پیش او گیتی جبیں فرسودہ است
خویشتن را عبدہٗ فرمودہ است

حضورؐ کی چوکھٹ پر دنیا سر رگڑ رہی ہے مگر خود کو یہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں یہ ہے تحمّل اور برداشت۔ حضورؐ کے بعض نائبین کو یہ تحمّل اور برداشت نصیب ہو جاتا ہے۔ اِلَّا مَنْ عَصَمَۃُ اللّٰہُ سے یہی مراد ہے۔

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ شہرت پسندی کی بیماری میں مبتلا علماء اور عابدین کی تعداد زیادہ ہے۔ (مرأت)

حدیث : ٦٨

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ خَرَجَ يَوْمًا اِلٰى مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَوَجَدَ مُعَاذَ ابْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْكِيْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ يُبْكِيْنِيْ شَيْءٌ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ يَسِيْرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ وَمَنْ عَادٰى لِلّٰهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ بِالْمُحَارَبَةِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِيَاءَ الْاَخْفِيَاءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يُتَفَقَّدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُقَرَّبُوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ رواه اِبْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوۃ باب الریا والسمعۃ

ترجمہ

روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہ وہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی مسجد کی طرف گئے تو نبی کریم ﷺ کی قبرِ انور کے پاس معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بیٹھا ہوا پایا جو رو رہے تھے تو فرمایا کہ آپ کو کون سی چیز رلاتی ہے بولے مجھے وہ چیز رلاتی ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ تھوڑی سی

ریاکاری بھی شرک ہے اور جو اللہ کے ولی سے دشمنی کرے وہ اللہ کے سامنے جنگ کے لئے آ گیا۔ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے ان نیکوں پرہیزگاروں چھپے ہوؤں کو کہ جب وہ غائب ہو جائیں تو ڈھونڈے نہ جائیں اور اگر حاضر ہوں تو نہ بلائے جائیں' نہ قریب کئے جائیں۔ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں۔ ہر تاریک گرد آلود سے نکلیں۔ (ابن ماجہ' بیہقی)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں حجرہ شریف میں دروازہ تھا جس سے لوگ قبر انور تک پہنچ جاتے۔ بہت عرصہ بعد دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب قبر انور تک ہر آدمی نہیں پہنچ سکتا۔ معاذ بن جبلؓ خاص قبر انور سے متصل بیٹھے ہوئے رو رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ اے معاذ! کیوں رو رہے ہو' فراق رسولؐ رلا رہا ہے یا کوئی اور تکلیف۔ معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کو تکلیف میں دیکھے تو ضرور وجہ پوچھے۔ اگر ہو سکے تو اس کی تکلیف دُور کرنے کی کوشش کرے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک نصیحت حضورؐ سے سنی مگر اس پر عمل نہ کر سکا۔ اپنی اس محرومی یا معذوری پر رو رہا ہوں۔ علماء فرماتے ہیں کہ ریا کے بہت درجے ہیں۔ کچھ درجے چھوٹی چیونٹی سے زیادہ باریک ہیں۔ انسان ان کو ریا نہیں سمجھتا مگر وہ ہے ریاء۔ ان سے بچنا بہت ہی مشکل ہے۔ اس سے تو خاص لوگوں کا بچنا بھی مشکل ہے۔ عوام کا تو ذکر ہی کیا۔ معاذ فرماتے ہیں کہ مجھے خطرہ ہے کہ میں بھی ریاء کے کسی درجہ میں مبتلا ہوں۔

مزید فرماتے ہیں کہ میرے رونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے دوستوں کی ایذاء رب سے جنگ ہے اور اولیاء اللہ ایسے چھپے ہوئے ہیں کہ ان کی پہچان بہت مشکل ہے۔ کئی دفعہ پڑوسیوں یا دوستوں سے شکر رنجی ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی اللہ کا ولی ہو ان کی تکلیف میرے لئے مصیبت بن جائے۔ حدیثِ قدسی میں ہے۔ اولیاء تحت قبائی لا یعرفھم غیری میرے ولی میری قبا میں رہتے ہیں انہیں میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ (مرقات)

خیال رہے کہ اولیاء اللہ دو قسم کے ہیں۔ تکوینی ولی اور تشریعی ولی۔ تکوینی ولی جو دنیا کے سیاہ و سفید کے مالک و مختار بنا دیئے جاتے ہیں۔ ان کی تعداد مقرر ہے مگر تشریعی اولیاء اللہ تعداد میں جہاں چالیس متقی مسلمان جمع ہوں وہاں ایک ولی انشاء اللہ ضرور ہوتا ہے اس ولی کو خود بھی خبر نہیں ہوتی کہ میں ولی ہوں مگر ولی ہوتا ہے۔ شاید حدیث پاک میں غالباً" اس سے وہی اولیاء تشریعی مراد ہوں۔ ممکن ہے اس سے مراد تکوینی اولیاء ہوں کہ اکثر ان میں چھپے ہوئے رہتے ہیں۔ وہ حضرات کم ہیں جنہیں مخلوق پہچانتی ہے۔ مثلاً" غوثِ پاک" خواجۂ اجمیری" اور داتا گنج بخش" ہجویری وغیرہ۔ یاد رہے نبوّت کا اعلان ضروری ہے مگر ولایت کا اعلان ضروری نہیں۔ اکثر اعلان ولایت کرنے والے خالی ہوتے ہیں۔ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

ایں مدعیاں در طلبش بے خبر انند
آنرا کہ خبر شد خبرش باز نہ آمد

علماء کے لئے اعلان ضروری ہے کیونکہ العلماء ورثۃ الانبیاء اسی طرح نبوّت کا اعلان بھی ضروری لیکن اولیاء اللہ اکثر چھپے رہتے ہیں۔ علماء دین اسلام کی ظاہری پولیس ہے جبکہ ولی اللہ خفیہ پولیس ہیں۔ یہ حضرات بھی اپنے کو ولی نہیں کہتے۔ بعض اولیاء کے متعلق لوگوں کی زبان سے خواہ مخواہ ولی نکلتا ہے۔ جس طرح چراغ سے ہدایت و نور ملتا ہے ایسے ہی ان کے دلوں' ان کی نگاہوں سے لوگوں کو نُور ملتا ہے۔ یہ حضرات حقانیتِ اسلام کی دلیلیں ہیں۔ حقِ دین وہ ہے جس میں اولیاء اللہ ہوں انہیں کا راستہ مستقیم ہے۔ فرمان باری ہے۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ اور فرماتا ہے وَكُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ اس شاخ کا تعلق جڑ سے قائم ہے جس میں سبزہ پھول ہوں' سوکھی شاخ کا تعلق جڑ سے ٹوٹ چکا۔ وہ آگ کے لائق ہے۔ اسلام کی اس شاخ کا تعلق حضورؐ سے قائم ہے جس میں ولایت کے پھول ہوں۔ یہ اولیاء اللہ تاریک گھروں' غیر مشہور محلّوں' نامعلوم بستیوں سے پیدا ہوتے رہیں گے۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

یا یہ مطلب ہے کہ یہ حضرات تاریک گردوغبار والے عقائد و اعمال و شُبہات سے نکل جائیں گے' کبھی اس میں پھنسیں گے نہیں۔ (مرقات)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ امام غزالیؒ نے فرمایا کہ ہر عالِم دین متقی ولیّ اللہ ہے۔ اگر متقی عالم' ولیّ نہ ہو تو کوئی ولیّ ہی نہیں۔ (مرقات)

مشہور یہ ہے کہ جس سے روحانی فیوض جاری ہوں انہیں صوفیاء اور اولیاء کہا جاتا ہے جن سے شرعی فیوض جاری ہوں انہیں علماء کہتے ہیں۔ (مرأت)

حدیث ۶۹:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَیْنَا اَنَا فِیْ بَیْتِیْ فِیْ مُصَلَّایَ اِذْ دَخَلَ عَلَیَّ رَجُلٌ فَاَعْجَبَنِی الْحَالُ الَّتِیْ رَاٰنِیْ عَلَیْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ رَحِمَكَ اللّٰهُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ لَكَ اَجْرَانِ اَلسِّرِّ وَاَجْرُ الْعَلَانِیَةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ) مشکوٰۃ باب الریا والسمعۃ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب کہ میں اپنے گھر میں اپنے مصلّی پر تھا کہ میرے پاس ایک شخص آ گیا تو مجھے اپنی حالت پسند آئی جس پر مجھے اس نے دیکھا تو رسول اللہ نے فرمایا اے ابو ہریرہ تم پر اللہ رحمت کرے تم کو دو ثواب ہیں۔ خفیہ کا ثواب اور اعلانیہ کا ثواب (ترمذی) فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح:-

ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں مصلّے پر نوافل یا ورد وظیفہ پڑھ

رہا تھا کیونکہ حضرات صحابہؓ فرض نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کرتے تھے۔ گھر کا ذکر اس لئے فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ میں ریاکاری کے لئے یہ عمل نہ کر رہا تھا ورنہ لوگوں کے مجمع میں کرتا۔ گھر کے گوشہ میں نہ کرتا۔ اس آنے والے نے مجھے مصلے پر یہ عمل کرتے دیکھا۔ دخل فرما کر یہ بتایا کہ میں نے اسے بلایا نہ تھا' نہ اس نے آنا چاہا تھا۔ اتفاقاً" ہی آگیا۔ آنے والا ان کا کوئی عزیز یا قریبی ہو گا جو بغیر اذن آ سکے یا آپ کے گھر والوں نے اسے اجازت دے دی ہو گی۔

فَاَعۡجَبَنِیَ الۡحَالِی سے مراد ہے کہ آپ کو یہ خوشی یا تو اس لئے تھی کہ وہ آنے والا بھی میری طرح یہ اعمال کرے مجھے دیکھ کر تو اس کے اعمال میں مجھے بھی ثواب ملے یا اس لئے کہ وہ مسلمان میرے اس عمل پر بلکہ میرے ایمان و اسلام پر گواہ ہو جائے کل قیامت میں بارگاہِ الٰہی میں مسلمانوں بلکہ اللہ کی مخلوق کی گواہیاں بہت ہی کام آئیں گی۔ بہرحال یہ خوشی غرور کی نہ تھی بلکہ اللہ کے اس کرم کی خوشی تھی۔ صاحبِ مرقات اور صاحبِ اشعۃ فرماتے ہیں کہ سرکارؐ نے ابو ہریرہؓ کو فرمایا تمھارے اس کام کی ابتداء محض اخلاص پر تھی اسی وجہ سے تم گھر کے کونے میں یہ کام کر رہے تھے۔ اللہ نے تمھارے اس کام کو ظاہر فرما دیا۔ یہ بھی اس کا کرم ہے۔ تمھارا اس پر خوش ہونا کہ مجھے مسلمان نے برے کام پر نہ دیکھا بلکہ اچھے کام پر دیکھا۔ یہ خوشی بھی اللہ کا کرم ہے' اس پر بھی ثواب ہے کہ یہ خوشی شکر کی ہے نہ کہ فخر کی۔ غافل زیادتیٔ مال سے خوش ہوتا ہے۔ مومن عاقل توفیقِ اعمال سے، رب فرماتا ہے۔ قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَ بِرَحۡمَتِہٖ

فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوا نبی کریمؐ نے فرمایا کہ جسے گناہ پر رنج اور نیکی پر خوشی ہو وہ کامل مومن ہے لہٰذا تمہیں اس خوشی پر ثواب ہے۔ (مرقات و اشعۃ)

بہرحال ریاء اور اخلاص کا مدار نیت پر ہے۔

حدیث : ۷۰

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ) مشکوٰۃ باب الریا والسمعۃ

ترجمہ:-

حضرت شداد بن اوس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا کہ جو دکھلاوے کے لئے نماز پڑھے' اس نے شرک کیا اور جو دکھلاوے کے لئے روزہ رکھے اس نے شرک کیا اور جو دکھلاوے کے لئے صدقہ دے اس نے شرک کیا۔ (احمد)

تشریح:-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ شرک دو قسم کا ہے۔ شرک جلی یعنی کھلم کھلا شرک' بت پرستی کرنا اور شرک خفی ریاکاری ہے۔ یوں کہو کہ شرک اعتقادی

تو کھلا شرک ہے اور شرک عملی ریاکاری ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں۔ کل ما صدک عن اللّٰہ فھو صنمک جو تمہیں اللہ سے روکے وہی تمہارا بت ہے، نفس امارہ بھی بت ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ میں بھی ریاکاری ہو سکتی ہے۔ ہاں روزے میں ریاء خالص نہیں ہو سکتی، اسی لئے ارشاد ہے اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ بعض لوگ روزہ رکھ کر لوگوں کے سامنے بہت کلیاں کرتے، سر پر پانی ڈالتے رہتے ہیں، کہتے پھرتے ہیں، ہائے روزہ بہت لگا ہے، بڑی پیاس لگی ہے وغیرہ۔ یہ بھی روزے کی ریاء ہے اور اس حدیث میں داخل ہے۔ خیال رہے ریاء کی دو قسمیں ہیں، ایک ریاء اصل عمل میں، دوسری ریاء وصفِ عمل میں۔ اصل عمل میں ریاء یہ ہے کہ کوئی دیکھے تو یہ نماز پڑھ لے، نہ دیکھے تو نماز پڑھے ہی نہیں۔ وصفِ عمل میں ریاء یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے نماز خوب اچھی طرح پڑھے۔ تنہائی میں معمولی طرح پڑھے۔ پہلی ریاء بہت بُری ہے اور دوسری اس سے کم بُری ہے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

کلید در دوزخ است آں نماز

کہ در رُوئے مردم گزاری دراز

(مرأت المناجیح)

حدیث : ۱۷

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ خُدْرِیِّ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ

وَنَحْنُ نَتَذَكَّرُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ اَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِیْ مِنَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ فَقُلْنَا بَلٰی يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الشِّرْكُ الْخَفِیُّ اَنْ يَّقُوْمَ الرَّجُلُ فَيُصَلِّیْ فَيُزَيِّدُ صَلٰوتَهٗ لِمَا يَرٰی مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ (رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَةَ) مشکوٰۃ باب الرّیا والسمعۃ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جبکہ ہم مسیح دجال کا تذکرہ کر رہے تھے تو فرمایا کہ کیا میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک تمہارے لئے مسیح دجال سے زیادہ خطرناک ہے۔ ہم نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ فرمایا وہ خفیہ شرک ہے یعنی یہ کہ کوئی آدمی نماز پڑھنے کھڑا ہو تو اپنی نماز اس لئے زیادہ کرے کہ کسی شخص کو دیکھے کہ وہ آ کر دیکھ رہا ہے۔ (ابن ماجہ)

تشریح:۔

خَرَجَ عَلَيْنَا یعنی دولت خانہ سے یا باہر سے مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے، نماز کا وقت تھا یا ویسے ہی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا مجمع تھا اور اتفاقاً دجال کے خطرات کا ہم لوگ تذکرہ کر رہے تھے۔ فرمایا دجال کو تو کوئی شخص ہی پائے گا وہ بھی

قیامت کے قریب- پھر انسان اس سے بچ بھی سکے گا کہ نہیں- نہ اس کے پاس جائے نہ اس پھندے میں پھنسے- مگر ریاکاری کی مصیبت ہر شخص کو ہر وقت درپیش ہے اس لئے یہ آفت دجال سے زیادہ خطرناک ہے- اگر اکیلے نماز پڑھے تو تھوڑی اور ہلکی پڑھے' مگر جب اسے کوئی دیکھ رہا ہو تو نوافل بہت تعداد میں پڑھے اور خوب دراز پڑھے- یہ ہے وصف میں ریاء- جب یہ بھی شرکِ خفی ہُوا تو اصل نماز میں ریاء بہت ہی خطرناک ہے- ریاء کی دو قسمیں گذشتہ احادیث کی شرح میں بیان ہو چکی ہیں- اصل عبادت میں ریاء زیادہ خطرناک ہے نماز کا ذکر مثلاً" فرمایا ہر نیکی کا یہی حال ہے- اس بیماری میں واعظین زیادہ مبتلا ہیں- عموماً" ہر واعظ کا خیال یہ ہوتا ہے کہ میرا وعظ سب سے اچھا رہے- لوگ خوب واہ واہ کہیں- بعض واعظین بغیر داد لئے وعظ نہیں کر سکتے- اللہ تعالیٰ اخلاص عطاء فرمائے- ریاء والی عبادت گھنے ہوئے تخم کی طرح ہے جس سے پیداوار نہیں ہوتی-یا جیسے بادام بغیر مغز کے کسی کام کا نہیں ہوتا- (مرأت)

حدیث : ۷۲

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا عَمِلَ عَمَلًا فِیْ صَخْرَۃٍ لَا بَابَ لَهَا وَلَا کُوَّۃَ خَرَجَ عَمَلُهٗ اِلَی النَّاسِ کَائِنًا مَا کَانَ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی پتھر کی چٹان میں بیٹھ کر عمل کرے جس کا نہ کوئی دروازہ ہو نہ روزن تو بھی اس کا عمل لوگوں تک نکل آوے گا جو عمل بھی ہو۔ (بیہقی' شعب الایمان' مشکوۃ باب الریاء والسمعہ)

تشریح:۔

صاحبِ مرأت فرماتے ہیں کہ فرض کرو کوئی شخص ایسے بند غار میں نیکی کرے جس میں نہ تو دروازہ ہو کہ کوئی وہاں پہنچ سکے نہ کوئی روزن و سوراخ ہو جس سے کوئی جھانک سکے۔ یعنی کیسے ہی خلوت خانہ میں کیسے ہی چھپ کر عبادت کرے۔ ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تم ریاء کرکے اپنے ثواب کیوں برباد کرتے ہو۔ تم اخلاص سے نیکیاں کرو' خفیہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیاں خودبخود لوگوں کو بتادے گا۔ لوگوں کے دل تمہیں خود بخود نیک ماننے لگیں گے۔ یہ نہایت ہی مجرب ہے بعض لوگ خفیہ تہجد پڑھتے ہیں' لوگ خواہ مخواہ انہیں تہجد خواں کہنے لگتے ہیں۔ تہجد بلکہ ہر نیکی کا نور چہرے پر نمودار ہو جاتا ہے۔ جس کا رات دن مشاہدہ ہو رہا ہے۔ لوگ یوں ہی حضور غوثِ پاک" خواجہ اجمیری" کو ولی کہتے ہیں کیونکہ ربِ تعالیٰ کہلوا رہا ہے کہ یہ اس فرمانِ عالی کا ظہور ہے۔

نیک اعمال کا نور چہرہ پر ظاہر ہوتا ہے' فرمانِ باری ہے سِیۡمَاهُمۡ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ تجربہ تو یہ ہے کہ خوفِ خدا اور عشقِ مصطفےٰ ﷺ

دل میں ہو تو چہرہ اور ہی طرح کا ہو جاتا ہے۔ بعض بزرگوں کے چہرے دیکھ کر کافر مسلمان ہو گئے۔ گناہ گاروں نے دیکھا تو نہ صرف گناہوں سے تائب ہوئے بلکہ متقی بن گئے۔

(مرات از شیخ الحدیث مفتی احمد یار خاں نعیمی)

مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

حدیث : ۷۳

وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُّتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُّسْتَكْبِرٍ (مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ كُلُّ جَوَّاظٍ زَنِيْمٍ مُّتَكَبِّرٍ) مشکوٰۃ باب الغضب والکبر

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت حارثہ ابن وہبؓ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں جنتی لوگ نہ بتاؤں۔ ہر کمزور جسے کمزور سمجھا جاوے، اگر وہ

اللہ پر قسم کھا جائے۔ تو اللہ اس کی قسم پوری کردے گا۔ کیا میں تمھیں آگ والے نہ بتاؤں۔ ہر سخت دل' بدکار' متکبر۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ہر سخت دل حرامی غرور والا

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ ضعیف کے معنی یہ ہیں کہ اس میں تکبر' جبر' ظلم نہ ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ اس میں طاقت و قوّت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو قوی اور طاقت ور مسلمان پسند ہیں۔ یعنی اس میں طاقت تو ہو مگر وہ اپنی طاقت مسلمانوں پر استعمال نہ کرے اور متضعف کے معنی ہیں کہ مسلمانوں کو اس پر امن ہو کہ یہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ اس کے شر سے مسلمان اپنے کو محفوظ سمجھیں۔ یہ مطلب نہیں کہ مسلمان اسے ذلیل و خوار سمجھیں۔ مسلمان تو بڑی عزت والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ۔

لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ کا مطلب ہے کہ اگر وہ کہہ دے کہ قسم خدا کی تیرے ہاں بیٹا ہوگا یا قسم بخدا آج بارش ہوگی یا اسلامی لشکر کو فتح ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم ضرور پوری فرما دے۔ ضرور اس کے بیٹا ہو' ضرور بارش آئے' ضرور لشکرِ اسلام کو فتح ہو۔ خیال رہے کہ پہلے تو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے پھر ایک وقت وہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی رضا چاہتا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا وَلَسَوْفَ یَرْضٰی اور اپنے محبوب ﷺ کے لئے فرمایا وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی معلوم ہوا بزرگوں سے اللہ کی نعمتیں مانگنا جائز ہے کہ ان کے منہ سے نکلی بات اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے۔

عتل کے بہت معنی ہیں- سخت دل' بدزبان' جھگڑالو- اسی طرح جواظ کے معنی- موٹا' فربہ' بدکار' فاسق' بخیل' جو اپنا مال چھپائے اور دوسروں کے مال پر نظر رکھے- (مرقات) یہاں سارے معنی درست ہیں- زنیم بنا ہے زنم سے یعنی کان کٹی بکری' جس کا کان کٹ کر لٹک رہا ہو- اصطلاح میں زنیم حرامی کو کہتے ہیں کہ یہ شخص بھی دوسری قوم سے ملحق ہوتا ہے- جیسے ولید بن مغیرہ- یہاں زنیم معنی شریر و لئیم ہے جس کے شر سے مسلمان پریشان ہوں- اکثر دیکھا گیا ہے کہ حرامی بچے بڑے شریر و خبیث ہوتے ہیں- (مرقات)

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حرامی جنت میں نہ جاوے گا- اس کی کوئی اصل نہیں- ہاں جو حرامیوں کے سے کام کرے وہ اولاً جنت میں نہ جائے گا- (مرقات)

حدیث : ۷۴

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَّ نَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَّيُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (رَوَاهُ مُسْلِم) مشکوٰۃ باب الغضب والکبر

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنت میں نہ جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر غرور ہو تو ایک آدمی نے عرض کیا کہ کوئی شخص چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں' اس کا جوتا اچھا ہو۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ غرور' حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا ہے۔ (مسلم)

تشریح:

فرمانِ عالی کے چند معنی ہو سکتے ہیں۔ (i) دنیا میں جس کے دل میں رائی کے برابر بھی کفر ہو وہ جنت میں ہرگز نہ جائے گا۔ کبر سے مراد اللہ و رسول ﷺ کے سامنے غرور کرنا' یہ کفر ہے۔ (ii) دنیا میں جس کے دل میں رائی برابر غرور ہو گا وہ جنت میں اولاً" نہ جائے گا۔ (iii) جس کے دل میں رائی برابر غرور ہو گا وہ غرور لیکر جنت میں نہ جائے گا۔ پہلے ربِ تعالیٰ اس کا تکبر دور کر دے گا پھر اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ ارشادِ ربانی ہے ونزعنا ما فی صدورھم من غلٍّ اخواناً علی سررٍ متقابلین آگ میں کبر اور غرور ہے اور خاک میں عجز و انکساری۔ باغ کھیت میں لگتے ہیں' آگ میں نہیں۔ اسی طرح ایمان و عرفان کے باغ' خاک جیسے عاجزو منکسر دل میں لگتے ہیں۔ آگ جیسے متکبر دل میں نہیں لگتے۔

سائل سمجھے کہ شاید اچھا لباس' اچھا جوتا پہننا' بھی غرور میں داخل ہے۔

اس میں اپنی مالداری یا بڑائی کا اظہار ہے نیز اکثر متکبرین اعلیٰ درجہ کا لباس پہنتے ہیں تو یہ عمدگی لباس متکبرین کی علامت ہے۔ سوال درست ہے فرمایا ربِ تعالیٰ ذات و

صفات میں جمیل ہے' اچھا ہے' مخلوق اس کی صفات کی مظہر ہے تو مسلمان کو چاہیئے کہ اپنی عادات' صورت' لباس' اور اعمال اچھے رکھے تاکہ خالق کی صفتِ جمیل کا مظہر بنے۔ نیز اس لباس میں ربِ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہے جو محبوب ہے رب فرماتا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اسے تکبر سے کوئی تعلق نہیں۔ متکبر وہ ہے جو کسی معمولی انسان کی حق بات کو صرف اس لئے جھٹلائے کہ یہ اس آدمی کے منہ سے نکلی ہے اور مساکین کو ذلیل سمجھے۔ (مرأت)

حدیث ۷۵:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلٰثَةٌ لَّا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَفِیْ رِوَايَةٍ وَّلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ شَيْخٌ زَانٍ وَّ مَلِكٌ كَذَّابٌ وَّعَائِلٌ مُّسْتَكْبِرٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الغضب والکبر

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تین آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ تو کلام کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ایک روایت میں ہے کہ نہ ان کی

طرف نظر کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بڑھا زانی' جھوٹا بادشاہ اور فقیر غرور والا۔ (مسلم)

تشریح:۔

ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں کہ ان تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کرم و محبت کا کلام نہ کرے گا۔ غضب و قہر کا کلام کرے گا' لہٰذا حدیث واضح ہے یا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے اوّل وقت جب عدلِ الٰہی کا ظہور ہو گا تب ان سے کلام نہ کرے گا یا مطلقاً" بلاواسطہ کلام نہ کرے گا بواسطہ فرشتوں کے کرے گا۔ (مرقات)

ان کے گناہ معاف نہ کرے گا یا ان کی صفائی لوگوں پر ظاہر نہ کرے گا۔ تزکیہ کے یہ دونوں معنی ہی آتے ہیں۔ ربِ تعالیٰ ان پر نظرِ رحمت نہ کرے گا بلکہ نظرِ قہر کرے گا۔ زنا اگرچہ بہرحال بُرا ہے' سخت گناہ ہے مگر بڈھا آدمی زنا کرے تو بد ترین گناہ ہے کہ اس کی شہوت قریباً" ختم ہو چکی ہے وہ مغلوب و مجبور نہیں جوان آدمی گویا معذور ہے۔ (مرقات)

بعض لوگ مجبوراً" جھوٹ بولتے ہیں بعض لوگ حاکم کے ڈر یا بادشاہ کے خوف سے جھوٹ بولتے ہیں' بعض لوگ تنگدستی سے تنگ آکر جھوٹ کے ذریعے روزی کماتے ہیں۔ بادشاہ کو ان میں سے کوئی مجبوری نہیں وہ اگر جھوٹ بولتا ہے تو بلا وجہ ہی بولتا ہے۔ حکومت والوں' مال والوں کے پاس غرور و تکبر کے اسباب موجود ہیں اگر فقیر غرور کرے تو محض دلی خباثت کی وجہ سے ہی کرے گا اس لئے اس کا تکبر بدترین جرم ہے بعض لوگ غریب ہوتے ہوئے معمولی نوکری' معمولی

کام نہیں کرتے زکوٰۃ و خیرات قبول نہیں کرتے- خود بھوکے رہتے ہیں اور اپنے بال بچوں کو بھی بھوکا مارتے ہیں- وہ بھی اس وعید میں شامل ہیں- بعض لوگ غریب ہوتے ہوئے اپنی لڑکیوں لڑکوں کے لئے بڑے مالدار رشتے تلاش کرتے ہیں اسی تلاش میں اولاد بوڑھی ہو جاتی ہے مگر شادی نہیں کرتے جس کے نتیجے بہت برے ظاہر ہوتے ہیں- یہ سب اس فرمانِ عالی میں داخل ہیں- درود ہو اس حکیم مطلق، محبوبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ہم پر ہمارے والدین بلکہ خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں- قرآن پاک میں ہے- حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ اللہ تعالٰی ان کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اس ایک کلمہ میں کیسی ہدایتیں ہیں- (مرأت المناجیح)

حدیث: ۷۶

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا اَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ باب الغضب والکبر

ترجمہ:

روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے ممبر پر فرمایا اے لوگو انکساری اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے انکسار و عجز کرتا ہے اللہ اسے اونچا کر دیتا ہے تو وہ اپنے دل کا چھوٹا ہوتا ہے اور لوگوں کی نگاہ میں بڑا اور جو غرور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نیچا کر دیتا ہے تو وہ لوگوں کی نگاہ میں چھوٹا ہوتا ہے اور اپنے دل میں بڑا' حتیٰ کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سُور سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔

تشریح:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی خاص شخص سے معمولی طریقہ سے نہ کہا بلکہ بہت اہتمام کے ساتھ بر سرِ ممبر اعلان فرمایا کہ ہر مسلمان اپنے بھائی کے ساتھ نرم رہے۔ ربِ تعالیٰ مومنوں کی صفت یوں بیان فرماتا ہے۔ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ جو شخص اپنے کو رضاء الٰہی کے لئے مسلمانوں کے لئے نرم کر دے ان کے سامنے انکسار سے پیش آئے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت پیدا فرما دیتا ہے اور اسے بڑی بلندی بخشتا ہے۔ حضورؐ نے ایک دعا تعلیم فرمائی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ فِىْ نَفْسِىْ صَغِيْرًا وَّ فِىْ اَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيْرًا۔ الٰہی مجھے میری اپنی نگاہ میں چھوٹا' لوگوں کی نگاہ میں بڑا بنا دے۔ حضرات اولیاء اللہ ہمیشہ اپنے کو عاجز و گنہگار سمجھتے ہیں اور لوگ ان کے آستانوں پر پیشانیاں رگڑتے ہیں۔

پیش او گیتی جبیں فرسودہ است
خویشتن را عبدہٗ فرمودہ است

حضورؐ نے ہمیشہ اپنے کو بندہ فرمایا۔ دنیا ان کے آستانے پر ماتھا ٹیکتی ہے۔ آج حضورؐ کے آستانہ کا غبار بھی قیمتی ہے۔ بعض لوگ شیخی کے مارے اکڑ جاتے ہیں۔ لوگ انہیں گالیاں دیتے ہیں۔ انہیں برائی سے یاد کرتے ہیں۔ دیکھ لو، ابلیس اپنے آپ کو بہت ہی اونچا سمجھتا ہے مگر دنیا اس پر لعنت و پھٹکار کر رہی ہے یہ ہے اس فرمانِ عالی کا ظہور۔ لوگوں کی نگاہ میں اس کی یہ ذلت اس کی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ذلیل ہے، مومنوں کی نگاہ میں ذلت و مردودیت کی دلیل ہے۔ خدا کی پناہ۔ (مرأت المناجیح)

حدیث: ۷۷

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ثَلٰثٌ مُّنْجِیَاتٌ وَثَلٰثٌ مُّهْلِكَاتٌ فَاَمَّا الْمُنْجِیَاتُ فَتَقْوَى اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِی الرِّضَا وَالسَّخَطِ وَالْقَصْدُ فِی الْغِنٰى وَالْفَقْرِ وَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوًى مُّتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُّطَاعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِیَ اَشَدُّهُنَّ۔
(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کر دینے والی ہیں۔ نجات دینے والی چیزیں' یہ کہ اللہ سے ڈرنا ہے' خفیہ اور علانیہ اور سچی بات کہنا ہے خوشی اور ناخوشی' میں اور درمیانی چال ہے امیری اور فقیری میں۔ لیکن ہلاک کرنے والی چیزیں تو وہ نفسانی خواہش ہے جس کی پیروی کی جائے اور بخل ہے جس کی اطاعت ہو اور انسان کا اپنے کو اچھا جاننا۔ یہ ان سب میں سخت تر ہے۔

(مشکوٰۃ باب الغضب والکبر)

تشریح

فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ یعنی لوگوں کے سامنے اور خلوت ہر حالت میں نیک کام کرے' اللہ سے ڈرے' اللہ کا ڈر تمام نیکیوں کی جڑ ہے اللہ نصیب کرے۔ قصد میانہ روی یعنی ہر حالت میں سچ بولے' غصہ اور خاموشی اسے حق گوئی سے باز نہ رکھے اور اپنا خرچ درمیانہ رکھے' نہ بخل کرے نہ فضول خرچی۔ کمانا ایک کمال ہے اور صحیح خرچ کرنا پچاس کمال درمیانی چال ہمیشہ ہی مفید ہے۔ نفسانی خواہش کی پیروی کرنے کا مطلب ہے کہ جو دل چاہے وہ کرے جائز ناجائز کا خیال نہ کرے اس کی باگ ڈور نفسِ امّارہ کے ہاتھ میں ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص ہلاک ہی ہوگا۔ پرایا مال ناحق کھانا اپنے ذمہ جو حقوق ہوں وہ ادا نہ کرنا' گناہ میں مشغول رہنا' یہ سب بخل کی اطاعت ہی سے ہوتا ہے۔ بخل کا نتیجہ حرص ہے۔

(مرقات)

اِعۡجَابُ الۡمَرۡءِ بِنَفۡسِهٖ یعنی کسی کی بات نہ ماننا' خواہ کتنی اچھی ہو اپنی بات ہی منوانا' خواہ کتنی ہی بری ہو۔ اپنے کو کامل سمجھنا دوسروں کو ناقص جاننا یہ بھی تکبر کی ایک قسم ہے۔ ہر عیب سے پاک ہونا' ہر خوبی سے موصوف ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو اپنے کو ایسا سمجھے وہ اپنے کو خدا کا ہمسر سمجھتا ہے۔ ہم سب عیب دار ہیں۔ بے عیب ذات' اللہ کی ذات ہے یا اس کی جسے بے عیب بنا دے جیسے فرشتے یا انبیاء یا بعض اولیاء کرام۔ (مرقات)

حدیث : ۸۷

وَعَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَتَدۡرُوۡنَ مَا الۡمُفۡلِسُ قَالُوۡا الۡمُفۡلِسُ فِیۡنَا مَنۡ لَّا دِرۡهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الۡمُفۡلِسَ مِنۡ اُمَّتِیۡ مَنۡ یَّاۡتِیۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِیَامٍ وَّزَکٰوةٍ وَّیَاۡتِیۡ قَدۡ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَکَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَیُعۡطٰی هٰذَا مِنۡ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنۡ حَسَنَاتِهٖ فَاِنۡ فَنِیَتۡ حَسَنَاتُهٗ قَبۡلَ اَنۡ یَّقۡضٰی مَا عَلَیۡهِ اُخِذَ مِنۡ خَطَایَاهُمۡ فَطُرِحَتۡ عَلَیۡهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ (رَوَاهُ مُسۡلِمٌ) مشکوٰۃ باب الظلم

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کیا تم جانتے ہو کہ مفلس و کنگال کون ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں اور نہ مال و سامان' تو فرمایا کہ میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز' روزے' زکوٰۃ لے کر آیا اور یوں آئے کہ کسی کو گالی دی' کسی کو تہمت لگائی' کسی کا مال کھایا' کسی کا خون بہایا' کسی کو مارا' تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ اس مظلوم کو دے دی جائیں اور کچھ اس مظلوم کو' پھر اگر اس کے ذِمّہ حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان مظلوموں کی خطائیں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جائیں۔ پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے۔ (مسلم)

تشریح:

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ مفلس سے مراد کامل پورا پورا غریب ہے یا وہ جو بظاہر غنی معلوم ہوتا ہو مگر حقیقتاً" مفلس ہو' صحابہ نے عرض کیا کہ ہم لوگ اپنے محاورہ و اصطلاح میں مفلس اسے کہتے ہیں جس کے پاس مال نہ ہو' بہرحال حضورؐ کا سوال حقیقت پر مبنی ہے' صحابہ کرامؓ کا جواب عرف پر ہے۔ فرمایا وہ نیک اعمال سے بھرپور آئے' مالی' بدنی ہر طرح کی نیکیاں اس کے پاس ہوں۔ خیال رہے کہ دنیا کی تونگری مال سے ہے۔ آخرت کی تونگری اعمال سے ہے۔

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ اعمال سے مراد مقبول نیکیاں ہیں جو شرعاً" درست ہوں اور عند اللہ قبول ہوں' تقویٰ کے دو بازو ہیں۔ ایک بازو ہے' بری

چیزوں خصوصاً" لوگوں کی حق تلفی سے بچنا۔ دوسرا بازو ہے نیک اعمال کرنا۔ یہ نفی ہے اور اثبات کا مجموعہ تقویٰ ہے۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ گنہگار بھی حضورؐ کا امتی ہے کہ اسے حضورؐ نے امتی فرمایا' دوسرا یہ کہ گنہگاروں کی نیکیاں بھی قبول ہو سکتی ہیں۔ ہاں نیکیوں کا بقا اس سے ہے کہ اس نے کسی کے حق نہ مارے ہوں' وہ شخص نیکیاں لے کر تو آئے مگر اس کی نیکیاں کچھ تو قرض خواہ لے لیں' کچھ دوسرے مظلوم لوگ۔ یہ لائے سب کچھ مگر بچے کچھ نہیں۔

تفسیر روح البیّان میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے نیکیوں میں اضافہ فرماتا ہے کہ ایک کا ثواب دس سے لے کر سات سو تک۔ بعض کا اس سے بھی زیادہ' یہ چھین لیا جانا اس زیادتی میں ہو گا۔ اصل ایک نیکی بھی نہ چھینی جائے گی یعنی روزہ' قرض دار کو نہ دیا جائے گا کہ فرمایا جائے گا۔ اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کا عوض ہوں۔ صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ حقوق العباد میں شفاعت نہ ہوگی جب تک کہ صاحبِ حق معاف نہ کر دے۔ (مرقات)

معلوم ہوا قرض' بلکہ سارے حقوّق العباد کی نہ معافی ہے نہ شفاعت۔ بغیر صاحبِ حق کے معاف کئے معاف نہیں ہو سکتے۔ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ روپیہ پیسہ کی مفلسی عارضی ہے جو موت آنے پر' بلکہ کبھی زندگی میں ہی دولت مل جانے پر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ مفلس وہ ہے جو مرنے کے بعد ہو گا' اصل نیکی اہلِ حقوق کو نہ دی جائے گی بلکہ وہ زیادتیاں جو ربّ کے فضل سے ملی ہیں وہ دے دی جائیں گی۔

روزہ کی اصل کسی کو نہ دی جائے گی نہ زیادتی۔ اہلِ حقوق کے گناہ ظالم پر ڈالنا عین عدل ہے۔ دنیا میں مقروض کا مکان، سلمان اہلِ حقوق کو دے دیئے جاتے ہیں۔ وہاں اگر ایسا ہو تو مضائقہ نہیں۔ خیال رہے یہاں سیئات سے مراد برُے عقائد نہیں بلکہ برُے اعمال ہیں وہ بھی صغیرہ۔ لہٰذا اگر کسی مسلمان پر کافر کا قرض رہ گیا تو اس کا کفر یا زنا، چوری وغیرہ اس پر نہ ڈالی جائے گی۔ (مرأت)

حدیث: ۷۹

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَبْدٌ اَذْهَبَ اٰخِرَتَهٗ بِدُنْیَا غَیْرِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ . (مشکوٰۃ باب الظلم)

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابو امامہ سے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں بدترین درجہ والا قیامت کے دن وہ بندہ ہے جو دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کر دے۔

تشریح:

صاحبِ مرأت فرماتے ہیں کہ یہ اس طرح کہ دوسرے کو ناجائز طریقہ سے دنیا کما کر دے۔ دنیا اس کی بڑھائے، آخرت اپنی برباد کرے جیسا کہ ظالم حکام

رعایا پر ظلم کر کے ناجائز ذریعوں سے بادشاہ کے خزانے بھرتے ہیں۔ یا اس طرح کہ دنیادار کی ناجائز تعظیم و توقیر کر کے خود گناہ گار ہوا کرے جیسا کہ خوشامدی لوگوں کا وطیرہ ہے۔ (مرأت)

حدیث : ۸۰

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکَ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّمَا یَسْئَالُ اللّٰہَ حَقَّہٗ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّہٗ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ باب الظلم

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مظلوم کی بددعا سے بچو۔ وہ اللہ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ کسی حق والے کا حق اس سے نہیں روکتا۔ (بیہقی شعب الایمان)

تشریح:۔

مظلوم کافر ہو یا مسلمان، فاسق ہو یا پرہیزگار، دُعا خواہ زبان سے ہو یا دل سے، خواہ آنکھوں کے آنسوؤں سے ہو، صبر کا گھونٹ پی جانے سے ان سب سے ہی بچو۔ مظلوم جو رب سے فریاد کرتا ہے وہ اپنا حق مانگتا ہے۔ ربِ تعالٰی کے ہاں

ظلم نہیں۔ مشہور ضرب المثل ہے کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ضرور ہے مگر بے انصاف نہیں۔ اللہ تعالیٰ عادل بادشاہ ہے ہر حق والے کو اس کا حق دلواتا ہے۔ خواہ جلدی یا دیر سے۔ دوسرے کا حق سخت ہڈی ہے کہ اگر نگل لی جائے تو پیٹ پھاڑ ڈالتی ہے۔

بہت دفعہ ہماری دعائیں یا بزرگوں کی ہمارے لئے دعائیں اس لئے قبول نہیں ہوتیں کہ ہم نے لوگوں کے حق مارے یا دبائے ہوتے ہیں۔ ان کی یہ بدعائیں ہمارے پیچھے پڑی ہوتی ہیں۔ خاص کر مظلوموں کی بددعا کا اجابت استقبال کرتی ہے۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

حدیث : ۸۱

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

مشکوٰۃ باب الرفق والحیاء وحسن الخلق

ترجمہ:

روایت ہے حضرت عائشہؓ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ مومن اچھی عادت سے رات میں کھڑے رہنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔

تشریح:

مومن سے مراد مومن کامل عالم و عامل ہے۔ (مرقات)

خوش خلق مسلمان کو خوش خلقی کی وجہ سے نفلی روزوں اور نفلی تہجد کا ثواب مل جاتا ہے کہ وہ اعلانیہ اور خفیہ اللہ کی مخلوق کو خوش رکھتا ہے۔ نفلی روزہ' نماز کا فائدہ صرف اپنے کو ہوتا ہے مگر خوش خلقی کا فائدہ مخلوق اٹھاتی ہے۔ لازم سے متعدی اچھی ہے۔ (مرأت)

حضرت فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ خوش کلامی ایک ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔ حضرت ابو بکر الکستانی فرماتے ہیں کہ تصوّف' اخلاقِ حُسنہ کا نام ہے۔ جو شخص تم پر اخلاقِ حُسنہ میں فوقیت لے جائے' سمجھو کہ تزکیۂ نفس اور قلبی صفائی میں بھی وہ سب سے آگے ہے۔

حدیث ۸۲ :

وَعَنْ اُمِّ کُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَۃَ بْنِ اَبِیْ مُعَیْطٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ

يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُوْلُ خَيْرًا وَيَنْمِيْ خَيْرًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَزَادَ مُسْلِمٌ قَالَتْ وَلَمْ اَسْمَعْهُ تَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ يُرَخِّصُ فِيْ شَيْءٍ مِمَّا يَقُوْلُ النَّاسُ كَذِبٌ اِلَّا فِيْ ثَلٰثٍ اَلْحَرْبُ وَالْاِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيْثُ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ وَحَدِيْثُ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا۔ مشکوٰۃ باب ما ینہی عنہ من التہاجر

ترجمہ:

روایت ہے حضرت اُمِ کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جھوٹا وہ نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرا دے۔ بات بھلی کہے اور بھلی بات پہنچائے۔ (مسلم و بخاری)

مسلم نے یہ زیادتی کی کہ' فرماتی ہیں کہ میں نے انہیں یعنی نبی کریم ﷺ کو نہیں سنا کہ آپ لوگ جو جھوٹ بولتے ہیں۔ ان میں سے کسی چیز کی اجازت دیتے ہوں سوائے تین جھوٹ کے۔ جنگ' لوگوں کے درمیان صلح اور مرد کی اپنی بیوی سے بات اور بیوی کی اپنے خاوند سے بات۔

تشریح:

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ ام کلثوم صحابیہ ہیں۔ انہوں نے ہجرت سے پہلے کسی سے نکاح نہیں کیا۔ بعدِ ہجرت عبدالرحمٰن ابن عوف سے اور ان کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے بالکل نکاح نہیں کیا۔ ان کا باپ عقبہ ابن ابی معیط مشہور

کافر ہے جو حضورؐ کا سخت ترین دشمن تھا۔ (اشعۃ للمعات)

اُمِ کلثوم بنت رسول اللہؐ اور ہیں جو حضرت عثمانؓ کی زوجہ ہیں اور اُمِ کلثوم بنت علیؓ جو حضرت فاطمہؓ کے شکم سے ہیں وہ اور ہیں یہ حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھیں۔

يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ یعنی جن مسلمانوں میں آپس میں لڑائی ہو ان میں جھوٹ بول کر صلح کرادے کہ ہر ایک تک دوسرے کی دل خوش کن بات گھڑ کر سنادے کہ وہ تمھاری بہت تعریف کرتا تھا۔ تم سے مل جانے کا خواہش مند ہے وغیرہ۔ بھلی بات سے مراد دل خوش کن اور دل پسند بات ہے۔ بھلی فرما کر اشارتاً بتایا کہ جھوٹ ہے مگر بُرا نہیں بلکہ اچھا ہے اور اس پر ثواب ہے۔ خیال رہے کہ بعض سچ کفر ہو جاتے ہیں اور بعض جھوٹ ایمان و عرفان کا رکن بن جاتے ہیں۔ بے گناہ کا اپنے آپ کو گناہ گار' کہنا ہے تو جھوٹ مگر ربّ کو مقبول ہے' پسند ہے۔ شیطان نے سچ ہی کہا تھا کہ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ (القرآن) مگر اس سچ پر ہی مردُود ہوا۔ بہرحال یہ حدیث بہت جامع ہے۔ جھوٹ سے مراد ہے خلافِ واقعہ۔ حضورؐ نے تین موقعہ پر خلافِ واقعہ بات کہہ دینے کی اجازت دی کہ ان کا انجام بہت اچھا ہے۔ جہاد میں اگر مسلمان کمزور ہوں' کفّار قوی' پھر مسلمان کہیں کہ ہم بڑے طاقت ور ہیں' تم کو فنا کر دیں گے۔ ہمارے پاس سامانِ جنگ بہت ہے جس سے کفّار کا حوصلہ پست ہو بالکل جائز ہے کہ اگرچہ یہ ہے تو جھوٹ مگر ہے جنگی تدبیر۔ زوجین میں سے کوئی دوسرے سے اپنی بہت محبت

ظاہر کرے حالانکہ اسے اتنی محبت نہ ہو یا اپنی بیوی سے زیور کا وعدہ کرے مگر بنوا نہ سکے۔ یہ سب اگرچہ ہے جھوٹ مگر ہے جائز کہ اس میں معاشرہ کی اصلاح ہے۔ مرأت

حدیث: ۸۳

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْیَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّاظِلِّیْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ ومن اللہ

ترجمہ۔

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ کہاں ہیں میری عظمت کے لئے آپس میں محبت کرنے والے آج میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جبکہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔ (مسلم)

تشریح۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ حکم ہو گا کہ وہ مسلمان ہماری بارگاہ میں

حاضر ہوں جو کسی دنیاوی وجہ سے نہیں بلکہ صرف میری رضا' میری خوشنودی کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے کہ میری عظمت ان کے دلوں میں تھی۔ اس لئے مجھے راضی کرنا چاہتے تھے۔ میرے بندوں کو راضی کر کے۔ ظِلّ کے معنی ہیں' سایہ۔ مگر کبھی اس سے مراد ہوتی ہے پناہ' امان جسے کہا جاتا ہے کہ عادل بادشاہ ظلّ اللہ ہے یا بزرگوں کو لکھتے ہیں' دام ظلھم۔ اگر یہاں سایہ کے معنی میں ہے تو مراد ہے' عرشِ اعظم کا سایہ' کہ سایہ جسم کا ہوتا ہے' ربِ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور اگر مراد اس سے پناہ ہے تو معنی ظاہر ہے۔ (مراۃ)

یہاں شارح مسلم اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ بروزِ قیامت رب العالمین فرمائے گا کہ میری جلالِ ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں یعنی جو لوگ میرے حق کی وجہ سے میری تعظیم' میری اطاعت اور مجھ سے محبت کرتے تھے' کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے میری تعظیم اور میری اطاعت نہیں کرتے تھے' اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا ذکر ان آیات میں ہے۔ وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَنۡدَادًا یُّحِبُّوۡنَہُمۡ کَحُبِّ اللّٰہِ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (ترجمہ) اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے غیروں کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں اور وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے محبت کرنی چاہیے اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں۔ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ (ترجمہ) اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لائے گا کہ اللہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ

سے محبت کریں گے۔ حدیث مذکور میں ہے کہ میری جلال ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں۔ آج میں انہیں اپنے سائے میں رکھوں گا۔ آج میرے سائے کے علاوہ کسی کا سایہ نہیں ہے۔ علامہ وشتانی ابی مالکی فرماتے ہیں کہ بعض احادیث میں ہے میرے عرش کا سایہ' بظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سورج کی گرمی اور محشر کے عذاب سے اپنے سائے میں رکھے گا۔

امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کسی کا سایہ نہیں ہوگا۔ ان سات آدمیوں میں وہ دو آدمی بھی ہیں جو اللہ کی محبت میں ملیں اور اللہ کی محبت میں جدا ہوں۔

(صحیح بخاری)

معلوم ہوا کہ قیامت کے دن عرش کے سایہ کے علاوہ بھی کوئی اور سایہ ہوگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن بہ قدرِ اعمال سایے ہوں گے جو سورج اور جہنم کی گرمی سے بچائیں گے لیکن سب سے عظیم اور مکرّم سایہ عرش کا ہوگا جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو عطا فرمائے گا۔ ان نیک بندوں میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے بھی ہوں گے۔ (شرح مسلم علاّمہ غلام رسول سعیدی)

حدیث : ۸۴

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتَی السَّاعَۃُ

قَالَ وَيْلَكَ وَمَا عَدَدْتَّ لَهَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا اِلَّا اِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَمَا رَاَیْتُ الْمُسْلِمِیْنَ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرَحَهُمْ بِهَا (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ ومن اللہ

ترجمہ:۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کب ہے۔ فرمایا افسوس تجھ پر' تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے' وہ بولا' میں نے اس کی تیاری کوئی نہیں کی۔ بجز اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ؐ سے محبت کرتا ہوں فرمایا تو اس کے ساتھ ہو گا۔ جس سے تجھے محبت ہو۔ حضرت انس ؓ نے فرمایا کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی چیز پر ایسا خوش ہوتے نہ دیکھا جیسا کہ وہ اس سے خوش ہوئے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:۔

وَيْلَكَ غضب کے لئے نہیں' کرم کے لئے ہے جس طرح ابوذر غفاری ؓ سے فرمایا رغم انف ابی ذر اس کلمہ کا مزہ وہ جانے جس کو دل سے لگی ہو یا مقصد یہ ہے کہ تو اعمال تو کرتا نہیں صرف قیامت کے متعلق پوچھتا ہے۔ سائل بڑے متقی پرہیزگار عبادت گزار تھے مگر انہوں نے اپنے اعمال کو قیامت کی تیاری قرار نہ دیا کہ یہ سب نیکیاں تو اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ہے جو مجھے دنیا میں مل

چکیں اور مل رہی ہیں۔ آخرت کی صرف تیاری یہ ہے کہ مجھے اس برات کے دولہا سے محبت ہے۔ دولہا سے تعلق اس سے محبت برات کے کھانے والے کو انعام کا مستحق بنا دیتے ہیں۔ مرقات میں ملّا علی قاری فرماتے ہیں کہ اللہ اور رسول ؐ سے محبت سائرین اور طائرین کے مقامات میں سے اعلیٰ مقام ہے۔ ساری عبادات محبت کی فروغ ہیں مگر محبت کے ساتھ اطاعت بلکہ مطابعت ضروری ہے۔ برات کا کھانا صرف عمدہ لباس سے نہیں ملتا بلکہ دولہا سے تعلق کی بناء پر ملتا ہے۔ اگر ربّ العالمین سے کچھ لینا ہے تو رَحمتُ اللعَالمین سے تعلق پیدا کرو۔

فَرِحُوا۔ یعنی صحابہ کرام کو سب سے بڑی خوشی تو اپنے اسلام لانے پر ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مومن صحابی بننے کی توفیق بخشی۔ اس کے بعد آج یہ فرمان عالی سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ اس خوشی کی وجہ یہ ہے کہ حضرات صحابہؓ ' حضورؐ پر دل و جان سے فدا تھے۔ ان میں سے بعض تو حضورؐ کے بغیر چین نہ پاتے تھے۔ انہیں کھٹکا تھا کہ مدینہ منورہ میں تو ہم کو حضورؐ کی ہمراہی نصیب ہے کہ یار نے مدینہ میں اپنا کاشانہ بنایا ہے مگر جنّت میں کیا بنے گا کہ حضورؐ کا مقام اعلیٰ عِلِیّیِیْن سے بھی اعلیٰ ہو گا۔ ہم کسی اور درجہ میں ہوں گے۔

آج حضورؐ نے پردہ اٹھا دیا' تمام کو تسلی دے دی' فرما دیا کہ جس کو مجھ سے صحیح محبت ہو گی اسے مجھ سے فراق نہ ہو گا۔ میرے ساتھ ہی رہے گا۔ ادھر ربِ کائنات قرآن پاک میں اپنی محبت کا راستہ بتاتے ہوئے فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

خیال رہے کہ حدیثِ پاک میں درجہ کی ہمراہی یا برابری مراد نہیں بلکہ

ایسی ہمراہی مراد ہے جیسے سلطان کے خواص' خدامِ سلطان کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے بنگلہ میں رہتے ہیں- سب سے بڑا خوش نصیب وہ ہے جسے کل حضورؐ کا قُرب نصیب ہو جائے- اس قُرب کا ذریعہ حضورؐ سے محبت ہے اور حضورؐ کی محبت کا ذریعہ اتباعِ سُنّت' کثرت سے درُود پاک پڑھنا اور آپؐ کے حالاتِ طیّبہ کا مطالعہ اور محبت والوں کی صحبت ہے- یہ صحبت اکسیرِ اعظم ہے-

(مراٗت)

حدیث : ۸۵

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَاُنَاسًا مَاھُمْ بِاَنْبِیَآءَ وَلَا شُھَدَآءَ یَغْبِطُھُمُ الْاَنْبِیَآءُ وَالشُّھَدَآءُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِمَکَانِھِمْ مِّنَ اللّٰہِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تُخْبِرُنَا مَنْ ھُمْ قَالَ ھُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰہِ عَلٰی غَیْرِ اَرْحَامٍ بَیْنَھُمْ وَلَا اَمْوَالٍ یَتَعَاطَوْنَھَا فَوَ اللّٰہِ اِنَّ وُجُوْھَھُمْ لَنُوْرٌ وَاِنَّھُمْ لَعَلٰی نُوْرٍ لَا یَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَاَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ

عَنْ اَبِیْ مَالِكٍ بِلَفْظِ الْمَصَابِیْحِ مَعَ زَوَائِدَ وَكَذَا فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ ومن اللہ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ کے بعض بندے وہ ہیں جو نہ تو نبی ہیں نہ شہید ان پر حضرات انبیاء و شہداء قیامت کے دن رشک کریں گے' ان کے قربِ الٰہی کی وجہ سے۔ لوگ بولے یا رسول اللہ ہمیں خبر دیں کہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا وہ' وہ قوم ہے جو اللہ کے قرآن کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں' بغیر آپس کی قرابت داری کے اور بغیر آپس کے مالی لین دین کے تو اللہ کی قسم ان کے چہرے نور ہوں گے اور وہ نور پر ہوں گے۔ جب لوگ ڈریں گے تو یہ نہ ڈریں گے' اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو یہ غمگین نہ ہوں گے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ خبردار رہو' بے شک اللہ کے ولی نہ ان پر ڈر ہے' نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (ابوداؤد) اور اسے شرح سنہ میں حضرت ابو مالک سے روایت کیا۔ مصابیح کے الفاظ میں مع زیادہ کے یوں ہی شعب الایمان میں ہے۔

تشریح:-

اُنَاسٍ جمع فرما کر یہ بتایا کہ یہ حضرات انسان ہیں اور وہ ایک دو نہیں بلکہ پوری جماعت ہے۔ یہ اولیاء اللہ اور ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے اور ان حضرات کے قربِ الٰہی کی انبیاء و شہداء تعریف کریں گے یا ان کی بے غمی و بے فکری پر

رشک کریں گے۔ بروزِ قیامت گناہگاروں کو اپنی اور انبیاء کرام کو اپنی اُمت کی فکر بھی ہو گی غم بھی مگر یہ حضرات اپنے اور دوسروں کے غم و فکر سے آزاد ہوں گے۔ اس آزادی پر حضرات انبیاء رشک کریں گے۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ یہ لوگ انبیاء سے افضل ہوں۔ ربِ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ یہاں اولیاء اللہ ارشاد ہوا' انبیاء اللہ ارشاد نہ ہوا۔

رُوۡحُ اللّٰہِ قوی یہ ہے کہ رُوحُ اللہ را کے ضمہ سے ہے۔ بمعنی زندگی بخش چیز اور اس سے مراد قرآن حکیم ہے کہ یہ بھی مسلمانوں کو جاودانی زندگی بخشتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ رُوۡحًا" من امرنا اس کی اور بھی شرحیں کی گئیں ہیں یعنی قرآن مجید کی اتباع اس کے احکام کی پابندی کی وجہ سے محبت کرتے ہیں کہ یہ لوگ پکے مسلمان ہیں اور ان کی اس محبت کی وجہ آپس کی قرابتداری اور مالی لین دین نہیں ہوتی۔ صرف اس لئے محبت کرتے ہیں کہ وہ اللہ کا مقبول بندہ ہے۔ حضورؐ کا مطیع فرمان ہے' خواہ اپنا عزیز ہو یا اجنبی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ لِلّٰہ فِی اللہ محبت صرف اجنبی سے ہی چاہیے۔ اپنے عزیزوں' قرابتداروں سے نہ چاہیے اگرچہ وہ کیسا ہی نیک اور صالح ہو۔ چونکہ دنیاوی محبتیں اکثر نسب اور مالی تعلق کی بناء پر ہوتی ہیں اس لئے ان ہی دو چیزوں کا ذکر فرمایا گیا۔ طمع' لالچ' مال کی زیادتی ہوتی ہے۔

وَجُوۡہُہُمۡ لَنُوۡرٌ یعنی ان کے چہرے نُورانی ہوں گے اور وہ نُور کے ممبروں پر ہوں گے۔ جیسے دنیا کی مجلسوں میں معزّز آدمی کو عزت کی جگہ بٹھلایا جاتا

ہے اسی طرح ربِ تعالیٰ انہیں عزت کی جگہ پر بٹھائے گا تاکہ اہلِ محشر پر ان کی عظمت ظاہر ہو۔ اس ارشادِ عالی نے حضرات انبیاء کے رشک کی وجہ بیان فرما دی کہ یہ لوگ اس دن اپنی اور دوسروں کی فکروں سے آزاد ہوں گے۔ اس بے فکری اور آزادی پر رشک کیا جائے گا۔ نہ انہیں اپنے بخشے جانے کی فکر' کہ وہ بخش دیئے گئے اور نہ دوسروں کو بخشوانے کی فکر کہ وہ کسی کے ذمہ دار نہیں' لہٰذا حدیث بالکل واضح ہو گئی۔ آیتِ کریمہ یا تو حضورؐ نے تلاوت فرمائی' اپنے فرمان کی تائید کے لئے یا حضرت عمرؓ نے تلاوت کی۔ حدیث کی تقویت کے لئے خیال رہے کہ ضعیف سے ضعیف حدیث بھی اگر قرآنی آیات سے قوت پائے تو صحیح ہو جاتی ہے۔ یعنی ان لوگوں کو نہ عذاب کا خوف ہو گا اور نہ ثواب جاتے رہنے کا غم ہو گا۔

(مرأت)

حدیث : ۸۶

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ قَالَ قَائِلٌ اَلصَّلٰوةُ وَالزَّکٰوةُ وَقَالَ قَائِلٌ اَلْجِهَادُ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوٰی اَبُوْدَاوٗد اَلْفَصْلَ الْاٰخِرَ) مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ ومن اللہ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، کسی کہنے والے نے کہا کہ نماز اور زکوٰۃ اور کسی کہنے والے نے کہا کہ جہاد۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا عمل اللہ کی راہ میں محبت اور اللہ کی راہ میں عداوت ہے۔ (احمد اور ابوداؤد نے آخری حصہ روایت کیا)

تشریح:۔

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرامؓ مسجد مبارک میں تھے۔ حضور انورؐ حجرہ مقدسہ میں تھے۔ اچانک حجرہ اقدس سے مسجد میں ہمارے پاس تشریف لائے۔ (مرقات)

غالباً یہ تشریف آوری نماز کے لئے نہ تھی بلکہ ان حضرات کو شرف ملاقات بخشنے کے لئے۔ اس لئے عَلَیْنَا فرمایا اَحَبُّ فرمایا افضل نہ فرمایا۔ اس لئے کہ محبوبیت کے لئے افضلیت لازم نہیں۔ جیسا کہ حضرت علیؓ حضور انورؐ کو محبوب ترین ہیں مگر حضرات شیخین حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔ (مرقات)

ان حضرات نے افضلیت اور احبیت میں فرق نہ فرمایا۔ چونکہ نماز یا زکوٰۃ یا جہاد افضل اعمال ہیں۔ اس لئے ان لوگوں نے یہ جواب دیا یہاں "و" بمعنی او ہے۔ خیال رہے کہ عموماً نماز تمام اعمال سے افضل ہے۔ بعض ہنگامی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز زکوٰۃ اور جہاد بھی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ کی شاخیں ہیں کہ مسلمان ان اعمال سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہے اور

تمام گناہوں سے نفرت اَلْبُغْضُ فِی اللّٰہِ کی شاخیں ہیں کہ مومن تمام گناہوں سے اللہ تعالیٰ کے لئے نفرت کرتا ہے۔ یوں ہی نمازیوں' عابدوں سے محبت اللہ کے لئے ہے۔ کفّار اور فسّاق سے نفرت اللہ کے لئے ہے نیز کل قیامت میں جس عامل پر حضرات انبیاء و شہداء غبطہ کریں گے وہ یہی اللہ کے لئے محبت' اللہ کے لئے عداوت ہے۔ لہٰذا اس عمل کا محبوب ترین ہونا بالکل درست' دوسری عبادات اگرچہ افضل ہوں مگر یہ عمل ان عبادات کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا یہ ربِ تعالیٰ کو بڑا پیارا ہے۔ ابو داؤد نے حضور انور ؐ کا تشریف لانا' سوال فرمانا اور صحابہ کا مذکورہ جواب دینا۔ اسکا ذکر نہ کیا بلکہ احب الاعمال سے روایت فرمائی۔

مراۃ

حدیث : ۸۷

وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ اَنَّہٗ قَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی مِلَاکِ ھٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ تُصِیْبُ بِہٖ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ عَلَیْکَ بِمَجَالِسِ اَھْلِ الذِّکْرِ وَاِذَا خَلَوْتَ فَحَرِّکْ لِسَانَکَ مَا اسْتَطَعْتَ بِذِکْرِ اللّٰہِ وَاَحِبَّ فِی اللّٰہِ وَبْغِضْ فِی اللّٰہِ یَا اَبَا رَزِیْنٍ ھَلْ شَعَرْتَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ زَائِرًا اَخَاہُ شَیَّعَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْفُ مَلَکٍ کُلُّھُمْ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ وَیَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّہٗ

وَصَلَ فِيْلَكَ فَصِلْهُ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَعْمَلَ جَسَدَكَ فِيْ ذٰلِكَ فَافْعَلْ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو رزین سے ' ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمھیں اس چیز کی اصل پر رہبری نہ کروں جس سے تم دنیا و آخرت کی بھلائی پالو تم ذکر والوں کی مجلس اختیار کرو اور جب تم تنہائی میں ہو تو جہاں تک کر سکو اپنی زبان اللہ کے ذکر میں ہلاتے رہو اور اللہ کی راہ میں محبت کرو اور اللہ کی راہ میں عداوت کرو۔ اے ابورزین کیا تمھیں خبر ہے کہ کوئی شخص جب اپنے گھر سے اپنے بھائی کی ملاقات کے لئے نکلتا ہے تو اسے ستر (۷۰) ہزار فرشتے پہنچاتے ہیں وہ تمام اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الٰہی اس نے تیری راہ میں (تعلق) جوڑا ہے تو اسے جوڑ۔ تو اگر کرسکو کہ اپنے جسم کو اس میں مشغول کرو تو ضرور کرو۔

تشریح:۔

صاحبِ مرقات و اکمال فرماتے ہیں کہ ابورزینؓ کا نام لقیط ابن عامر ابن صبرۃ عقیلی ہیں۔ طائف کے رہنے والے تھے۔ مشہور صحابی ہیں۔ آپ سے حضرت عبداللہ ابن عمر وغیرہ ہمہ حضرات نے روایات لیں۔

مِلَاکٌ میم کے کسرہ سے وہ چیز جس پر کوئی چیز قائم ہو جیسے دل' کہ اس پر جسم قائم ہے اس کا ترجمہ اصل بہت مناسب ہے هٰذَا الْاَمْرُ سے مراد دین ہے

یا دین و دنیا کی تمام خوبیاں۔ دوسرے معنی یہاں زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ اَلَّذِیُ تُصِیبُ بِہٖ ---- الخ سے معلوم ہو رہا ہے یعنی اے صحابہ کیا ہم تم کو دین و دنیا کی تمام خوبیوں کی اصل، سب کی جڑ نہ بتا دیں۔

مجالس سے مراد علماء دین اور اولیاء کاملین و صالحین و اصلین کی مجالس ہیں کیونکہ یہ مجلسیں جنت کے باغات ہیں جیسا کہ دوسری حدیث شریف میں ہے یہ مجلسیں خواہ مدرسے ہوں یا درسِ قرآن و حدیث کی مجلسیں یا حضرات صوفیاء کرام کے ذکر کی محفلیں۔ یہ فرمان بہت جامع ہے۔ جس مجلس میں اللہ کا خوف حضورؐ کا عشق اور اطاعتِ رسولؐ کا شوق پیدا ہو وہ مجلس اکسیر ہے۔ انسان کی دو ہی حالتیں ہوتی ہیں، خلوت یا جلوت۔ اس فرمانِ عالی میں دونوں کی اصلاح فرما دی گئی جلوت ہو تو اللہ والوں کی صحبت میں، خلوت ہو تو اللہ کے ذکر میں، بعض مشائخ نے اس فرمانِ عالی سے دلیل پکڑی کہ ذکرِ خفی افضل ہے۔ ذکرِ جلی سے، بعض نے فرمایا کہ ذکرِ لسانی افضل ہے کیونکہ یہاں زبان ہلانے کا حکم دیا گیا ہے مگر انسان بھی مختلف ہیں۔ حالات بھی مختلف، بعض حالات میں ذکرِ جلی افضل، بعض وقت ذکرِ خفی افضل۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اذان اور حج کی تلبیہ نمازِ جہر کی قراءت آہستہ کی جائیں اور کون کہہ سکتا ہے کہ نمازِ تہجد اور نمازِ خفی میں قراءت جہر سے کی جائے۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ ذکر وہ بہتر ہے کہ ذاکر ذکر میں فنا ہو اور مذکور سے باقی ہو وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ سب کچھ بھول کر اپنے سے بھی غافل ہو کر رب کو یاد کرو ذکرِ جہری ہو یا خفی۔ وَاحَبَّ فِی اللّٰہِ یعنی جو تمہیں اللہ کے ذکر پر

مدد دے اس سے اللہ کے لئے محبت کرو اگرچہ وہ اجنبی ہو اور جو تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل کردے' اس سے اللہ کے لئے نفرت کرو' اگرچہ تمہارا عزیز ہو۔

شَیَّعَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفُ مَلَكٍ یعنی اسے اس شخص کے گھر تک پہنچاتے ہیں یہ پہنچانا عزت افزائی کے لئے ہوتا ہے اور یہ پہنچانا دعائے خیر کے ساتھ ہوتا ہے کہ اسے دعائیں دیتے جاتے اور ساتھ چلتے جاتے ہیں۔ سبحان اللہ ممکن ہے کہ اس میں صالحین کی قبور کی زیارت بھی داخل ہو کہ وہ بھی اللہ کے لئے کی جاتی ہے۔

فرشتے دعا مانگتے ہیں کہ اس شخص نے تیری راہ میں اس سے رشتہ محبت جوڑا ہے تو اس کا اپنے سے رشتۂ بندگی رشتۂ اطاعت جوڑ لے کہ اسے اپنا خاص بندہ بنا لے۔

فَاَفْعَلُ یعنی یہ عمل تھوڑا ہے مگر اس کے فائدے بہت ہیں لہٰذا اسے ہمیشہ کیا کرو۔ بعض حضرات جب کسی مقبول بندے سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں تو باوضو اور ذکرِ الٰہی کرتے جاتے ہیں۔ یہاں مرقات نے برروایت ابو یعلٰی حضرت عائشہ صدیقہ؄ سے مرفوعاً روایت کی کہ ایسا خفی ذکر جلی ذکر سے ستر (۷۰) درجہ افضل ہے۔

(مرقات و مراۃ)

حدیث : ۸۸

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَنَا وَھُوَ ھٰکَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دو لڑکیوں کو پالے حتیٰ کہ وہ جوان ہو جائیں تو میں اور وہ قیامت کے دن ایسے آئیں گے اور اپنی انگلیوں کو ملایا۔ (مسلم)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں خوش دلی سے دو لڑکیوں کو پال دینا خواہ اپنی بیٹیاں ہوں یا بہنیں ہوں یا یتیم بچیاں۔ کل قیامت میں حضور انورؐ سے قرب کا ذریعہ ہیں اور جس کو اس دن حضورؐ کا قرب نصیب ہو جائے اسے سب کچھ مل جائے۔

گر محمد کا ساتھ ہو جائے
پھر تو سمجھو نجات ہو جائے

ایک اور حدیث میں ہے کہ فرمایا جو کوئی بیٹیوں میں مبتلا کر دیا جائے پھر ان سے اچھا سلوک کرے تو وہ اس کے لئے آگ سے آڑ ہو جائیں گی۔

(مسلم و بخاری)

اس اجر کی وجہ یہ ہے کہ لڑکوں سے لوگوں کو بہت امیدیں وابستہ ہیں کہ جوان ہو کر ہماری خدمت کریں گے۔ لڑکیوں پر خرچ ہی کرنا ہوتا ہے وہ بھی بغیر کسی امید کے مگر دیکھا گیا ہے کہ آج کل بمقابلہ لڑکوں کے لڑکیاں والدین کی خدمت بھی زیادہ کرتی ہیں اور مرنے کے بعد ختم یا فاتحہ بھی زیادہ لڑکیاں ہی کرتی ہیں۔ کوئی خوش نصیب ہی لڑکوں سے آرام پاتا ہے۔ اکثر لڑکے بدنامی کا باعث بنتے ہیں اور بربادی بھی کرتے ہیں۔ (مرأت)

حدیث : ۸۹

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ وَلِغَيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

مشکوٰۃ باب الشفقہ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور یتیم کا پالنے والا خواہ اپنا ہو یا غیر کا جنت میں اس طرح ہوں گے اور کلمہ کی اور بیچ کی۔ انگلی سے اشارہ فرمایا ان کے درمیان کچھ

کشادگی فرمائی۔ (بخاری)

تشریح:۔

یتیم وہ نابالغ انسان ہے جس کا والد فوت ہو چکا ہو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ لفظ یتیم ان دونوں کو شامل ہے۔ (مرقات)

جانوروں میں یتیم وہ چھوٹا بچہ جس کی ماں مرگئی ہو اور موتی وہ یتیم کہلاتا ہے جو اپنی سیپ میں اکیلا ہو۔ یہاں انسان یتیم مراد ہے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ وہ یتیم خواہ اپنا پوتا، نواسہ، بھتیجہ یا بھانجا ہو یا کوئی غیر کا بچہ جس سے یہ رشتہ داریاں نہ ہوں۔ فرمایا جس طرح ان دونوں انگلیوں میں کوئی فاصلہ نہیں ایسے ہی قیامت میں مجھ میں اور اس میں کوئی فاصلہ اور دُوری نہ ہوگی اس کو مجھ سے بہت ہی قُرب نصیب ہوگا۔

حدیث : ۹۰

وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلٰثَةٌ ذُوْ سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِىْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْ عِيَالٍ وَاَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ اَلضَّعِيْفُ الَّذِىْ لَا زَبْرَ لَهُ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْكُمْ تَبَعٌ لَا يَبْغُوْنَ اَهْلًا وَلَا مَالًا وَالْخَائِنُ

اَلَّذِیْ لَا یَخْفٰی لَہٗ طَمَعٌ وَاِنْ دَقَّ اِلَّا خَانَہٗ وَرَجُلٌ لَا یُصْبِحُ وَلَا یُمْسِیْ اِلَّا وَھُوَ یُخَادِعُکَ عَنْ اَھْلِکَ وَ مَالِکَ وَذَکَرَ الْبُخْلَ اَوِالْکَذِبَ وَالشِّنْظِیْرُ الْفَحَّاشُ

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:

روایت ہے حضرت عیاض ابن حمار سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنتی لوگ تین ہیں۔ وہ حاکم جو عدل والا' صدقہ والا' توفیق والا اور وہ شخص جو رحم دل اور نرم دل ہو ہر قرابت والے پر اور وہ مسلمان جو پاک دامن سوال کرنے سے بچنے والا عیالدار ہو۔ آگ والے پانچ ہیں' وہ کمزور جس کی خود اپنی رائے نہ ہو جو کہ تم میں رہیں' تمہارے تابع ہو کر' نہ گھربار چاہتے ہیں نہ مال اور وہ خیانت والا جس کی ہوس ڈھکی چھپی نہیں رہتی' اگرچہ معمولی چیز ہو مگر خیانت کر لیتا ہو اور وہ شخص جو نہیں صبح کرتا نہ ہی شام کرتا ہے مگر وہ تم کو دھوکہ دیتا رہتا ہے تمہارے گھربار اور تمہارے مال میں اور حضورؐ نے کنجوسی اور جھوٹ کا بھی ذکر فرمایا اور بد خلق اور فحش گو۔ (مسلم)

تشریح:

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ سرکار نے فرمایا کہ میری امت میں تین قسم کے لوگ یقیناً" جنتی ہیں۔ سلطانِ مُقسِط یعنی جسے اللہ حکومت بھی دے' تو وہ لوگوں

کے ساتھ بھلائی اور نیک سلوک کرے اگر حاکم درست ہو جائے تو رعایا خود بخود درست ہو جاتی ہے۔ یعنی عوام مسلمانوں پر عموماً" اور اپنے عزیز قرابت داروں پر خصوصاً" مہربان ہو۔

ذُوْ عِیال وہ مسلمان جو باوجود عیالدار ہونے کے کسی سے بھیک نہ مانگے اور گناہ کے قریب نہ جائے۔ اَلَّذِیْ لَا زَبْرَلَہٗ یعنی اس میں اتنی عقل نہ ہو کہ اسے برائیوں سے بچائے کبھی آخرت کے نفع و نقصان کو سوچتا ہی نہ ہو۔ جانوروں کی طرح صرف کھانے، عیش کرنے کی فکر میں لگا رہے۔

لَا یَبْغُوْنَ اَھْلًا وَّلَا مَالًا یعنی حلال بیوی رکھتے نہیں، حلال روزی کماتے نہیں، محنت سے جی چراتے ہیں اور غیر عورتوں پر نظرِ حرام رکھتے ہیں۔ غیروں کا مال ناجائز طور پر کھانے کے درپے رہتے ہیں۔ یہی دوزخی ہیں۔

اِلَّا خَانَہٗ یعنی اسے خیانت کرنے کی ایسی عادت پڑ گئی کہ معمولی اور حقیر سی امانت میں خیانت کرنے سے باز نہیں رہتا یعنی وہ گنہگار ہونے کے علاوہ ذلیل طبیعت والا بھی ہے، یہ بھی دوزخی ہے کیونکہ یہ عادات خالص دوزخیوں کے ہیں۔

یُخَادِعُکَ میں صبح و شام سے مراد ہمیشہ ہے یعنی وہ دھوکہ دینے کا عادی ہو چکا ہے۔ تم سے جب کبھی کلام یا معاملہ کرے تو دھوکہ ہی دے گا۔ یہ بھی دوزخی ہے۔

بُخْلَ اَوِالْکَذِبَ چونکہ راوی کو حضورؐ کے وہ الفاظ طیبہ یاد نہ رہے جو حضورؐ نے بخل اور جھوٹ کے متعلق فرمائے۔ اس لئے راوی نے ذکر کا لفظ

بیان کیا اگر اسے الفاظ طیبہ یاد ہوتے تو باقاعدہ بطریقِ روایت ارشاد کرتے۔

شَنْظِیْرُ فَحَّاشُ بخل و کذب کا معطوف ہے تو نصبی حالت میں ہے یعنی حضورؐ نے شَنْظِیْر اور فحاش کا بھی ذکر فرمایا کہ وہ بھی دوزخی ہیں۔

شَنْظِیْر بر وزن خنزیر بمعنی بد خلق، سخت طبیعت۔ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں مبتداء ہوں اور ان کی خبر مِنْ اَھْلِ النَّار پوشیدہ ہو تب یہ دونوں مرفوع ہوں گے۔

مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں والفحاش ہے یعنی فحاش معطوف ہے۔ اَلشَّنْظِیْرُ پر تب تو معنی بالکل ظاہر ہیں۔

(مرأت)۔

حضرت فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ خوش کلامی ایک ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔

حدیث : ۹۱

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِیْ لَا یَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق۔

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی قسم وہ مومن نہیں اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ عرض کیا گیا کون یا رسول اللہ؟ فرمایا وہ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ تین بار لَا یُؤْمِنُ فرمانا تاکیدا" ہے۔ لَا یُؤْمِنُ میں کمال ایمان کی نفی ہے یعنی وہ کامل مومن نہیں ہو سکتا، نہیں ہو سکتا، نہیں ہو سکتا۔ حضورؐ نے اس کی وضاحت پہلے نہ فرمائی بلکہ سائل کے پوچھنے پر بتایا تاکہ سننے والوں کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے، جو بات انتظار اور پوچھ گچھ کے بعد معلوم ہو وہ بہت دل نشین ہوتی ہے۔ اگرچہ ہر مسلمان کو اپنے شر سے بچانا ضروری ہے مگر پڑوسی کو شر سے بچانا نہایت ہی ضروری ہے کیونکہ اس سے ہر وقت کام رہتا ہے۔ وہ ہمارے اچھے اخلاق کا زیادہ مستحق ہے۔ ربِ کائنات پڑوسی کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ یعنی پڑوسی خواہ رشتہ دار ہو یا نہ ہو اس سے اچھا سلوک کرو۔ (مرأت)

حدیث : ۹۲

وَعَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ قَالَ مَازَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ باب الشفقت والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبریل ؑ پڑوسی کے متعلق حکم الٰہی پہنچاتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے۔

(بخاری و مسلم)

تشریح:

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ یہاں وصیت سے مراد اصطلاحی وصیت نہیں بلکہ تاکیدی حکم مراد ہے۔ حکم کس کا؟ احکم الحاکمین کا۔ نہ کہ جرائیلؑ کا کیونکہ حضرت جرائیلؑ امین حضورؐ کے خادم ہیں۔ رب کی طرف سے فرمان رساں و فیضان رساں ہیں۔ یُوْصِیْنِی سے مراد ہے کہ حضرت جرائیل ؑ اللہ تعالٰی کی طرف سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم پہنچاتے رہے کہ آپ اپنی امت کو یہ حکم پہنچا دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو

پڑوسی کی ملی میراث میں شریک کردے گا۔ قرابت کی طرح یہ وصیت بھی میراث پانے کا ذریعہ ہو جائے گی۔ حضورؐ کی میراث مراد نہیں کہ حضرات انبیاء کرامؑ کی ملی میراث کسی کو نہیں ملتی۔ (مرأت)

حدیث : ۹۳

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ اِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْہِ وَلَا الْجَافِیْ عَنْہُ وَ اِکْرَامَ السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَیْہَقِیْ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:

حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی تعظیم میں سے ہے کہ بوڑھے مسلمان اور حاملِ قرآن کا احترام کیا جائے جو حاملِ قرآن نہ تو اس میں زیادتی کرے اور نہ اس سے دور رہے اور عادل بادشاہ کا احترام کیا جائے۔ (ابو داؤد و بیہقی شعب الایمان)

تشریح:۔

ذِی الشَّیْبَةِ الْمُسْلِم یعنی سفید ڈاڑھی والے مسلمان کا احترام خود رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ دعا کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ کریم اس سے شرم فرماتا ہے کہ ان ہاتھوں کو خالی پھیرے تو بندہ اس کا احترام کیوں نہ کرے۔

حاملِ قرآن میں حفّاظ' علماء' عالمِ دین' قراء' مفسّرین اور ہمیشہ تلاوت کرنے والا سب ہی داخل ہیں' سب کا احترام چاہیے۔ (مرقات از ملّا علی قاری)

وہ حاملِ قرآن وہ عالم' وہ حفّاظ قابلِ تعظیم ہیں جو بد مذہب' بے دین نہ ہوں' نیز جو قرآن کو لوگوں کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بنائیں' اس کی غلط تاویلیں کریں' اس میں خیانتیں کریں' اس کے ذریعہ مسلمانوں میں فتنہ و فساد پھیلائیں۔ ان پر تو اللہ تعالیٰ کی بھی پھٹکار ہے اور اس کے بندوں کی بھی۔ (مرقات)

دیوان حافظ میں یہ شعر ہے کہ

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآن را

منصف حاکم' عدل والا بادشاہ اللہ کی رحمت ہے جس کے سایہ میں اللہ کی مخلوق آرام پاتی ہے وہ رعایا کے لئے مہربان باپ کی مثل ہوتا ہے اس لئے اس کا احترام ضروری ہے۔ (مرأت)

حدیث : ۹۴

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهٗ وَلَا یَخْذُلُهٗ وَلَا یَحْقِرُهٗ اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِهٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے حقیر جانتا ہے نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے اور اپنے سینہ کی طرف تین مرتبہ اشارہ فرمایا۔ انسان کے لئے یہ شر کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون' مال اور اس کی عزت حرام ہے۔

(مسلم)

تشریح:۔

وَلَا یَحْقِرُهٗ یعنی نہ تو مسلمان کو دل میں حقیر جانو' نہ اسے حقارت

کے الفاظ سے پکارو یا بُرے لقب سے یاد کرو، نہ اس کا مذاق بناؤ۔ آج کل یہ عیب ہم میں بہت ہیں۔ پیشوں، نسبوں یا غربت و افلاس کی وجہ سے مسلمان بھائی کو حقیر جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم میں صوبائی تعصب بہت ہو گیا ہے کہ وہ پنجابی ہے، وہ بنگالی، وہ سندھی، وہ سرحدی ہے۔ اسلام نے یہ سارے فرق مٹا دیئے۔ شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رس چُوس لیتی ہے تو اس کا نام شہد بن جاتا ہے۔ مختلف لکڑیوں کو آگ جلائے تو اس کا نام راکھ ہو جاتا ہے۔ آم، جامن، بکائن اور کیکر کا فرق مٹ جاتا ہے۔ یوں ہی جب سرکارِ دو عالم کا دامن پکڑ لیا تو سب مسلمان ایک ہو گئے۔ حبشی ہو یا رومی۔ مولانا جامی فرماتے ہیں۔

بندۂ عشق شُدی تَرک نسب کُن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اَلتَّقْوٰی ھٰھُنَا اسلام میں عزت تقویٰ و پرہیز گاری سے ہے اور تقویٰ کا اصلی ٹھکانہ دل ہے۔ تمھیں کیا خبر کہ جس مسکین مسلمان کو تم حقیر سمجھتے ہو اس کا دل تقویٰ کی شمع سے روشن ہو اور وہ اللہ کا پیارا ہو، تم سے بہتر ہو۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں راہِ سوارے باشد

صوفیاء کرام اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ حضور خاتم النبیین ﷺ نے اپنے سینۂ انور کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تقویٰ و پرہیز گاری یہاں ہے۔ یعنی تقویٰ کی کان، پرہیزگاری کا مرکز میرا سینہ ہے۔ میرے سینہ سے

تمام اولیاء و علماء کے دلوں کی طرف تقویٰ کے دریا بہتے ہیں۔ ان سینوں سے عوام کے سینوں کی طرف تقویٰ کی نہریں نکلتی ہیں۔ (مرقات از ملا علی قاری)

حضورؐ کا سینۂ انور کشفِ غیوب کا آئینہ ہے۔ کونین میں حضورؐ کی عطائیں بٹتی ہیں۔ (مرقات)

دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ یعنی کوئی مسلمان کسی مسلمان کا مال بغیر اس کی اجازت نہ لے۔ کسی کی آبروریزی نہ کرے، کسی مسلمان کو ناحق اور ظلماً قتل نہ کرے کیونکہ یہ سب سخت جرم ہیں۔

(مرأت المناجیح)

حدیث : ۹۵

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰى يَتِيْمًا اِلٰى طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ الْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ يَّعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ وَمَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ اَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَهُنَّ وَرَحِمَهُنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاثْنَتَيْنِ قَالَ اَوِ اثْنَتَيْنِ حَتّٰى لَوْ قَالُوْا اَوْ وَاحِدَةً لَقَالَ وَاحِدَةً وَمَنْ اَذْهَبَ اللّٰهُ بِكَرِيْمَتَيْهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَمَا كَرِيْمَتَاهُ قَالَ عَيْنَاهُ (رَوَاهُ فِى شَرْحِ السُّنَّةِ) مشکوٰۃ باب الشفقۃ علی الخلق

ترجمہ:۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شامل کرے تو اللہ اس کے لئے جنت یقینی طور پر لازم فرما دیتا ہے سوائے اس کے کہ کوئی ایسا گناہ کرے جو ناقابل بخشش ہو اور جو تین بیٹیاں یا ان کی مثل بہنوں کی پرورش کرے کہ انہیں ادب سکھائے۔ ان پر مہربانی کرے یہاں تک کہ اللہ انہیں بے نیاز کر دے تو اللہ اس کے لئے جنت واجب کر دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر دو کو، تو فرمایا یا دو کو۔ یہاں تک کہ اگر لوگ کہتے یا ایک کو تو حضور فرما دیتے، ایک کو اور اللہ جس کی پیاری دو چیزیں دور کر دے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون سی دو پیاری چیزیں۔ فرمایا اس کی دونوں آنکھیں۔ (شرح سنہ)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ کھانے پینے میں شامل کرنا عام ہے۔ خواہ اسے اپنے ساتھ کھلائے، پلائے یا اسے اپنے گھر میں رکھ کر اس کی پرورش کرے یا یتیم خانہ بنا کر ان پر خرچ کرے۔

ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ یعنی شرک و کفر کہ یہ گناہ قابل بخشش نہیں۔ ربّ کائنات فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ اسی طرح حقوق العباد بھی کسی نیک عمل سے معاف نہیں ہوتے وہ تو ادا کرنا ہی

پڑیں گے یا حق والے سے معاف کرانا ہوں گے۔

(مرقات)

عموماً بیٹوں سے دنیاوی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں کہ یہ جوان ہو کر ہماری خدمت کریں گے' ہمیں کما کر کھلائیں گے۔ لڑکیوں سے یہ امید نہیں ہوتی اس لئے لڑکیوں کا پالنا' ان پر صبر کرنا زیادہ ثواب ہے۔ لڑکی سے مراد خواہ بیٹی ہو یا بہن ہو۔ انہیں سکھانے سے مراد ہے علم دین سکھانا' سینا پرونا اور جن ہنروں کی ان کو ضرورت ہے وہ سکھانا جس سے وہ کسی کی محتاج نہ رہیں۔ صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ یہاں جوابِ عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ کی رحمتیں اور اس کی بخششیں حضورؐ کے قبضہ میں دی گئی ہیں۔ جس نعمت کو چاہیں عام فرمادیں۔

(مرقات)

دیکھو جو وعدہ تین لڑکیوں کے پالنے پر کیا گیا تھا ایک اُمتی کے سوال پر وہی وعدہ دو بیٹیوں کے پالنے پر ہو گیا۔ یہ ہے حضورؐ کا مختار من اللہ ہونا۔

اس جگہ حضرت شیخ محدث عبدالحق دہلوی" فرماتے ہیں کہ " احکام مفوض است برآں حضرت ہرچہ خواہد کند و بہرکہ خواہد بکند و ہر کہ خواہد تخصیص نماید "

یعنی تمام احکام اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے سپرد کر دیئے ہیں جو کچھ چاہیں کریں اور جو نہ چاہیں نہ کریں اور جس کی چاہیں تخصیص کر دیں۔

(مرأت' اشعۃ اللمعات' ۱۹ تمہ)

حدیث : ۹۶

وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَّ عَنْ لَحْمِ اَخِيْهِ بِالْمَغِيْبَةِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّعْتِقَهٗ مِنَ النَّارِ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:۔

حضرت اسماءؓ بنت یزید سے روایت ہے' فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے بھائی کے گوشت سے اس کی پیٹھ پیچھے اس کے گوشت سے دفاع کرے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ اسے آگ سے آزاد کرے۔

(بیہقی' شعب الایمان' مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

تشریح:۔

حضرت اسماء (رضی اللہ عنہا) بنت یزید ابن سکنؓ مشہور صحابیہ ہیں' انصاریہ ہیں' بڑی عاقلہ' بڑی عابدہ تھیں۔ آپ سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ (مرأت)

لَحْمِ اَخِيْهِ یعنی بھائی کے گوشت سے مراد ہے مسلمان بھائی کی غیبت۔ دفع کرنے سے مراد ہے غیبت نہ ہونے دینا یا اس کا جواب دے دینا۔

يُعْتِقَهٗ مِنَ النَّارِ آگ سے آزادی کا مژدہ ہے اس کے لئے جو کسی

گنہگار مسلمان کی غیبت نہ ہونے دے اور اس کی پسِ پشت حمایت کرے تو جو کوئی سید الانبیاء محبوبِ کبریاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بدگو دشمنوں کو جوابات دے۔ ناموسِ رسالتؐ پر ہونے والے حملوں کا مؤثر جواب دے اور حضورؐ کی صفات عالیہ کے گیت گائے۔ سوچ لو کہ اس خوش نصیب کا درجہ کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فان ابی والدتی و عرضی
لعرضی محمدٌ منکم وقآء

"میرے ماں باپ میری عزت و آبرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و آبرو کے لئے تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہیں"۔

(مرأت)

حدیث: ۹۷

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ) مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:۔

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہیں جو اپنے ہمراہیوں کے لئے بہتر ہوں اور اللہ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہیں جو اپنے پڑوسی کے لئے اچھے ہوں۔

(ترمذی' داری' ترمذی)

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے)

تشریح:۔

خَیْرُ الْاَصْحَاب "بہترین ساتھی" یہاں ساتھی سے مراد عام ساتھی ہیں۔ سفر کے ساتھی' مدرسہ کے ساتھی' گھر کے ساتھی' غرضیکہ مسلمان کو چاہیے کہ ہر ساتھی کے ساتھ اچھا سلوک کرے' ان کی خیر خواہی کرے' ان سے اچھا برتاؤ کرے انہیں بُری باتوں سے روکنا' اچھی راہ دکھانا سب ہی اس میں داخل ہے۔ "خَیْرُ الْجِیْرَان" یعنی بہترین پڑوسی۔ شارح مشکوٰۃ نے فرمایا کہ عبادات کی درستی سے بھی زیادہ اہم ہے معاملات کی درستی' پڑوسی سے ہر وقت معاملہ رہتا ہے اس لئے اس سے اچھا برتاؤ کرنا بہت ضروری ہے۔ اس کے بچوں کو اپنی اولاد سمجھے۔ اس کی عزت ذِلّت کو اپنی عزت ذِلّت سمجھے' پڑوسی اگر کافر بھی ہو تب بھی اس کے حقوق ادا کرے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کا پڑوسی یہودی تھا' سفر میں گیا اس کے بال بچے گھر میں رہ گئے۔ رات کو یہودی کا بچہ روتا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ بچہ کیوں روتا ہے؟ یہودن بولی "گھر میں چراغ نہیں ہے' بچہ اندھیرے میں گھبراتا

ہے" اس دن سے آپ روزانہ چراغ میں خوب تیل بھر کر روشن کر کے یہودی کے گھر بھیج دیا کرتے تھے۔ جب یہودی لوٹا' اس کی بیوی نے یہ واقعہ سنایا۔ یہودی بولا کہ جس گھر میں بایزید" کا چراغ آگیا وہاں اندھیرا کیوں رہے۔ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ سبحان اللہ۔ (مرأت المناجیح)

حدیث : ۹۸

وَعَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ لِیْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ وَ اِذَا اَسَاْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتَ جِیْرَانَکَ یَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَ اِذَا سَمِعْتَہُمْ یَقُوْلُوْنَ قَدْ اَسَاْتَ فَقَدْ اَسَاْتَ (رَوَاہُ اِبْنُ مَاجَۃَ

مشکوٰۃ باب الشفقۃ علی الخلق

ترجمہ:۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا' یارسول اللہ میں کیسے جانوں جب کہ میں بھلائی کروں یا جب کہ میں برائی کروں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم

اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تم نے بھلائی کی تو واقعی تم نے بھلائی کی اور جب تم انہیں کہتے سنو کہ تم نے برائی کی تو واقعی تم نے برائی کی۔ (ابن ماجہ)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ مفتی احمد یار خان نعیمیؔ فرماتے ہیں کہ سائل نے عرض کیا کہ مجھے تو اپنے سارے کام ہی اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر واقعہ میں اچھے کام اور بُرے کام کی علامت کیا ہے' یہاں کام سے مراد معاملات ہیں۔ عقائد اور عبادات میں کسی کے اچھا اور بُرا کہنے کا اعتبار نہیں۔ معاملات میں اچھائی بُرائی کی علامت یہ ہے کہ تمہارے سارے پڑوسی قدرتی طور پر تم کو اچھا کہیں یا بُرا کہیں' قدرتی بات ہے کہ بعض بندوں کے لئے خود بخود اچھائی نکلتی ہے۔ حضورؐ کا ارشادِ گرامی ہے۔ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ مسلمانوں کی زبان خالق کا قلم ہے۔ پڑوسی چونکہ چھپے حالات سے واقف ہوتے ہیں اس لئے یہاں پڑوسی کی قید لگائی۔ اپنے متعلق خود فیصلہ نہ کرو کہ ہم اچھے ہیں یا بُرے۔ مخلوق کی زبان سے وہی نکلتا ہے جو ربّ نکلواتا ہے۔ آج بعض قبر والوں کو لوگ ولی اللہ کہہ رہے ہیں' ان کے مزارات پر میلے لگے ہوتے ہیں۔ یہ ہے خلق کی زبان۔ (مرأت ج ٦)

حدیث ۹۹

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ قُرَادٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ یَوْمًا فَجَعَلَ اَصْحَابُهٗ یَتَمَسَّحُوْنَ

بِوُضُوئِهٖ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحْمِلُكُمْ عَلٰى هٰذَا قَالُوا حُبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَوْ يُحِبَّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلْيَصْدُقْ حَدِيْثَهٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْيُؤَدِّ اَمَانَتَهٗ اِذَا اؤْتُمِنَ وَلْيُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهٗ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد سے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن وضو کیا تو حضورؐ کے صحابہ آپکے بقیہ وضو کو اپنے پر ملنے لگے تو ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم کو اس پر کیا چیز ابھارتی ہے۔ وہ بولے' اللہ اور رسول کی محبت۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا جسے یہ پسند ہو کہ اللہ و رسولؐ سے محبت کرے یا اس سے اللہ رسولؐ محبت کریں تو وہ جب بات کرے تو سچی کرے' جب امین بنایا جائے تو امانت ادا کرے اور اپنے پڑوسی کا پڑوس اچھا نبھائے۔ (بیہقی شعب الایمان)

تشریح:۔

يَتَمَسَّحُوْنَ صحابہ کرامؓ برکت حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ نبی کریم

رؤف الرحیم ﷺ کے وضو کا مستعمل پانی ہاتھوں اور منہ پر ملتے تھے۔ حضور ﷺ کا جسم انور سراپا نورؑ ہے لہٰذا جو پانی جسم انور سے مس ہو جاتا وہ نورانی ہو جاتا۔ ہمارے وضو اور غسل کا مستعمل پانی قابلِ استعمال نہیں ہوتا مگر حضور ﷺ کا استعمال شدہ پانی پاک' طیّب اور طاہر ہے بلکہ پاک کرنے والا ہے۔ حضورؐ کے اعضائے مبارکہ سے مس ہونے والے پانی کی تاثیر کا کیا ٹھکانہ! سبحان اللہ۔

مَایَحْمِلُکُمْ حضورؐ کا یہ دریافت فرمانا آنے والے مضمون کا ابتدائیہ ہے ورنہ حضور انور ﷺ ہر شخص کی دِلی کیفیت سے بھی آگاہ ہیں۔ بقول مولانا رومؒ

اے فروغتِ صبح آثار و دھور
چشم تو بینندۂ ما فی الصدور

حُبُّ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ صحابہ کرامؓ کا جواب محبت الٰہی اور عشق رسول ﷺ کا غماز ہے کہ حضور ﷺ ہمارے محبوب ہیں اور دلوں کا چین اور قرار ہیں جو پانی جسم اطہر سے مس ہو جائے ہمیں وہ پیارا لگتا ہے اس لئے اسے چومتے ہیں۔

فَلْیَصْدُقْ حَدِیْثَہٗ یعنی ہمارے غسالہ سے برکت حاصل کرنا تو درست ہے اور اس میں فیوض و برکات بہت ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے نسبتِ محبت استوار کرنے کے لئے یہ عمل کافی نہیں۔ یہ کام نفس پر گراں نہیں۔ یہ کام تو منافقین بھی کر لیتے ہیں۔ اللہ اور رسول ؐ کی محبت کے لئے

ان کی اطاعت و فرمانبرداری بھی ضروری ہے کہ وہی نفس کے لئے مشکل ہے۔
سچائی، امانت اور پڑوسی کا خیال، یہ تینوں کام اصلاحِ احوال اور درستی معاملات کی بنیاد ہیں اس لئے ان کا ذکر فرمایا۔ جو مسلمان اپنے معاملات درست کرے گا اسے عبادات درست کرنا آسان ہو گا اور معاملات میں زبان سچی، ہر قسم کی امانت کی ادائیگی اپنے پڑوسیوں سے اچھا سلوک بڑی ہی اہم چیزیں ہیں۔ کسی کو آزمانا ہو تو کثرتِ نوافل و عبادات سے نہ آزماؤ بلکہ معاملات سے آزماؤ۔ اگر معاملات درست ہیں تو واقعی کامل ہے۔ آج کل نمازی، حاجی، صوفی اور قاری تو بہت ہیں مگر سچے امتی تھوڑے۔ اعلانِ نبوت سے پہلے ہی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صادق اور امین کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

حدیث ۱۰۰

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصِیَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَیْرَ اَنَّهَا تُؤْذِیْ جِیْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِیَ فِی النَّارِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ قِلَّةُ صِیَامِهَا وَ صَدَقَتِهَا وَصَلَاتِهَا وَ اِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ

الْقِسْطِ وَلَا تُوْذِیْ بِلِسَانِهَا جِيْرَانَهَا قَالَ هِيَ فِي الْجَنَّةِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ؐ فلاں بی بی کی نماز' روزے اور اس کے صدقات کا چرچہ ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ستاتی ہے۔ فرمایا وہ آگ میں ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ؐ فلاں عورت اس کی نماز' روزے صدقات کی کمی کا ذکر ہوتا ہے وہ تو پنیر کے کچھ ٹکڑے ہی خیرات کرتی ہے اور وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی۔ فرمایا وہ جنتی ہے۔

(احمد' بیہقی شعب الایمان' مشکوٰۃ باب الشفقتہ والرحمتہ علی الخلق)

تشریح:

یہاں شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ شاید کہنے والے نے اس بی بی کا نام لیا ہوگا مگر راوی کو یاد نہ رہا یا قصداً" نہ لیا تاکہ اس مومنہ کی رسوائی نہ ہو۔ زبان کا ذکر اس لئے کیا کہ اکثر لوگ دوسروں کو زبان سے تکلیف دیتے ہیں۔ لڑنا بھڑنا' غیبت چغلی کھانا وغیرہ زبان کا زخم سناں کے زخم سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے کہ یہ مرہم سے بھر جاتا ہے مگر وہ نہیں بھرتا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

جراحات السّہام لھا التیام
ولا یلتام ما جرح للسّان

ھِیَ فِی النَّار یعنی یہ کام دوزخیوں کے ہیں، اگر یہ عبادت گزار بی بی اپنی تیز زبان سے توبہ نہ کرے گی تو اولا" دوزخ میں جائے گی۔ نوافل پڑھنے سے لوگوں کے حق معاف نہیں ہوتے پھر سزا بھگت کر جنّت میں جائے گی لہٰذا یہ حدیث اس قانون کے خلاف نہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ کوئی فاسق نہیں۔ بعض صحابہ سے گناہ ہوئے مگر وہ قائم نہ رہے توبہ کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔

تُذْکَرُ قِلَّۃً یعنی وہ نفلی نماز، نفلی صدقات کم کرتی ہے فرضی نماز میں کمی مراد نہیں کیونکہ یہ تو فسق ہے صحابہ کرام فسق سے محفوظ ہیں۔

تَصَدَّقَ بِالْاَثْوَارِ یعنی وہ بی بی صاحبہ مسکین غریب ہیں۔ معمولی چیز یعنی کچھ پنیر ہی خیرات کر سکتی ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفلی عبادات کی کمی مراد ہے کہ پنیر کے ٹکڑے قطرے زکوٰۃ وغیرہ میں خیرات نہیں کئے جاتے۔ صرف نفلی صدقات میں دیئے جاتے ہیں۔

ھِیَ فِی الْجَنَّۃ اس فرمان عالی سے ہم لوگوں کے کان کھل جانے چاہئیں ہم میں سے اکثر لوگ اصول چھوڑ کر فضول میں کوشش کرتے ہیں۔ فرائض کی پرواہ نہیں، نوافل پہ زور۔ معاملات خراب، وظیفوں، چِلّوں، کا اہتمام کرتے ہیں۔ دوا کے ساتھ پرہیز ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ معاملات کی درستی نصیب فرمائے۔ آمین۔

(مراٰت)

حدیث : ۱۰۱

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلٰی نَاسٍ جُلُوْسٍ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِخَیْرِکُمْ مِنْ شَرِّکُمْ قَالَ فَسَکَتُوْا فَقَالَ ذٰلِکَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنَا بِخَیْرِنَا مِنْ شَرِّنَا فَقَالَ خَیْرُکُمْ مَنْ یُرْجٰی خَیْرُهٗ وَیُؤْمَنُ شَرُّهٗ وَشَرُّکُمْ لَا یُرْجٰی خَیْرُهٗ وَلَا یُؤْمَنُ شَرُّهٗ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بیٹھے ہوئے لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اچھوں بروں کی خبر نہ دوں- راوی کہتے ہیں کہ حاضرین خاموش رہے تو یہ تین بار فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ہم کو ہمارے بُرے .عملوں ں خبر دیجئے تو فرمایا کہ تمہارا بھلا وہ شخص ہے جس سے خیر کی امید کی جائے اور اس کے شر سے اطمینان کیا جائے اور ر تمہارا بُرا وہ شخص ہے جس سے خیر کی امید نہ کی

جائے اور اس کے شر سے امن نہ ہو۔ (ترمذی، بیہقی شعب الایمان اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، مشکوٰۃ باب الشفقۃ علی الخلق)

تشریح:

حضور ﷺ ایک مجلسِ صحابہ پر گزرے تو وہاں کھڑے ہو گئے، ٹھہر گئے اور پہلے لوگوں سے یہ سوال فرمایا تاکہ ترغیب اور تعلیم ہو اور دلوں میں جم جائے۔

فَسَكَتُوا وہ حضرات اس لئے خاموش رہے کہ شاید حضور ﷺ ہمارے نام لیکر فرمائیں گے کہ فلاں اچھا ہے فلاں بُرا جس سے ہمارے پردے فاش ہو جائیں گے اس لئے خاموشی بہتر ہے تاکہ ہمارے پردے رہیں۔

ثَلٰثَ مَرَّاتٍ یعنی تین بار فرمایا، حضورؐ کا منشایہ تھا کہ یہ حضرات خود اشتیاق ظاہر کریں تو ہم بتائیں تاکہ یہ حضرات اشتیاق کا ثواب پائیں اور ہمارا کلام بغور سنیں اس لئے بار بار سوال فرمایا اور خود ہی بیان نہ فرما دیا۔ حضور انورؐ وہ سخی ہیں جو تقاضے کر کر کے فقیروں کو بھیک دیتے ہیں۔

فَقَالَ رَجُلٌ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ان صاحب نے محسوس فرمایا کہ حضور انورؐ کو اس فرمانِ عالی کی رغبت ہے اور حضورؐ فرمانا چاہتے ہیں۔ اس رغبت میں اللہ تعالٰی کی حکمت ہے لہٰذا عرض کیا کہ حضورؐ ضرور فرمائیں۔ حضورؐ کے ارادہ مبارکہ میں ہمارا بھلا ہی ہو گا۔ خَیْرُکُمْ مَنْ یُّرْجٰی خَیْرُہٗ یعنی قدرتی طور پر لوگوں کے دلوں میں اس کی طرف سے اطمینان ہو کہ یہ شخص کسی کو تکلیف نہیں

دیتا' ہو سکے تو خیر خواہی ہی کرتا ہے۔

لَا یُرْجٰی خَیْرُہٗ یعنی قدرتی طور پر لوگ اس سے ڈرتے ہوں کہ یہ شخص خطرناک ہے اس سے بچو اس سے خیر نہ پہنچے گی شر ہی پہنچے گا معلوم ہوا کہ لوگوں کے دل ان کی زبان رب کا قلم ہے لہٰذا جسے عام طور پر لوگ ولی کہیں' وہ عنداللہ ولی ہی ہے۔ (مراۃ)

حدیث ۱۰۲

وَعَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ اِبْنَتُكَ مَرْدُوْدَةً اِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت سراقہ ابن مالک سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو بہترین صدقہ پر رہبری نہ کروں۔ تمہاری وہ بیٹی جو تم تک لوٹا دی جائے تمہارے سواء اس کا کوئی کمانے والا نہ ہو۔ (ابن ماجہ)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ سراقہ ابن مالک ابن جعشم ہیں۔ قبیلہ بنی

مدلج سے آپ صحابی ہیں۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ یہاں صدقہ سے مراد شرعی صدقہ' واجبہ نہیں کہ وہ تو اپنی اولاد کو جائز نہیں بلکہ مراد نیکی اور کار ثواب ہے اس کا بہترین نیکی ہونا اس لئے ہے کہ اس میں حقِ قرابت کا ادا کرنا بھی ہے اور بے کس کی پرورش بھی اور ایک عصمت والی بی بی کی حفاظت بھی۔

لَیْسَ لَھَا کَاسِبٌ غَیْرُکَ یعنی وہ تمہاری بیٹی جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو یا پاگل دیوانہ ہو گیا ہو یا گم ہو گیا ہو یا اس نے طلاق دے دی' مگر لڑکی کسی مجبوری کی وجہ سے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی یا اسے اچھا رشتہ ملتا نہیں' اس لئے وہ مجبورا" میکے میں آ گئی۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا' اس کی پرورش کرنا بہترین صدقہ ہے کہ وہ اب بے آس ہو کر تمہارے سہارے پر تمہارے پاس آئی۔ بعض لوگ خود لڑکیوں کو اپنے گھر بٹھا لیتے ہیں اسے بلا وجہ بسنے نہیں دیتے' وہ یہاں مراد نہیں۔ ایسے لوگ تو بڑے مجرم ہیں اسی لئے یہاں مَرْدُوْدَۃٌ ارشاد ہوا۔

(مرأت المناجیح)

حدیث : ۱۰۳

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْکَ وَفِیْ

رِوَایَۃٍ قَالَ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ فَاَدْنَاكَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) مشکوٰۃ باب البر والصلۃ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے اچھے برتاوے کا زیادہ حقدار کون ہے فرمایا تمہاری ماں، عرض کیا پھر کون، فرمایا تمہاری ماں، عرض کیا پھر کون، فرمایا تمہاری ماں، عرض کیا پھر کون، فرمایا تمہارا باپ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہارا باپ، پھر تمہارا قریبی، پھر قریبی

تشریح:۔

صحابہ صاد کے کسرہ سے بمعنی مدد یا برتاوا خدمت، اسی سے ہے صحبت وہ ہمراہی جو الفت، خدمت و مدد کے ساتھ ہو۔ اسلئے جن کفار نے حضور انورؐ کے ساتھ مجلس کی انہیں صحابی نہیں کہا جاتا کہ وہ ہمراہی الفت و خدمت کے ساتھ نہ تھی یعنی میرے رشتہ دار قریبی دور کے بہت ہی ہیں اچھا برتاوا کس سے کروں اس کا کون مستحق ہے۔

ثُمَّ اَبُوْكَ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے کیونکہ ماں بچہ پر تین احسان کرتی ہے، باپ ایک احسان۔ پیٹ میں رکھنا، جننا، پرورش کرنا لیکن باپ صرف پرورش ہی کرتا ہے۔ بیٹا ماں باپ دونوں کی

خدمت کرے مگر مقابلہ کی صورت میں ادب و احترام باپ کا زیادہ کرے۔ خدمت و انعام ماں کی زیادہ۔ (اشعۃ اللمعات)

والدین کے ساتھ سلوک یہ ہے کہ ان سے نرم اور نیچی آواز سے کلام کرے۔ مالی و بدنی خدمت کرے۔ صرف اپنے نوکروں سے ہی ان کا کام نہ کرائے بلکہ خود کرے' ان کا ہر جائز حکم تسلیم کرے۔ انہیں نام لے کر نہ پکارے' اگر وہ غلطی پر ہوں تو نرمی سے ان کی اصلاح کرے' اگر قبول نہ کریں تو ان پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے۔ ان کی سختی پر تحمّل کرے۔ یہ آداب قرآنِ پاک میں حضرت ابراھیمؑ کے عمل شریف میں مذکور ہیں۔

فَاَدْنَاکَ یعنی ماں باپ کے ساتھ ان کے عزیزوں کے حق بھی ادا کرے کہ چچا' ماموں' دادا' نانا' بہن' بھائی وغیرہ۔ سب کے درجہ بدرجہ حقوق ادا کرے۔ (مراۃ)

یہاں شارح مسلم بحوالہ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں کہ ماں کا حق مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اولاد کی تربیت میں ماں کو زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔ ماں کی اولاد پر شفقت زیادہ ہوتی ہے۔ حمل' وضعِ حمل' دودھ پلانے اور پرورش کے دیگر مراحل طے کرنے میں ماں کو زیادہ مشقّت اٹھانا پڑتی ہے۔ خیال رہے کہ سب سے زیادہ حُسنِ سلوک کی حقدار ماں ہوتی ہے پھر باپ اور اس کے بعد قرب کے اعتبار سے درجہ بہ درجہ رشتہ دار۔ حارث محاسی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ ماں کا درجہ باپ سے زیادہ ہے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جمہور

کا یہی نظریہ ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ دونوں کا درجہ برابر ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ قول امام مالک کا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ماں کا درجہ زیادہ ہے اور یہی احادیثِ صحیحہ سے مستفاد ہے۔ مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر بڑھا دی جائے اور اس کے رزق میں زیادتی کی جائے وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اور صِلَہ رحمی کرے۔

(شرح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی)

حدیث : ۱۰۴

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَیْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

مشکوٰۃ باب البر والصلۃ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی ناک رگڑ جائے، اس کی ناک رگڑ جائے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کس کی؟ فرمایا اس کی جو اپنے ماں باپ کو پائے اور ان میں ایک یا دونوں

بڑھاپے میں ہوں پھر جنت میں نہ چلا جائے۔ (مسلم)

تشریح۔

رَغِمَ اَنْفُہٗ یعنی وہ ذلیل ہو جائے' وہ ذلیل ہو جائے' ناک رگڑنے سے مراد ذِلّت و خواری ہے۔ ناک رگڑنے سے مراد ہے کہ وہ تباہ و برباد ہوا۔

اَحَدُھُمَا اور کِلَاھُمَا یہ دونوں عندالکبر کا فاعل ہیں' لہٰذا مرفوع ہیں یعنی انہیں اس حال میں پائے کہ وہ دونوں یا ایک' بڑھاپے کی قید اس لئے لگائی کہ اس وقت ہی خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور بارگاہِ الٰہی میں بوڑھے کی دُعا زیادہ قبول ہوتی ہے وہ کریم' سفید داڑھی بالوں والے بندے کے پھیلے ہوئے ہاتھ خالی نہیں پھیرتا۔ اولاد کو چاہیے کہ ایسے وقت اور ایسے وقت کی خدمت کو غنیمت جانیں۔

ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّۃَ اس طرح کہ ان کی نافرمانی کرے یا ان کی خدمت میں کمی کرے یا انہیں سخت الفاظ اور درشت لب ولہجے میں جواب دے۔ خیال رہے کہ بڑھاپے میں مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے اور غصہ بڑھ جاتا ہے' ایسے وقت میں ان کی سخت باتوں کو برداشت کرتا رہے' ایسے حالات میں ان کو راضی رکھے۔ انشاء اللہ دونوں جہاں میں آرام پائے گا' قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَاِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلَاھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا" بڑھاپے کا ذکر بار بار اس لئے ہوتا ہے کہ وہ وقت سنبھالنے کا ہوتا ہے جس نے وہ وقت سنبھال لیا اس نے کمائی کر لی ایسے آڑے وقت میں ان پر دل کھول کر خرچ بھی کرے' ان

کی خدمت بھی کرے، ان کے لئے دُعا بھی کرے۔ بچپن میں یہ مجبور تھا تو والدین نے پرورش کی، نگہداشت کی اور اب وہ مجبور ہیں تو یہ انہیں سنبھالے، اللہ کی رحمت اسے سنبھالے گی۔

(مرقات)

یہاں صاحب شرح مسلم فرماتے ہیں کہ عن ابی بکر قال من زار قبر ابویه او احدهما فی کلّ یوم الجمعة فقراء عنده یٰس غفرله

(کامل لابن عدی)

یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کے دن اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور وہاں سورہ یٰسین پڑھے تو اس شخص کی مغفرت ہو جائے گی۔ نیز حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ تین چیزوں کو دیکھنا عبادت ہے۔ ماں باپ کے چہرے کو دیکھنا، قرآن مجید کو، اور سمندر کو (ابو نعیم، شرح مسلم)

حدیث : ۱۰۵

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَكُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِی الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِی الْمَالِ مَنْسَاَةٌ

فِی الْاَثَرِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ) مشکوٰۃ باب البر والصلۃ

ترجمہ:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے نسب یاد رکھو' جس سے اپنے رشتے جوڑو کیونکہ رشتے جوڑنا گھر والوں میں محبت ہے' مال میں برکت ہے' عمر میں درازی ہے۔

(ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح:۔

مَاتَصِلُوْنَ بِہٖ اَرْحَامَکُمْ اپنے ددھیال ننھیال کے رشتے یاد رکھو اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ کس سے ہمارا کیا رشتہ ہے تاکہ رشتوں کے مراتب کے مطابق حقوق ادا کئے جائیں۔ صِلَہ رحمی کا ناطہ قائم رہے گا۔ اگر تم کو رشتوں کی خبر نہ ہوگی تو ان سے سلوک کیسے کرو گے؟

مِثْرَاۃٌ بنا ہے ثریٰ سے بمعنی کثرت۔ اسی سے "ثروت" ہے۔ مثرات کے معنی ہیں مال میں اضافہ اور ذریعہ برکت۔

مَنْسَاۃٌ بنا ہے نساء سے بمعنی تاخیر یا دیر۔ اس لئے ادھار کو نسیہ کہتے ہیں کیونکہ اس کی وصولی میں دیر ہوتی ہے۔

صلہِ رحمی سے انسان کی عمر میں برکت ہوتی ہے۔ راحت' چین اور سکون کے باعث نعمتِ عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ قطع رحمی سے کشیدگی اور پریشانی

جنم لیتی ہے جبکہ صلہ رحمی سے خوشی و مسرت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور قربتوں اور محبتوں کی فراوانی ہوتی ہے۔ (مرأت)

حدیث : ۱۰۶

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيْ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) مشکوٰۃ باب البر والصلۃ

ترجمہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں جو یہ کہہ چکا ہو لیکن جوڑنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑ دے۔

(بخاری، مشکوٰۃ باب البر والصلۃ)

تشریح:

وَصَلَهَا وہ اسے جوڑ دے، جو شخص اپنے عزیزوں سے سلوک کرے وہ کچھ کریں تو بدلہ چکانے کے لئے جواباً" کچھ کرے تو یہ کوئی کمال نہیں۔ کامل رشتے جوڑنے والا وہ ہے جو اپنے عزیزوں کی برائی کا بدلہ بھی بھلائی سے دے۔ وہ زیادتی کریں اور یہ حُسنِ سلوک کا مظاہرہ کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف

صِلۂ رحمی اور حسنِ سلوک کی اکمل تفسیر ہے۔ حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کے ستم سہ کر ان کی پرورش فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" غرض یہ کہ یہ حدیث طیبہ کمال اخلاق کی تعلیم دے رہی ہے۔ آج تعلیماتِ نبوی ﷺ سے دُوری کی وجہ سے گھروں قبیلوں اور خاندانوں سے سکھ چین رخصت ہو رہا ہے۔ وہ ہمارے باپ کی وفات پر نہ آیا ہم اس کے کسی رشتے دار کی موت پر تعزیت کیوں کریں؟ اس طرح کا تصوّر حضور ﷺ کی تعلیمات کے منافی ہے۔ کاش کہ آج ہم پھر حضورؐ کی تعلیماتِ مقدّسہ کو سمجھیں اور رشتوں کے تقدّس کو کسی صورت پامال نہ ہونے دیں۔

(مراٰت)

حدیث : ۱۰۷

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَیَقْطَعُوْنِیْ وَاُحْسِنُ اِلَیْهِمْ وَیُسِیْئُوْنَ اِلَیَّ وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَیَجْهَلُوْنَ عَلَیَّ فَقَالَ لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا یَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِیْرٌ عَلَیْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰی ذٰلِكَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکٰوۃ باب البر والصلۃ۔

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے قرابت دار ہیں میں ان سے جوڑتا ہوں وہ مجھ سے توڑتے ہیں' میں ان سے بھلائی کرتا ہوں وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں' میں ان سے بردباری سے برتتا ہوں وہ مجھ پر جہالت کرتے ہیں تو فرمایا کہ اگر تو ویسا ہی ہے جیسا کہہ رہا ہے تو تو انکے منہ میں بھوبل ڈال رہا ہے اور تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے ان پر مددگار رہے گا جب تک تو اس حال پر رہے۔ (مسلم)

تشریح:

قرابت سے مراد ذی قرابت یعنی رشتہ دار ہیں۔ یہ صاحب ان کی شکایت بارگاہِ رسالت میں کر رہے ہیں۔ عرض کرتے ہیں کہ میں ہر طرح ان کی برائیوں کا بدلہ بھلائی سے دیتا ہوں۔ یہ دوسروں کی غیبت یا اپنی شیخی مارنا نہیں بلکہ مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ تسف کے معنی ہیں ان کے منہ میں بھرتا ہے۔ ملّ میم کے فتح لام کے شد سے بمعنی گرم راکھ جسے اردو میں بھوبل کہا جاتا ہے۔ اس جملہ کے بہت معنی ہیں۔ (۱)۔ اس حالت میں ان لوگوں کو تیرا مال حرام ہے اور پھر وہ کھا رہے ہیں تو گویا اپنے منہ میں گرم راکھ بھر رہے ہیں۔ (۲)۔ ان کو ان حالات میں ایسی شرمندگی چاہئے کہ ان کے منہ جھلس جائیں جیسے بھوبل پڑ جانے سے منہ جھلس جاتا ہے۔ (۳)۔ ان کی برائیوں کے عوض تیرا ان سے سلوک کرنا گویا ان کے منہ میں بھوبل بھرنا ہے تو انہیں ذلیل کر رہا ہے۔ تیری عزت بڑھ رہی ہے اور ان کی شرمندگی و ذِلّت بڑھ رہی ہے۔ خیرات کرنے سے مال بڑھتا ہے اور عفوو کرم

سے عزت بڑھتی ہے۔

مَادُمْتَ عَلٰی ذٰلِکَ یعنی جب تک تیرا یہ علم اور برائی کے عوض بھلائی ہے تب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھے مدد پہنچتی رہے گی یا تجھ پر رب کی طرف سے فرشتہ مقرر رہے گا جو تجھے ان کے شر سے بچائے گا اور تیرے عزت و مال میں برکت دے گا۔ (مراٰت)

یہاں صاحب شرح مسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص قطع رحم کرنے والے کے ساتھ صِلۂ رحم کرتا ہے وہ ان کو جلی ہوئی راکھ کھلا رہا ہے۔ اس جلتی ہوئی راکھ کھانے کو اس عذاب سے تشبیہ دی ہے جو قطعِ رحم کرنے کی وجہ سے ان کو لاحق ہوگا اور اس میں حُسنِ سلوک کرنے والے پر کوئی ضرر نہیں ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کرنے والے کی مسلسل نیکیوں اور بدکار کی مسلسل جفاؤں سے وہ دل میں جلتا ہے اور اپنی بدسلوکی کا احساس کر کے اپنی حقارت محسوس کرتا ہے جیسے کسی کے منہ پر جلتی ہوئی آگ ڈال دی ہو نیز اس حدیث میں ہے کہ جب تک تم اس روش پر رہو گے، اللہ کی طرف سے ان کے مقابلہ میں تمہارا ایک مددگار رہے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی جفا کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں صبر کی توفیق دیکر تمہاری مدد کرے گا اور دنیا و آخرت میں تمہارا درجہ بلند کرے گا۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کے متعلق تمہیں یہ گمان ہے کہ وہ تمہارے سلام کا جواب نہیں دے گا تم اس کو سلام مت کرو کیونکہ تم سلام کر کے اس کو حرام کا مرتکب کر رہے ہو۔ یہ نکتہ غلط ہے بلکہ تم اس کو سلام کرو ہو سکتا ہے کہ وہ اس

سے توبہ کر لے اور تم کسی ظنی امر کی وجہ سے سُنت کو مت چھوڑو اور اس حدیث میں بھی اس قول کا رد ہے کیونکہ آپ نے سوال کرنے والے صحابی کو اس کے حُسنِ سلوک پر دوام اور بقاء کی ہدایت دی اور اس روش پر رہنے سے انسان کو بدی کے مقابلہ میں نیکی کرنے اور برائی کا جواب اچھائی سے دینے کا موقع ملتا ہے۔

(شرح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش کرو۔

حدیث : ۱۰۸

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنِّي اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيْمًا فَهَلْ لِيْ مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ لَا قَالَ وَهَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّهَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابن عمرؓ سے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا' یارسول اللہ میں نے بہت بڑا گناہ کر لیا ہے تو کیا میری توبہ ہو سکتی ہے؟ فرمایا کیا تیری ماں ہے' عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا تیری کوئی خالہ ہے' عرض کیا ہاں' فرمایا اس سے اچھا سلوک کرو۔

(ترمذی، مشکوٰۃ، باب البر والصلۃ)

تشریح:۔

اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِیْمًا یعنی میں نے قولی یا عملی بدترین گناہ کر لیا ہے، ایسے بدترین گناہ کی بھی توبہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ خیال رہے کہ یہاں سوال گناہ کے متعلق ہے کسی بندے کے حق کے متعلق نہیں کہ حق العبد بغیر ادا کئے یا بغیر اس صاحبِ حق کے معاف کئے معاف نہیں ہوتا۔

فَبَرَّهَا یہ ہے حضورؐ کی شان پردہ پوشی کہ اس سے یہ نہیں پوچھا کہ تو نے گناہ کیا کیا ہے تاکہ وہ لوگوں کے سامنے بیان کر کے رسوا نہ ہو۔ حضورؐ کو معلوم تھا کہ اس نے گناہ کیا ہے جو صِلَہ رحمی کی وجہ سے معاف ہو سکتا ہے، کسی کا حق نہیں مارا ہے جس کی معافی صِلَہ رحمی وغیرہ، نیک عمل سے نہ ہو سکے۔ اس فرمانِ عالی سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ صِلَہ رحمی سے گناہ معاف ہوتے ہیں کہ صِلَہ رحمی بھی نیکی ہے اور نیکیوں سے گناہوں کی معافی ہوتی ہے۔ ربِّ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ دوسرا یہ کہ چھپے گناہ کی توبہ بھی چھپ کر ہی کرے۔ ہاں علانیہ گناہ کی توبہ علانیہ کرے۔ اَلتَّوْبَةُ عَلٰی قَدْرِ الْحُوْبَةِ توبہ گناہ کے حد کی ہو۔ اس سے نبی کریمؐ کے علمِ غیب کا بھی ثبوت ہوا۔

(مراٰت)

حدیث : ۱۰۹

وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَہٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلِمَۃَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّھُمَا بِہٖ بَعْدَ مَوْتِھِمَا قَالَ نَعَمْ اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْھِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَھُمَا وَاِنْفَاذُ عَھْدِھِمَا مِنْ بَعْدِھِمَا وَصِلَۃُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِھِمَا وَاِکْرَامُ صَدِیْقِھِمَا

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ) مشکوٰۃ باب البر والصلۃ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو اسید ساعدیؓ سے فرماتے ہیں جب کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ بنی سلمہ کا ایک آدمی آیا عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا میرے والدین کی بھلائیوں میں سے کوئی بھلائی باقی ہے؟ جو میں ان کی موت کے بعد ان سے کروں' فرمایا ہاں ان کے لئے دعاءِ رحمت' ان کی بخشش کی دُعا' ان کے بعد ان کے وعدے پورے کرنا اور ان رشتوں کو جوڑنا جو ان ہی کی وجہ سے ہی جوڑے جائیں اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا۔

(ابو داوٗد' ابن ماجہ)

تشریح:-

اُسَیۡدِ سَاعِدی ؓ صحابی انصاری ہیں۔ تمام غزوات میں حضورؐ کے ساتھ رہے۔ آپ سے بہت محدثین نے روایات کیں۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ (۷۸) سال عمر پائی۔ ۶۰ ھ میں وفات ہوئی۔ آپ سارے بدری صحابہ میں آخری صحابی تھے۔ آپ کی وفات سے بدری صحابہ کا سلسلہ ختم ہوا بڑی عظمت والے تھے۔

هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرٍّ یعنی میرے والدین انتقال کر چکے ہیں اب میں ان سے کوئی سلوک کیسے کروں، دل کرتا ہے کہ سلوک کا سلسلہ جاری رہے۔ رحمتہ للعالمینؐ نے فرمایا، تم ان کے ساتھ چار قسم کے سلوک کر سکتے ہو۔ ایک تو انکے لئے دعائے خیر، اور ان کے گناہوں کی معافی کی رب سے درخواست دُعا میں نماز جنازہ بھی داخل ہے۔

(مرقات)

ہر نماز کے آخر میں رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ پڑھنا بھی ان کے نام پر صدقات و خیرات کرنا بھی ان کی طرف سے حج بدل کرنا یا کرانا بھی۔ ان کا سوال، دسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ کرنا بھی۔ الغرض یہ لفظ بہت جامع ہے۔

(مراۃ)

مزید یہ کہ خالقِ کائنات نے ہمیں یہ دعا مانگنا بھی بتایا ہے۔ ارشادِ باری ہے۔ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا والدین کی وصیت

پوری کرنا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کسی سے جو وعدہ کیا ہو اور بغیر پورا کئے مر گئے ہوں وہ پورا کرنا اس میں ادائے قرض بھی شامل ہے۔ بعض لوگ اپنے والدین کی اچھی رسمیں باقی رکھتے ہیں۔ یہ بھی اسی میں داخل ہے اگر والدین کسی تاریخ کو خیرات کرتے تھے یا میلاد شریف یا گیارھویں کرتے تھے تو وہ ہمیشہ نبھاتے رہیں۔ جس مسجد میں نماز پڑھتے تھے اس مسجد کی آبادی کی کوشش کرنا۔ جس خانقاہ سے انہیں عقیدت تھی اس خانقاہ سے وابستہ رہنا' یہ تمام صورتیں اسی حدیث میں داخل ہیں۔

لَا تُوصَلُ اِلَّا بِهِمَا اس فرمانِ عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ ہے کہ جن عزیزوں سے رشتہ صرف ماں یا باپ کی وجہ سے ہو دوسری وجہ سے نہ ہو ان سے سلوک کرنا کہ یہ میرے والدین کی خوشنودی کا ذریعہ ہے' اس میں بھائی' بہن' چچا' ماموں' پھوپھی' خالہ سب ہی داخل ہیں۔ دوسرا یہ کہ خالص رضاء والدین کے لئے ان سے سلوک کرنا اپنی ناموری یا شہرت وغیرہ کو دخل نہ دے' اس سے معلوم ہوا کہ بندوں کی رضا کے لئے کام کرنا بھی بعض صورتوں میں ثواب کا باعث ہے۔ لہٰذا حضورؐ کی رضا کے لئے نیک اعمال کرنا بالکل جائز ہے۔ شرک یا گناہ نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا حق والدین سے زیادہ ہے۔ مرقات اور اشعہ نے اسی دوسرے احتمال کو اختیار کیا۔ غرضیکہ ان عزیزوں کی والدین کی رضا کے لئے خدمت کرے اور والدین کی رضا اللہ و رسولؐ کے لئے چاہیے۔

اِكْرَامُ صِدِيْقِهِمَا احترام میں تعظیم و اکرام بھی شامل ہے اور ان کی خدمت ان پر مال خرچ کرنا بھی شامل ہے۔ بیٹے کو چاہیئے کہ باپ کے دوستوں سے

اچھا سلوک کرے اور ماں کی سہیلیوں کی قدر کرے۔

(مرأت)

حدیث ۱۱۰

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَمُوْتُ وَالِدَاہُ اَوْ اَحَدُہُمَا وَاِنَّہٗ لَہُمَا لَعَاقٌّ فَلَا یَزَالُ یَدْعُوْ لَہُمَا وَیَسْتَغْفِرُ لَہُمَا حَتّٰی یَکْتُبَہُ اللّٰہُ بَارًّا (رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ باب البر والصلۃ

ترجمہ:

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی بندہ جس کے ماں باپ یا ان میں سے ایک فوت ہو جائے اور وہ ان کا نافرمان ہو پھر وہ ان کے لئے دعا کرتا رہے، بخشش مانگتا رہے۔ حتیٰ کہ اللہ اسے نیکوکار لکھ دیتا ہے۔

(بیہقی شعب الایمان)

تشریح:

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ والدین کی نافرمانی میں حق اللہ کی تلفی بھی ہے اور حق العباد کی بربادی بھی۔ لہٰذا یہ ڈبل گناہ بھی ہے اور ماں باپ کا حق مارنا بھی اور یہ گناہِ کبیرہ ہے۔

يَدْعُوَلَهُمَا وَيَسْتَغْفِرُلَهُمَا یعنی یہ نافرمان والدین کی وفات کے بعد اولا" نافرمانی سے توبہ کرے۔ پھر مرتے دم تک ان کے لئے گناہوں سے بخشش کی دعا اور ایصالِ ثواب کرتا رہے تو ربِ تعالیٰ برزخ میں اسکے والدین کو اس سے راضی کردے گا۔ یاد رہے کہ گناہِ کبیرہ بغیر توبہ معاف نہیں ہوتا۔

(مرقات)

ہم لوگ ماں باپ کی وفات کے بعد ان کا ۳ واں، ۴۰ واں، ۱۰ واں اور برسی وغیرہ یا وقتاً" فوقتاً" ان کے نام پر جو خیرات کرتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے بلکہ ہر نمازی نماز ختم کرتے وقت ماں باپ کو دعائیں دیکر سلام پھیرتا ہے۔ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ۔

(مراٰت)

حدیث ۱۱۱

وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً قَالُوْا وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَطْيَبُ

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ باب البر والصلۃ

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی اپنے ماں باپ سے بھلائی کرنے والا لڑکا جو اپنے والدین کو ایک نظرِ رحمت سے دیکھے مگر اللہ اس کے لئے نظر کے عوض مقبول حج لکھتا ہے' عرض کیا کہ اگرچہ ہر دن سو بار دیکھے فرمایا ہاں اللہ سب سے بڑا ہے اور سب سے پاک ہے۔

(بیہقی شعب الایمان)

تشریح:

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اطاعت شعار لڑکے کو فرمانبرداری کا ثواب تو ملے گا ہی لیکن پیار اور محبت سے انہیں دیکھنے کا الگ ثواب ملے گا۔ غور کیجئے کہ جب والدین کے دیکھنے کا اتنا ثواب ہے تو جو مومن ان آنکھوں سے حضورؐ کا چہرہ انور محبت سے دیکھے اس کو ثواب کتنا ملے گا۔ اس کا اندازہ میری عقل سے وراء ہے۔ سرکار دو جہاں ﷺ کے نامِ پاک کو محبت سے دیکھنا چومنا بھی ثواب ہے۔

خوشا وہ وقت کہ طیبہ مقام تھا ان کا
خوشا وہ وقت کہ دیدار عام تھا ان کا

عرض کیا گیا کہ اگر دن میں سو بار دیکھے تو پھر۔ (شاید) سائل نے سمجھا ہو گا کہ دن بھر کی نگاہیں ایک بار میں شمار ہوں گی اس لئے یہ سوال کر کے مسئلہ حل

کرا لیا کہ اگر والدین کو دن بھر میں سَو دفعہ بھی اگر نظرِ رحمت سے دیکھا جائے تو ہر بار دیکھنے کا ثواب حجِ مقبول ہے۔

(مرأت)

حضورؐ کا جواب اللہ اکبر سے دنیا اس لئے ہے کہ اللہ کو ایسی چیزوں کی پرواہ نہیں کہ کتنا دیا اور کتنا دے رہا ہوں وہ ایسے احساسات سے بہت بلند ہے۔

حدیث ۱۱۲

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی اِبْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) مشکوٰۃ باب المفاخرۃ والعصبیۃ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جیسا عیسائیوں نے حضرت عیسٰی ابن مریمؑ کو بڑھایا، میں اس کا بندہ ہی ہوں تو کہو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ (بخاری و مسلم)

تشریح:-

لَا تُطْرُوْ بنا ہے اَطْرَاءٌ سے بمعنی مبالغہ کرنا، جھوٹی تعریف کرنا، حد

سے بڑھانا یعنی مجھے خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا تعالیٰ کا رشتہ دار عزیز نہ کہو کہ یہ چیزیں ہم جنسوں میں ہوتی ہیں۔ ربِ تعالیٰ جنس سے پاک ہے۔ یہاں خاص مبالغہ کی ممانعت ہے یعنی جس قسم کا مبالغہ عیسائیوں نے عیسیٰؑ کے بارے میں کیا تم میرے بارے میں وہ نہ کرو۔

عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ اس کے معنی یہ نہیں کہ تم مجھے عبد اللہ و رسولہٗ کے سوا کچھ نہ کہو' نہ شفیع المذنبین کہو' نہ رحمتہ اللعالمین کہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ میری وہ صفات بیان کرو جو عبدیت کے ماتحت ہوں۔ الوہیت والی صفات مت بیان کرو لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے متعارض نہیں۔ انا سید ولد آدم یا جیسے انا خطیبھم اذا صمتوا۔ نہ یہ حدیث قرآن کریم کی آیاتِ نعت کے خلاف ہے۔

ربِ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَاالنَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا حق یہ ہے کہ سواء ابن اللہ وغیرہ کے جو تعریف کر سکتے ہو کرو۔ امام بوصیریؒ فرماتے ہیں۔

دع ما ادعتہ النصاری فی نبیھم
و احکم بما شئت من شرف و من عظم
فان فضل رسول اللّٰہ لیس لہ
حد فیعرب عنہ ناطق بفم

سوائے ابن اللہ وغیرہ کے باقی جو کہہ سکتے ہو کہو کہ ہمارے الفاظ محدود ہیں۔ حضورؐ کی صفات غیر محدود ساری دنیا' ساری عمر حضورؐ کی صفتیں بیان کرے' سمندر کا قطرہ بیان نہیں ہو سکتا کہ غیر محدود کو محدود کس طرح بیان کرے۔

ہمارے الفاظ محدود ہیں۔ ۲۸ (اٹھائیس) حرفوں میں حضورؐ کے صفات لا محدود ہیں۔ (مرأت)

اس طرح علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر
ایں سراپا انتظار اُو منتظر

اسی جگہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

و بحقیقت ہیچ یکے جز خدا حقیقت او را نداند
و ثنائے او نتواند گفت زیرا کہ او را چنانچہ اوست
ہیچکس جز خدا نشناسد چنانکہ خدا را چوں او کس نشناخت

(ترجمہ) اور حقیقت یہ ہے کہ خدا کے بغیر حضورؐ کی حقیقت کو کوئی نہیں جانتا اور آپ کی تعریف نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضورؐ کی ذات کو خدا نے ہی پہچانا ہے اور خدا کی ذات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی پہچانا ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

حدیث ۱۱۳

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْکُفْرِ اَوْقَالَ عَدُوَّ اللّٰہِ وَلَیْسَ کَذٰلِکَ اِلَّا حَارَ عَلَیْہِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم۔

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کسی شخص کے کافر ہونے کا دعویٰ کرے یا کہے اللہ کا دشمن اور وہ ایسا ہو نہیں، مگر وہ اس پر لوٹتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:

شارح مشکوٰۃ مفتی احمد یار خاں نعیمی فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو کافر یا فاسق نہ کہو کیونکہ اگر وہ واقعی کافر یا فاسق ہوا تب تو یہ لفظ اس پر صادق آئے گا ورنہ کہنے والے پر کہ یہ کہنے والا یا کافر و فاسق ہو جائے گا یا کافر و فاسق کہنے کا وبال اس پر پڑے گا۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کا کسی عقیدہ اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنے والا یا ایسے مسلمان کو جس کا اسلام یقینی قطعی ہو کہنے والا خود کافر ہے۔ بطور گالی کافر کہنے کا سخت گنہگار ہے۔ جیسے کسی کو حرامی کہا تو اسے حدِ قذف لگ سکتی ہے۔

(مرأت)

حدیث ۱۱۴

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْسَابُكُمْ هٰذِهٖ لَيْسَتْ بِمَسَبَّةٍ عَلٰى اَحَدٍ كُلُّكُمْ بَنُوْ اٰدَمَ طَفُّ الصَّاعِ بِالصَّاعِ لَمْ تَمْلَئُوْهُ لَيْسَ

لِاَحَدٍ عَلٰی اَحَدٍ فَضْلٌ اِلَّا بِدِیْنٍ وَتَقْوٰی کَفٰی بِالرَّجُلِ اَنْ یَکُوْنَ بَذِیًّا فَاحِشًا بَخِیْلًا (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

ترجمہ:-

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے یہ نسب کسی پر گالی کا سبب نہیں ہیں۔ تم سب آدم کی اولاد ہو جیسے صاع کی چیز صاع (ٹوپہ) سے ہے۔ جسے اس نے بھرا نہ ہو۔ کسی کو کسی پر کوئی برتری نہیں مگر دین اور تقویٰ سے۔ انسان کے لئے یہ عار کافی ہے کہ وہ بد زبان فحش گو کنجوس ہو۔

(احمد' بیہقی' مشکوٰۃ باب المفاخرۃ والعصبیّۃ)

تشریح:-

لَیْسَتْ بِمَسَبَّۃٍ نسب گالی کا باعث نہیں۔ کوئی کسی کو نسب کی گالی نہ دے۔ جیسے کہا جاتا ہے او جولاہے! او نائی! وغیرہ' اگر حقارت کرنا مقصود ہو تو یہ حرام ہے۔ یہ مرض پھیلتا جا رہا ہے جس سے انسانیت کی تحقیر ہوتی ہے۔

طَفَّ ط کے فتحہ سے ف کے شد سے بمعنی کم ہونا یا کم کرنا۔ اسی سے ہے تطفیف' بمعنی کم تولنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ" اصطلاح میں طَفَّ وہ چیز ہے جو صاع (ٹوپہ)

وغیرہ پیمانہ میں بھری جائے مگر اسے پُر نہ کرے کچھ خالی رہے' مطلب یہ ہے کہ ہر انسان پورا کامل انسان نہیں' اسمیں کچھ کمی ضرور ہے جیسے صاع پیمانہ کا طفّ کہ اس میں کمی ہوتی ہے۔

بَذِيًّا فَاحِشًا بَخِيلًا بد زبانی' فحش گوئی اور کنجوسی یہ خصلتیں باعث شرم و عار ہیں نہ کہ نسب۔ ان عیوب سے بچنے کی کوشش کرو نسب پر طعن کیسا۔ رزق حلال کمانے کے لئے جو بھی پیشہ اختیار کیا جائے درست ہے ہاں آج کل کچھ ایسے کاروبار بھی چل نکلے ہیں جن سے فحاشی و عریانی اور مغربیّت کو فروغ مل رہا ہے اور ہمارے نوجوان اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہو رہے ہیں۔ یہ واقعی قابلِ مذمت ہیں۔ مثلاً" انڈین فلموں کے وڈیو کیسٹ' بلیو پرنٹ' یہ سب "فاحشًا" کے زمرے میں آتے ہیں۔ ایسی کمائی جو مخربِ اخلاق لٹریچر یا کسی ایسی سرگرمی سے حاصل کی جائے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا' مذموم ہے۔ مذکورہ حدیثِ مقدّسہ میں واضح کیا گیا ہے کہ سب آدم کی اولاد ہیں۔ فضیلت کا معیار تقویٰ اور دین ہے۔ قابلِ نفرت رذائل (بدزبانی' بے حیائی اور کنجوسی) ہیں۔ (مراۃ)

حدیث : ۱۱۵

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اِسْمُهٗ زَاهِرَ ابْنَ حَرَامٍ وَكَانَ يُهْدِيْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَادِيَةِ فَجَهَّزَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ

وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
اِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوْهُ وَكَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّهٗ وَكَانَ دَمِيْمًا فَاَتَى النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيْعُ مَتَاعَهٗ فَاحْتَضَنَهٗ
مِنْ خَلْفِهٖ وَهُوَ لَا يُبْصِرُهٗ فَقَالَ اَرْسِلْنِيْ مَنْ هٰذَا
فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ
لَا يَالُوْمَا اَلْزَقَ ظَهْرَهٗ بِصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حِيْنَ عَرَفَهٗ وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُوْلُ مَنْ يَّشْتَرِى الْعَبْدَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا وَّاللّٰهِ
تَجِدُنِيْ كَاسِدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

مشکوٰۃ باب المزاح۔

ترجمہ:-

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دیہاتیوں میں سے ایک شخص زاہر بن حرام تھے اور وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ لاتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سامان دیتے تھے۔ جب وہ جانا چاہتے ' نبی کریم

نے فرمایا کہ زاھر ہمارے دیہاتی بھائی ہیں اور ہم زاھر کے شہری ہیں اور نبی کریمؐ ان سے محبت کرتے تھے' وہ خوبصورت نہ تھے۔ ایک دن نبی کریم ﷺ تشریف لائے' زاھر اپنا سامان بیچ رہے تھے۔ حضورؐ نے پیچھے سے اپنی گود میں لے لیا وہ حضور ﷺ کو نہ دیکھتے تھے۔ بولے یہ کون ہیں؟ مجھے چھوڑ دو انہوں نے التفات کیا تو نبی کریمؐ کو پہچان لیا تو انہوں نے کمی نہیں کی۔ اپنی پشت نبی کریمؐ کے سینہ انور سے رگڑنے لگے جبکہ حضورؐ کو پہچان لیا اور نبی کریمؐ فرمانے لگے' اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ وہ بولے تب تو اللہ کی قسم آپؐ مجھے بے قیمت پائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن تم اللہ کے نزدیک بے قیمت نہیں ہو۔
(شرح سنہ)

تشریح:-

حدیث مذکورہ میں جن خوش نصیب صحابی حضرت زاھر بن حرام کا ذکر ہے ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے حتیٰ کہ صاحبِ مشکوٰۃ نے اپنی کتاب اکمال میں بھی بیان نہیں کئے' کیونکہ یہ صحابی کسی حدیث کے راوی نہیں ہیں۔

يُهْدِي لِلنَّبِيِّ ﷺ دیہاتی چیزیں پھل پھلاری' کھیت کی پیداوار وغیرہ حضور انور ﷺ کے لئے تحفہ ہی لایا کرتے تھے۔

فَجَهَّزَهُ جب زاہر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے جانے لگتے تو حضورؐ شہر میں پائی جانے والی چیزیں انہیں بطور ہدیہ تحفہ عنایت فرماتے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے گھر لے جائیں۔

زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَ نَحْنُ حَاضِرُوْهُ یعنی زاھر ہماری دیہاتی ضرورتیں پوری کرتے رہتے ہیں' اور ہم زاھر کی شہری ضروریات پوری کرتے

ہیں- گویا زاھر ہمارا گاؤں ہیں اور ہم زاھر کا شہر- یہ اخلاقِ کریمانہ ہیں کہ اپنے غلاموں کو ان القاب سے نوازتے ہیں-

دَمِیْمًا اگر وہ ویسے ہی تھے جیسے حبشی لوگ خصوصاً دیہاتی ہوتے ہیں- شکل و لباس دیہات کا سا- دَمِیْم کے معنی ہوتے ہیں بد شکل- مگر اس کی شکل پر ہزارہا حسین قربان کہ جن سے حضور نبی کریم ﷺ محبت فرماتے تھے- جسے پیا چاہے وہ سہاگن-

(مرقات)

فَاحْتَضَنَہٗ مِنْ خَلْفِہٖ اس طرح کہ حضور انور ﷺ ان کے پیچھے بیٹھے- انہیں پیچھے سے اپنی گود میں لے لیا- انکی بغلوں میں سے ہاتھ ڈال کر اپنا ہاتھ شریف زاہر کی آنکھوں پر رکھ لیا- یعنی پہچانو ہم کون ہیں- یہ واقعہ بیچ بازار ہو رہا ہے- کاش اس وقت میں بھی وہاں ہوتا اور حضرت زاھر کے قدموں سے اپنی آنکھیں ملتا- حضرت زاہر پہچان تو پہلے ہی گئے ہوں گے بھلا حضور ﷺ کی خوشبو اور مہک کسی اور میں کہاں- مقصد یہ ہے کہ جب انہوں نے حضور ﷺ کو آنکھوں میں دیکھ لیا بذریعہ کنکھیوں کے- لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور ﷺ کے جسمِ اطہر میں ایسی خوشبو تھی کہ جس گلی سے گزرتے وہاں کے گھروں میں بیٹھے ہوئے لوگ پہچان جاتے تھے کہ حضور ﷺ گزرے-

آمدی از پس بپازی چشم پوشیدی مرا
اے نگارِ دست رنگیں دست بکشا کیستی

فَجَعَلَ لَا يَأْلُوْ مَا اَلزَقَ ظَهْرَهٗ حضرت زاہر نے یہ موقع غنیمت جانا کہ خود حضور انورؐ نے مجھے اپنی گود میں لے لیا ہے اور اپنا سینہ میری پشت سے متصل کر دیا ہے ایسے موقعے بار بار ہاتھ نہیں آتے اس نے اپنی پشت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ انور سے خوب مس کیا برکت حاصل کرنے کے لئے۔ معلوم ہوا کہ اپنے خدام سے خوش طبعی کرنا سنت رسول اللہؐ سے ثابت ہے اور برکت کے لئے بزرگوں کا جسم ان کے کپڑے چھونے سنت صحابہ ہے۔

مَنْ يَّشْتَرِي الْعَبْدَ یہ کلام بالکل حق ہے۔ عبد سے مراد عبداللہ اور خریدنے سے مراد ہے اس کے عوض دوسرا لانا یعنی کون ہے جو اس جیسا اللہ کا بندہ مجھے دکھائے یا اشتراء میں تجرید ہے۔ لہٰذا بمعنی ماخذ ہے' یعنی اس اللہ کے بندے کو کون لیتا ہے مجھ سے۔

(مرقات)

وَاللّٰهِ تَجِدُنِيْ كَاسِدًا یعنی مجھ میں نہ شکل نہ عقل نہ رنگ نہ ڈھنگ' مجھے کون قبول کرے گا ایسوں کو کون لیتا ہے۔ کاسد کا معنی ہوتا ہے کھوٹا ردی۔

لَسْتَ بِكَاسِدٍ یعنی اللہ کے نزدیک تم کاسد نہیں ہو۔ جو حضورؐ کا ہو جائے وہ بے قیمت کیسے ہو سکتا ہے ان کی قیمت سارا جہاں نہیں ہو سکتا۔ مدینہ منورہ میں ایک صاحب تھے بازار میں جو نئی چیز دیکھتے حضور انورؐ کی خدمت میں ہدیتہً لے آتے تھے۔ جب چیز کا مالک قیمت مانگتا تو اسے بھی حضورؐ کے پاس لے

آتے۔ عرض کرتے حضورؐ فلاں دن جو آپ کے پاس فلاں چیز میں نے حاضر کی تھی اس کی قیمت اسے دے دیں' یہ تقاضا کر رہا ہے۔ حضور ﷺ تبسم فرما کر فرماتے کہ تم نے تو وہ چیز ہم کو ہدیۃً دی تھی۔ عرض کرتے' حضورؐ میرے پاس اس کی قیمت کہاں سے آئی۔ حضورؐ قیمت ادا فرماتے مگر ان سے کچھ نہ کہتے۔

(مرقات)

حدیث : ۱۱۶

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اِسْتَاذَنَ اَبُوْبَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًا فَلَمَّا دَخَلَ تَنَاوَلَهَا لِيَلْطِمَهَا وَقَالَ لَا اَرَاكِ تَرْفَعِيْنَ صَوْتَكِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ يَحْجُزُهٗ وَخَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ مُغْضَبًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ حِيْنَ خَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ كَيْفَ رَاَيْتِنِيْ اَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ قَالَ فَمَكَثَ اَبُوْبَكْرٍ اَيَّامًا ثُمَّ اسْتَاذَنَ فَوَجَدَهُمَا قَدِ اصْطَلَحَا فَقَالَ لَهُمَا اَدْخِلَانِيْ فِيْ سِلْمِكُمَا اَدْخَلْتُمَانِيْ فِيْ حَرْبِكُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلْنَا قَدْ فَعَلْنَا (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

مشکوٰۃ باب المزاح۔

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اجازت مانگی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آواز بلند سُنی، تو جب آئے تو انہیں پکڑا تاکہ طمانچہ مار دیں اور فرمایا میں تم کو نہ دیکھوں کہ تم اپنی آواز کو نبی کریمؐ سے اونچی کرتی ہو تو نبی کریم ﷺ ان کو روکنے لگے اور حضرت ابوبکرؓ ناراض ہو کر چلے گئے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا جبکہ ابوبکر صدیقؓ چلے گئے، بولو تم نے مجھے کیسا دیکھا، میں نے تم کو ان صاحب سے بچا لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر کچھ دن حضرت ابوبکرؓ ٹھہرے، پھر اجازت مانگی تو ان دونوں حضرات کو صلح اور محبت میں پایا۔ عرض کیا کہ مجھے اپنی صلح صفائی میں داخل کر لو جس طرح تم نے مجھے اپنی لڑائی میں داخل کیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم نے کر لیا، ہم نے کر لیا۔

(ابوداؤد)

تشریح:-

نعمان ابن بشیرؓ آپ اسلام میں پہلے فرزند ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے۔ حضور انورؐ کی وفات کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال سات ماہ تھی۔ آپکے والدین صحابی ہیں۔ (مراٗت)

صَوْتَ عَالِیًا" عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کو کسی بات کا جواب بلند آواز سے دے رہی تھیں یا بے پرواہی میں یا غصہ میں۔ محبوب کا غصہ بھی پیارا ہوتا ہے۔ اسی لئے اس پر قرآن مجید میں عتاب نہیں آیا۔

ورنہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ۔

لَا اَرَاکِ اس جملہ کی روایت تین طرح ہے۔ لااراک۔ میں تم کو دیکھ رہا ہوں' میں تم کو آئندہ نہ دیکھوں' کیا میں ، تم کو نہیں دیکھتا۔ دوسری روایت قوی تر ہے کہ یہ کلمہ نہیں اور مطلب یہ ہے کہ آپ نے گذشتہ پر سزا دینے کے لئے طمانچہ مارنا چاہا اور آئندہ کے لئے منع فرمایا۔ یہ طمانچہ اس تادیب میں سے ہے جو والدین اپنی اولاد کو کیا کرتے ہیں۔ (مرأت)

ملّا علی قاری حنفی مرقات میں فرماتے ہیں کہ یہ کلمۂ دُعا ہے۔ یعنی خدا کرے میں تم کو حضورؐ کے سامنے اونچی آواز کرتے نہ دیکھوں۔

(مرقات)

یَحْجُزُہٗ یا اس طرح کہ حضور انورؐ نے صدیق اکبرؓ کو پکڑ لیا کہ وہ نہ ماریں یا اس طرح کہ حضور انورؐ دونوں کے درمیان آڑ ہو گئے کہ حضرت صدیقؓ و حضرت صدیقہؓ کے درمیان کھڑے ہو گئے۔

خَرَجَ اَبُوْبَکْرٍ مُغْضَبًا ابوبکرؓ عائشہ صدیقہؓ پر ناراض ہو کر گھر سے باہر چلے گئے۔ یہ ناراضگی بھی عبادت ہے۔

مِنَ الرَّجُلِ یہاں حضورؐ نے من ایک نہ فرمایا' الرّجل فرمایا' یعنی بہادر مرد' جسے اللہ و رسولؐ کے لئے تم پر غصہ آیا۔ یہ غصہ ان کی بہادری کی علامت ہے۔

(مرقات)

حضرت صدیق اکبرؓ کچھ روز حضرت عائشہؓ کے گھر نہ آئے۔ اتفاقاً یا حضرت صدیقہؓ پر ناراضگی کی وجہ سے۔ پہلا احتمال قوی ہے پھر حاضر ہوئے، شاید تین روز کے بعد حاضر ہوئے تو حضورؐ نے نہایت شفقت و مہربانی فرمائی اور خوشی کے جذبہ میں تین بار یا دو بار یہ الفاظ دہرائے کہ قَدْ فَعَلْنَا

(مراٰت)

حدیث : ۱۱۷

وَعَنْ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَءَیْتُمُ الْمَدَّاحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْھِہِمُ التُّرَابَ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم۔

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت مقداد ابن اسود سے فرماتے ہیں کہ، فرمایا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کہ جب تم منہ پر تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ پر مٹی ڈال دو۔ (مسلم)

تشریح:۔

مَدَّاحِیْن سے مراد وہ جھولی چک ہیں جو خوشامد کے لئے لوگوں کے

منہ پر تعریفیں کرتے ہیں بلکہ اس سے اپنا پیٹ بھی پالتے ہیں۔ جھوٹی تعریفیں کر کے سامنے والے کو خوش کرتے ہیں۔ جو آدمی کسی نیک شخص کی سچی تعریف کرے جس سے اس کو اور زیادہ نیکی کی رغبت ہو وہ اس میں داخل نہیں۔ اس لئے مدّاحین صیغہ مبالغہ ارشاد ہوا۔ یعنی تعریفیں کرنے کا عادی۔

بعض شارحین نے حدیثِ بالا کو بالکل ظاہری معنیٰ پر رکھا کہ واقعی ان پر مٹی ڈال دو تاکہ آئندہ وہ اس کام کی جرأت نہ کریں۔ دو چار دفعہ منہ پر خاک پڑ جانے سے اس عمل سے توبہ کرلیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس پر خاک ڈال دو۔ یہ نہ سمجھو کہ واقعی تم بڑے اچھے آدمی ہو یا یہ مطلب ہے کہ اسے کچھ دے دو۔ تھوڑا مال بھی گویا خاک ہے تاکہ وہ تمہاری ہجو نہ کرے کیونکہ ایسے لوگ کچھ نہ ملنے پر گالیاں دیتے ہیں یا مطلب ہے کہ انہیں بہت تھوڑا مال دو جو خاک برابر ہو' زیادہ مال نہ دو۔

(مراٰت)

حدیث : ۱۱۸

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِکْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَکْرَهُ قِیْلَ اَفَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ قَالَ اِنْ کَانَ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ

لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِي رِوَايَةٍ إِذَا قُلْتَ لِأَخِيكَ مَا فِيهِ فَقَدْ اِغْتَبْتَهُ وَإِذَا قُلْتَ مَا لَيْسَ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ۔ مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ سب نے عرض کیا' اللہ اور رسولؐ ہی خوب جانیں۔ فرمایا تمہارا اپنے بھائی کا ناپسندیدہ ذکر کرنا۔ عرض کیا گیا' فرمایئے تو اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جو میں کہتا ہوں فرمایا اگر اس میں وہ ہو جو تو کہتا ہے تو تُو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ نہ ہو جو تو کہتا ہے تو تُو نے اسے بُہتان لگایا۔ (مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب تو اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرے جو اس میں ہے تو تُو نے اس کی غیبت کی اور اگر تو وہ کہے جو اس نے نہ کیا ہو تو تم نے اسے بہتان لگایا۔

تشریح:۔

مَاالْغِيْبَةُ یعنی قرآن مجید میں ہے کہ لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا بعض مسلمان بعض کی غیبت نہ کریں۔ کیا جانتے ہو غیبت کیا چیز ہے اور اس کی تفسیر کیا ہے؟

بِمَایَکْرَہُ یہاں صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ کسی کے خفیہ عیب اس کے پسِ پشت بیان کرنا' عیب خواہ جسمانی ہوں' یا نفسانی' دنیاوی ہوں یا دینی ہوں' اس کی اولاد کے ہوں یا بیوی کے' خواہ زبان سے بیان کرو یا قلم سے یا اشارہ سے الغرض کسی طرح سے بھی لوگوں کو سمجھا دو۔ حتیٰ کہ کسی لنگڑے یا بھینگے کی پسِ پشت نقل کرنا' لنگڑا کر چلنا یا ہکلا کر بولنا' سب کچھ غیبت ہے۔ یہ فرمان بہت وسیع ہے۔

(مرقات)

سائل غیبت اور بہتان میں فرق نہ کر سکے وہ سمجھے کہ کسی کو جھوٹا بہتان لگانا غیبت ہے اس لئے انہوں نے یہ سوال کیا۔ وہ "مَایَکْرَہُ" کے لفظ سے دھوکہ کھا گئے۔

فَقَدْ بَہَتَّہٗ سبحان اللہ' کیا نفیس جواب ہے کہ غیبت سچے عیب بیان کرنے کو کہتے ہیں اور بہتان جھوٹے عیب بیان کرنے کو۔ غیبت ہوتا تو سچ ہے مگر ہے حرام۔ اکثر گالیاں سچی ہوتی ہیں مگر ہیں بے حیائی اور حرام۔ ہر سچ حلال نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ غیبت ایک گناہ' بہتان دو گناہ۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ یہ روایت مسلم میں نہیں بلکہ امام بغوی نے شرح سنہ میں نقل فرمائی۔ (مرقات)

حدیث : ۱۱۹

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافًی اِلَّا الْمُجَاهِرُوْنَ وَاِنَّ مِنَ الْمَجَانَةِ اَنْ یَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّیْلِ عَمَلًا ثُمَّ یُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَیَقُوْلُ یَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ کَذَا وَکَذَا وَقَدْ بَاتَ یَسْتُرُهٗ رَبُّهٗ وَیُصْبِحُ یَکْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم۔

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری ساری اُمت کو عافیت دی جائے گی۔ سوائے علانیہ گناہ کرنے والوں کے اور علانیہ سے یہ بھی ہے کہ کوئی شخص رات میں کوئی کام کرے پھر صبح پائے کہ اللہ نے اس کا پردہ رکھ لیا مگر وہ کہے اے فلاں میں نے آج رات ایسا ایسا کیا حالانکہ رات کو اس کے رب نے اسے چھپا لیا وہ صبح کو اللہ کا پردہ خود ہی کھولنے لگا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:۔

معافی کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ عفو سے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی دی جائے گی دوسرا یہ کہ عافیت سے ہو یعنی اسے عافیت دی ہوئی ہے

اسکی غیبت حرام ہے۔

اِلَّا الْمُجَاهِرُوْن یعنی علانیہ گناہ کرنے والوں کی نہ آخرت میں پردہ پوشی کی جائے گی نہ دنیا میں ان کی غیبت حرام ہوگی۔ ان کی غیبت جائز ہے کہ وہ خود ہی اپنی پردہ دری کر رہے ہیں اور پوشیدہ باتوں کو ظاہر کر رہے ہیں۔ "مجانہ" کے معنی اعلان بھی ہیں اور بے پرواہ بھی' یہاں دونوں معنی درست ہیں۔

عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ یعنی اپنے چھپے گناہ خود ہی لوگوں پر ظاہر کرے۔ اللہ تعالیٰ کی ستاری سے فائدہ اٹھا کر توبہ نہ کرے۔ مثلاً" کوئی رات کو بدکاری کرے اور پھر صبح اپنے دوستوں سے اس کا ذکر کرتا پھرے۔ فقہا فرماتے ہیں کہ چھپے گناہ کی چھپ کر توبہ کرے اور اعلان نہ کرے کہ توبہ کے اعلان میں گناہ کا بھی اعلان ہو گا۔ یہ حکم حقوق العباد اور بعض شرعی سزاؤں کے علاوہ دیگر جرموں کے لئے ہے اگر کسی کا حق ہم نے مار لیا اسے خبر نہ ہوئی تو ضرور اسے خبر دے اور حق ادا کرے۔ اگر خفیہ زناء کرلیا ہے تو قاضی کے پاس اقرار کر کے سزا لے جیسے حضرت ماعز نے کہا تھا۔ (مراۃ)

حدیث ۱۲۰

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ تُوُفِّيَ رَجُلٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ فَقَالَ رَجُلٌ اَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلَا تَدْرِيْ فَلَعَلَّهٗ تَكَلَّمَ فِيْمَا لَا يَعْنِيْهِ اَوْبَخِلَ بِمَا

لَا یَنْقُصُہٗ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے وفات پائی تو کسی نے کہا کہ مبارک ہے جنّت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ شاید غیر مفید میں گفتگو کی یا نہ گھٹنے والی چیز میں بخل کیا ہو۔

(ترمذی، مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم)

تشریح:-

اَبْشِرْ بِالْجَنَّۃِ یعنی میری طرف سے جنّت کی مبارک قبول کر کہ تو مومن، متقی، صحابی ہو کر دنیا سے جا رہا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا درجہ ہو سکتا ہے۔ یہ خطاب اس میت سے ہے تو اسی شخص کے اس کلمہ پر سرکار نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ فوری جنتی ہونے کا فیصلہ کسی کے لئے نہیں کیا جا سکتا۔ ممکن ہے کہ اس شخص نے بیکار بات کر لی ہو یا مال یا علم میں بخل کیا ہو۔ اس کے حساب میں گرفتار ہو۔ جنّت کا داخلہ اس کے حساب سے فراغت کے بعد میسّر ہو۔

(مراٰت)

بِمَا لَا یَنْقُصُہٗ کی وضاحت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی فرماتے ہیں کہ بخیلی سے مراد ایسی چیز میں بخل کرنا ہے جس میں خود اسی کا کوئی نقصان نہ ہو مثلاً" تعلیم علم یا ادائے زکوٰۃ کہ ان میں کسی کا اپنا کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ علم تعلیم سے اور مال ادائے زکوٰۃ سے بڑھتا ہے۔

(اشعۃ اللمعات)

حدیث : ۱۲۱

وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ فَاَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ ثُمَّ عَقَلَهَا ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ اَتٰی رَاحِلَتَهٗ فَاَطْلَقَهَا ثُمَّ رَكِبَ ثُمَّ نَادٰی اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا وَلَا تُشْرِكْ فِیْ رَحْمَتِنَا اَحَدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَقُوْلُوْنَ هُوَ اَضَلُّ اَمْ بَعِيْرُهٗ اَلَمْ تَسْمَعُوْا اِلٰی مَا قَالَ قَالُوْا بَلٰی

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗد) مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم ۔

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت جندب؄ سے فرماتے ہیں کہ ایک بدوی آیا اس نے اپنا اونٹ بٹھا دیا پھر اسے باندھ دیا۔ پھر مسجد میں آیا تو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر جب سلام پھیرا تو اپنی سواری کے پاس گیا' اسے کھولا' اس پر سوار ہوا' پھر پکارا الٰہی مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہماری رحمت میں کسی اور کو شریک نہ کر تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا کہتے ہو۔ یہ زیادہ بے وقوف ہے یا اس کا اونٹ' کہ کیا تم نے نہ سنا جو اس نے کہا لوگ بولے ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔

(ابو داؤد)

تشریح:۔

اعرابی یعنی بدوی حضرات اپنے گاؤں میں عموماً" رہتے تھے اتفاقاً" کبھی شہر میں کسی کام کے لئے آ جاتے تھے۔ وہ آداب سے کم واقف ہوتے تھے۔ اعرابی نے اپنی غلطی سے اس مذکورہ دعا کو بہت اچھا سمجھا اور حضورؐ کو خوش کرنے کے لئے یہ کہا اس لئے بلند آواز سے کہا کہ حضور انورؐ سن لیں اور خوش ہو جائیں یعنی رب العالمین مجھ پر اور حضورؐ پر ایسی خاص رحمت کر جو کسی پر نہ ہو۔

(مرأت)

یہاں صاحب اشعۃ اللمعات هُوَ ضَلَّ اَمْ بَعِيْرُهٗ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ضلالت سے مراد گمراہی یا بد عقیدگی نہیں بلکہ بے وقوفی و جہالت ہے کیونکہ اس نے وسیع رحمت کو تنگ کرنے کی دُعا کی یا اس نے حضور ﷺ کی رحمتِ خاصہ میں اپنے کو شریک کیا اس میں بے ادبی ہے اور بظاہر دعوئ مساوات کا ہے۔

(لمعات)

معلوم ہوا کہ دُعا صرف اپنے واسطے نہیں کرنا چاہیئے بلکہ عام صیغوں سے کی جائے خصوصاً" یہ کہنا کہ اور کسی پر رحم نہ کر یہ بہت ہی بُرا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کا ظاہر ظہور عیب اس کی پسِ پشت بیان کرنا غیبت نہیں کہ حضورؐ نے اس کی جہالت صحابہ سے بیان فرمائی جب کہ وہ سن نہ رہا تھا۔

(مرأت)

حدیث : ۱۲۲

وَعَنْ عَائِشَةَ اِنَّ رَجُلًا اِسْتَاذَنَ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِئْذَنُوْا لَہٗ فَبِئْسَ اَخُوا الْعَشِیْرَۃِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی وَجْہِہٖ وَانْبَسَطَ اِلَیْہِ فَلَمَّا اِنْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ عَائِشَۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قُلْتَ لَہٗ کَذَا وَکَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِیْ وَجْہِہٖ وَانْبَسَطْتَ اِلَیْہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَتٰی عَاھَدْتَنِیْ فَحَّاشًا اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَنْ تَرَکَہُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ شَرِّہٖ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِتِّقَاءَ فُحْشِہٖ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاضری کی اجازت مانگی، فرمایا کہ اجازت دے دو یہ اس قبیلہ کا برا آدمی ہے پھر جب وہ بیٹھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سامنے خندہ پیشانی اور کشادہ روئی فرمائی۔ پھر جب وہ شخص چلا گیا تو جناب عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اس کے متعلق ایسا ایسا فرمایا پھر اس کے اوپر

خنداں پیشانی اور کشادہ روئی فرمائی، تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے مجھے فحش گو کب پایا۔ اللہ کے نزدیک بدترین درجہ والا قیامت کے دن وہ ہے جسے لوگ چھوڑ دیں۔ اس کی شر سے ڈر کر اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے فحش سے ڈرتے ہوئے۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ باب حفظ لِلسَّان من الغیبۃ والشتم)

تشریح:۔

فَبِئْسَ اَخُوالْعَشِیْرَۃِ قبیلے کا بُرا آدمی، حضور انورؐ نے یہ بات اس وقت فرمائی جبکہ وہ ابھی حضورؐ کے پاس پہنچا نہ تھا بلکہ دروازے پر ہی تھا یعنی اس کے پسِ پشت بیان فرمایا جو لُغۃً غیبت ہے اسی لئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث یہاں اس باب میں لائے۔ اس آدمی کا نام عینیہ ابن حصن تھا۔ مؤلّفۃُالقلوب سے تھا۔ اپنی قوم کا سردار بہت سخت طبیعت تھا۔ حضورؐ کے پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہو گیا پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر دوبارہ مسلمان ہوا۔ اس کا خاتمہ اسلام پر ہوا۔ اس کا بھتیجا حُرّابن قیس پختہ مسلمان، صاحب علم، حضرت عمرؓ کا خاص مقرّب تھا۔ اس کا واقعہ وہ ہے جو بخاری شریف کتاب التفسیر میں ہے کہ یہ شخص اپنے اس بھتیجے کی معرفت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ سے کہا کہ آپ انصاف نہیں کرتے۔ ہم کو ہمارا حق نہیں دیتے، آپ ناراض ہوئے۔ سزا دینی چاہی، حُرّابن قیس نے عرض کیا۔ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ۔ حضور یہ جاہل ہے آپ اس سے درگزر فرمائیں۔

(مرقات، اشعۃ)

بہرحال حضورؐ اپنی عادتِ کریمہ کے مطابق بہت اخلاق سے پیش آئے۔ کرم کریمانہ سے کلام فرمایا۔

وَانۡبَسَطَتۡ اِلَیۡهِ یہ کلام یا تو حضرت عروہ کا ہے اس لئے قلت نہ کہا بلکہ فقالت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہی ہے مگر خود اپنے عمل کی حکایت اپنے نام سے کی۔ مقصد یہ ہے کہ حضورؐ کا یہ عمل شریف غیبت میں تو داخل نہیں ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں فرمایا اور سامنے اخلاق سے گفتگو فرمائی۔ یعنی فرمانِ عالی ارشاد ہوا کہ ہم دوست، دشمن، نیک و بد سب سے اخلاق ہی برتتے ہیں کسی سے کج خُلقی یا بد اخلاقی سے پیش نہیں آئے، تم کو ہمارا تجربہ ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ لوگ ان سے نالاں ہوتے ہیں مگر اس سے ڈر کر اس کا احترام کرتے ہیں، یہ انہیں میں سے ہے، اگر میں اس کے سامنے وہی کہتا جو اس کے پس پشت کہا تھا تو یہ میرے پاس آنا چھوڑ دیتا اور اس کی اصلاح نہ ہو سکتی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا مشہور عیب پسِ پشت بیان کرنا غیبت نہیں نیز لوگوں کو اس کی شر سے بچانے کے لئے اس کے شر سے مطلع کر دینا غیبت نہیں نیز کسی کی اصلاح کے لئے اس کو بُرا نہ کہنا اس سے اخلاق سے پیش آنا سنتِ رسولؐ ہے۔ ہر شخص کی اصلاح کے طریقے جُداگانہ ہیں۔ حضورؐ حکیم مطلق ہیں۔

(مراٰت)

حضرت خواجہ محمد عمرؒ بیربلوی فرماتے تھے کہ اللہ کے مقربین اسکی ستاری اور غفاری والی صفت کو سموئے بیٹھے ہیں۔ کہ جو پریشان حال دنیا کا ٹھکرایا ہوا گناہ سے آلودہ شخص انکے در پر آتا ہے وہ دربار میں باریابی پاتا ہے اور انکے آستانوں سے اطمینان و تسلی کی دولت لے کر لوٹتا ہے۔

حدیث : ۱۲۳

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ وَاَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُاُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وَشِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّاؤُنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ الْبُرَاءَ الْعَنَتَ

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن غنم اور اسماء بنت یزید سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں کہ جب دیکھے جائیں تو اللہ یاد آجائے اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغلی سے چلیں' دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنے والے' پاک لوگوں میں عیب جوئی کرنے والے۔

(بیہقی شعب الایمان' احمد)

تشریح:-

عبدالرحمن بن غنم، اشعری، شامی اور جلیل القدر تابعی ہیں۔ آپ نے حضورؐ کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کرسکے۔ معاذ ابن جبل کے ساتھ رہے۔

(مرأت)

صاحبِ اشعۃ فرماتے ہیں کہ آپ اشعری شامی کے کبار تابعین میں سے ثقہ تابعی ہیں۔ آپ نے جاہلیت اور اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام لائے۔ آپ نے معاذ بن جبل کی صحبت کی ہے۔ بخاری میں ہے کہ آپ نے صحبت کی ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ جو ہم نے عرض کیا۔ آپ شام کے اعلیٰ درجہ کے فقیہہ تھے۔ بہت سے فقہاء آپ کے شاگرد ہوئے۔ (اشعۃ)، اسماء بنت یزید صحابیہ انصاریہ ہیں۔

(اشعۃ)

بعض شارحین فرماتے ہیں کہ بہتر یہ تھا کہ حضرت اسماءؓ کا نامِ شریف پہلے ذکر کیا جاتا۔

(مرأت)

خِیَارُ عِبَادِ اللّٰہِ یعنی ان کے چہروں پر انوار و آثار عبادت ایسے ہوں کہ انہیں دیکھتے ہی رب یاد آجائے۔ ان کے چہرے آئینۂ خدا نما ہوں۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ دیکھنا بھی عبادت ہے۔ آپ کو جو دیکھتا تھا کہتا تھا لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہ، کیسا کریم، بہادر، حلیم جوان ہے۔

(مرقات)

بعض لوگوں کے پاس بیٹھنے سے قلب جاری ہو جاتا ہے۔ حضور داتا گنج بخش ہجویریؒ کے مزار پر پہنچ کر دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔ مصری عورتوں نے جمالِ یوسفی دیکھتے ہی کہا تھا۔ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ یہ ہے اللہ کی یاد آ جانا۔ یہاں شاہ عبدالحقؒ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میں ایک بار مکہ معظمہ کے بازار میں سر جھکائے جا رہا تھا کہ اچانک ایک شخص پر نظر پڑی۔ میرے منہ سے فوراً نکلا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(اشعۃ اللمعات)

مولانا فرماتے ہیں۔

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ معلوم ہوا کہ فساد و نفاق کے لئے چغلی کھانا ممنوع ہے۔ صلح کرانے کے لئے ایک دوسرے کو اچھی باتیں پہنچانا عبادت ہے۔ باغون جمع ہے باغی کی' جس کا مادہ بغی ہے۔ بمعنی چاہنا' ڈھونڈنا۔ بُرَاءُ جمع ہے بری کی بمعنی دور یعنی جو عیب سے دُور ہوں اُن میں عیب جوئی کرنے والے۔ اپنے عیب ڈھونڈنا عبادت ہے۔ دوسروں کے عیب ڈھونڈنا بُرا ہے۔ خیال رہے کہ اللہ کے مقبول بندوں میں عیب جوئی کُفر ہے بعض بد نصیبوں کو نبیوں' ولیوں میں عیب جوئی کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ یہ رذیل عادت یعنی عیب جوئی موجودہ معاشرے

میں ۹۵ فیصد تک موجود ہے۔ لوگ دوسروں کی عیب جوئی تو بڑی آسانی سے کر لیتے ہیں لیکن اپنے گریبان میں جھانکنے سے گریز ہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس بُری عادت سے بچائے۔ آمین (مراٗت)

حدیث : ۱۲۴

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ کَفَّارَۃِ الْغِیْبَۃِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَہٗ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ (رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْکَبِیْرِ وَقَالَ فِیْ ھٰذَا الْاَسْنَادِ ضَعْفٌ) مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کے کفارہ میں سے یہ ہے کہ تو اس کے لئے دعائے مغفرت کرے جس کی تو نے غیبت کی ہے۔ کہے کہ الٰہی ہم کو اور اس کو بخش دے۔ (بیہقی دعوات الکبیر اور بیہقی نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد میں ضعف ہے۔)

تشریح:۔

اس فرمانِ عالی کے بہت معنی کئے گئے ہیں۔

۱۔ اگر غیبت کی خبر غیبت والے کو پہنچ گئی تو وہ حق العبد بن گئی۔ اس سے جا

کر معافی مانگے اور اگر اس کی خبر غیبت والے کو نہ پہنچی تو حق اللہ ہے اس سے توبہ کرے مگر اس توبہ میں غیبت والے کو بھی شامل کرے۔

۲۔ اگر غیبت والا زندہ ہے تو اس سے معافی مانگے اور اگر مرچکا ہے تو اس کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

۳۔ غیبت والے سے معافی مانگے اگر وہ معاف کر دے تو خیر' اگر معاف نہ کرے تو اس کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

مُلاّ علی قاری نے فرمایا کہ اگر غیبت کی خبر غیبت والے کو پہنچ جائے تو حق العبد ہو جاتی ہے اگر خبر نہ پہنچے تو حق اللہ رہتی ہے۔ (مرقات)

مولانا نعیم الدین مراد آبادی'' فرماتے ہیں کہ غیبت بہرحال حق العبد ہے' خواہ اسے خبر پہنچے یا نہ پہنچے جیسے کسی کا مال مار لینا۔ بہرحال حق العبد ہے خواہ مال والے کو خبر پہنچے یا نہ پہنچے کیونکہ غیبت سے غیبت والے کی آبرو ریزی ہوتی ہے اور آبرو بھی مال کی طرح حق العبد ہے۔ اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ مُردے کی غیبت زندہ کی غیبت سے سخت تر ہے کہ مُردے سے معافی نہیں مانگی جا سکتی۔ اس میں اختلاف ہے کہ غیبت والے سے معافی مانگیں تو اجمالاً'' مانگے یا تفصیلاً'' یعنی یہ بتا کر معافی مانگے کہ میں نے تجھے یہ کہا تھا یا صرف یہ کہہ دے کہ میں نے تیری غیبت کی تھی مجھے معاف کر دے۔

(مراۃ)

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ غیبت کو لوگ معمولی چیز سمجھ کر اس سے

توبہ نہیں کرتے حالانکہ یہ سخت گناہ ہے۔ زنا کبھی کوئی کرتا ہے اور زنا کو سخت گناہ سمجھ کر توبہ کر لیتے ہیں ۔ مگر غیبت سب ہمیشہ کر لیتے ہیں۔ یہ وباء عام ہے' اس کو لوگ برا بھی نہیں سمجھتے ۔ اس سے بچنا چاہیئے۔

(مرقات)

حدیث : ۱۲۵

وَعَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ وَكَانَ فِيْهِ مِزَاحٌ بَيْنَا يُضْحِكُهُمْ فَطَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَاصِرَتِهِ بِعُوْدٍ فَقَالَ اَصْبِرْنِيْ قَالَ اصْطَبِرْ قَالَ اِنَّ عَلَيْكَ قَمِيْصًا وَلَيْسَ عَلَيَّ قَمِيْصٌ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَمِيْصِهٖ فَاحْتَضَنَهُ وَجَعَلَ يُقَبِّلُ كَشْحَهُ فَقَالَ اِنَّمَا اَرَدْتُّ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُد) مشکوٰۃ باب المصافحۃ والمعانقۃ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت اسید ابن حضیر سے جو انصاری آدمی ہیں۔ فرمایا جبکہ وہ قوم سے بات چیت کر رہے تھے ان کی طبیعت میں مذاق تھا۔ جبکہ وہ لوگوں کو ہنسا رہے تھے تو نبی کریم ﷺ نے ان کی کوکھ میں چھڑی چبھو دی وہ بولے

مجھے قصاص دیجئے۔ حضور انور ؐ نے فرمایا' قصاص لے لو' عرض کیا کہ آپ پر قمیض ہے اور مجھ پر نہیں تو نبی کریم ؐ نے اپنی قمیص اٹھا دی وہ حضور ؐ سے لپٹ گئے اور آپ کی کوکھ شریف چومنے لگے' پھر بولے یا رسول اللہ ؐ میں نے یہی چاہا تھا۔

(ابو داؤد)

تشریح:۔

اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ بیعتِ عقبہ اور جنگِ بدر میں حاضر تھے۔ بیس (۲۰) ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

(مرقات)

صاحب اشعہ فرماتے ہیں کہ آپ انصاری ہیں' اعلیٰ شان والے اور انصار کے نقیب تھے۔ آنخضرت ؐ نے آپ کے اور حضرت زید بن حارثہ کے درمیان مواخات کا رشتہ جوڑا۔

(اشعہ)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اسید بن حضیر کا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ ایک اور انصاری کا ہے جن کے مزاج میں خوش طبعی بہت تھی۔ مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں یہ عبارت یوں ہے۔ ان رجلا من الانصار بینما یحدث۔

(مرقات)

فطعنه النبی فی خاصرته بعود مرقات۔ یہ چھڑی چھبونا بھی خوش طبعی کے طور پر ہوا' معلوم ہوا کہ کبھی کبھی جائز خوش طبعی کرنا اور سننا اس میں شرکت کرنا جائز ہے۔

(اشعہ)

خیال رہے کہ بیٹا باپ سے ' شاگرد اُستاد سے ' امتی نبی سے اور غلام مولیٰ سے اپنا قصاص نہیں مانگ سکتا نہ ان کے درمیان قصاص ہے ' دیکھو حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کی بے قصور ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر انہیں کھینچا مگر قصاص کا حکم نہ ہوا۔ حضور انورؐ کا یہ عمل تعلیمِ اُمّت کے لئے ہے تاکہ وہ قصاص دینے میں شرم نہ کریں۔ سبحان اللہ ' ان صحابی نے یہ قرب حاصل کرنے کے لئے کیسا لطیف بہانہ کیا ورنہ کہاں یہ صحابی ' اور کہاں حضور انورؐ سے قصاص۔ (مرأت)

ع دلِ عُشّاق حیلہ گر باشد

چو رسی بکوئے دلبر بسپار جان مضطر

کہ مبادا بار دیگر نہ رسی بدیں تمنا

(ترجمہ) اگر دلبر کے پاس تو رسائی حاصل کر لے تو بے قرار جان کو ان پر نچھاور کر دے کہ شاید بار بار ایسے موقعہ نصیب نہ ہوں۔

حدیث ۱۲٦

وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰہِ لَقَدْ سَاَلْتُ عَنْھَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلْ اِئْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ حَتّٰی اِذَا رَأَیْتَ

شُحًّا مُطَاعًا وَّهَوًى مُّتَّبَعًا وَّدُنْيَا مُؤْثَرَةً وَّاِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَأْيٍ بِرَأْيِهٖ وَرَأَيْتَ اَمْرًا لَّا بُدَّ لَكَ مِنْهُ فَعَلَيْكَ نَفْسَكَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَوَامِ فَاِنَّ وَرَائَكُمْ اَيَّامَ الصَّبْرِ فَمَنْ صَبَرَ فِيْهِنَّ كَانَ كَمَنْ قَبَضَ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيْهِنَّ اَجْرُ خَمْسِيْنَ رَجُلًا يَّعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْهُمْ قَالَ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ) مشکوٰۃ باب الامر بالمعروف ونہی عن المنکر

ترجمہ:۔

حضرت ابی ثعلبہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی بابت پوچھا (یعنی کیا میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو چھوڑ دوں) آپ نے فرمایا نہیں بلکہ جاری رکھو۔ یہاں تک کہ جب تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہے۔ خواہش نفس کا اتباع کیا جاتا ہے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جاتی ہے اور ہر عقلمند اپنی رائے کو پسندیدہ سمجھتا ہے اور تم اس امر کو دیکھو کہ جس سے تم کو چارہ نہیں ہے تو تم اپنے آپ کو لازم پکڑ لو اور عوام کو چھوڑ دو۔ اس لئے کہ تمہارا آئندہ زمانہ ایسا ہوگا جس میں تم کو صبر کرنا پڑے گا اور ان ایام میں جو شخص صبر کرے گا اس کی کیفیت یہ ہو گی کہ گویا

اس نے اپنے ہاتھ میں انگارا لے لیا ہے۔ ان ایام میں جو شخص احکام دین پر عمل کرے گا اس کو پچاس آدمیوں کے عمل کا ثواب ملے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ان پچاس آدمیوں کے عمل کا ثواب جو اسی زمانہ میں ہوں گے؟ فرمایا نہیں تم میں سے پچاس آدمیوں کے عمل کا ثواب (یعنی حضورؐ کے زمانہ کے لوگوں کا ثواب)

(ترمذی' ابن ماجہ)

تشریح:۔

اس حدیث پاک سے امر بالمعروف کا انتہا اور آخر زمانہ میں انفرادی زندگی کا اختیار کرنا اور جماعتی سے افضل ہونا اور اس وقت عاملین کا قلیل ہونا اور ان کا بہ نسبت متقدّمین کے اجر زیادہ پانا صراحۃً ثابت ہوتا ہے اور اشارتاً یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ متقدّمین اگرچہ بلحاظ تقدّم افضل ہیں مگر عرفان میں متاخرین افضل ہوں گے۔ وجہ اشارہ یہ ہے کہ زیادہ اجر کی مدار بادہ عرفان پر ہے۔

(تشریح از مولانا رشید احمدؒ گنگوہی)

شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں۔ (فارسی کا ترجمہ کچھ یوں ہے) اس حدیث سے آخر امت کی فضیلت اس صفت اور اس حیثیت سے صحابہ پر لازم آتی ہے لیکن فضل جزی منافی فضل کلّی نہیں ہے۔ جمہور علماء کا مختار مذہب اس کے خلاف ہے۔ یہ اختلاف ان صحابہ کرام کے بارے میں ہے جنہوں نے حضورؐ سے دائمی صحبت اور شب و روز حاضری دی۔ انوار و برکاتِ صحبت سے مستفیض ہوئے اس فضیلت میں

ان کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں۔ کیونکہ بیک نظر جمالِ مصطفےٰ ﷺ پڑنے انوار و تجلّیات اور فضیلت کے وہ باب کھلتے ہیں کہ دوسرا کوئی بھی اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔

بلکہ وہ صحابہ مراد ہونگے جو صرف ایمان لا کر اپنے وطنِ مالوف چلے گئے اس سے زیادہ صحبت سے مشرّف نہ ہو سکے۔ (اشعۃ)

حدیث : ۱۲۷

وَعَنْ زَارِعٍ وَكَانَ فِيْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهٗ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤد)

مشکوٰۃ باب المصافحۃ والمعانقۃ۔

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت زارع سے اور وہ عبد القیس کے وفد میں تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ آئے تو ہم اپنی سواریوں سے جلدی آنے لگے تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چومتے تھے۔ (ابوداؤد)

تشریح:۔

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ زارع ابن عامر عبدالقیس اپنے قبیلہ کے

وفد میں حاضر بارگاہِ رسالت ہوئے' ایمان لائے' صحابی بنے' آخر میں بصرہ میں قیام رہا۔ (مرقات)

صحابی اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو شوق و محبت میں بے خود ہو گئے اور اپنی سواریوں سے جلد جلد اُتر کر حضور انورؐ کی طرف دوڑنے لگے۔ آج بھی حجاج جب مدینہ منورہ پہنچتے ہیں تو انہیں سامان رکھنا مشکل پڑ جاتا ہے۔ یہ تڑپ وہ جانے جس کے دل سے لگی ہو۔ اسی وفد میں ایک صاحب تھے جنکا نام دشج تھا' یہ سردار قافلہ تھے۔ یہ اپنی سواری سے اُترے' غسل کیا۔ سفید عمدہ لباس پہنا۔ پھر مسجد شریف میں آکر دو رکعت نفل ادا کی۔ پھر نہایت ادب و انکسار' خشوع و خضوع سے بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے۔ حضور انورؐ ان کے اس ادب سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تمہاری دو خصلتیں اللہ کو بڑی پیاری ہیں ایک حِلم اور دوسرا وقار۔ (اشعہ)

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ خواہ پاؤں پر ہاتھ رکھ کر ہاتھوں کو چومے' خواہ پاؤں پر منہ رکھ کر چومے۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں کیونکہ مصافحہ کر کے اپنا ہاتھ چومنا منع ہے۔ بزرگوں کے ہاتھ اپنے منہ سے چومے۔ ایسے ہی ان کے پاؤں اپنے منہ سے چومے۔ آنکھیں ان کے قدموں سے ملے' مبارک ہیں وہ ہونٹ اور آنکھیں جو حضورؐ کے قدم شریف سے لگ جائیں۔ پابوسی کو سجدہ سمجھنا جہالت ہے۔ سجدہ میں سات اعضاء زمین پر لگنا اور سجدہ کی نیت ہونا ضروری ہے۔ قدم بوسی میں ایسا نہیں ہوتا۔

ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ جب بارگاہ رسالت میں آتیں تو حضورؐ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے ان کا ہاتھ پکڑتے' انہیں چومتے' انہیں اپنی مجلس میں بٹھاتے اور جب حضور انورؐ انکے پاس تشریف لاتے تو وہ بھی ان کے لئے کھڑی ہو جاتیں۔ حضورؐ کا ہاتھ پکڑتیں' اسے بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔

شارحین فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا حضرت فاطمہؓ کے لئے کھڑا ہونا تعظیم کے لئے نہیں بلکہ خوشی کا قیام تھا۔ کیونکہ تعظیم تو اپنے سے بڑوں کی کی جاتی ہے۔ اسی طرح آپ کا یہ بوسہ محبت و پیار کا تھا۔ ساری اولاد میں حضورؐ کو جناب فاطمہؓ بہت پیاری تھیں۔ آپ سب سے چھوٹی تھیں اور آپ کی والدہ جناب خدیجۃ الکبریٰؓ آپ کے لڑکپن میں وفات پا گئی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضورؐ کی گود میں اور آپکی آغوش میں پلیں۔ معلوم ہوا کہ تعظیم کیلئے قیام سُنتِ فاطمۃ الزھراءؓ ہے اور خوشی کیلئے قیام' سُنتِ رسول اللہؐ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جوان بیٹی کو چومنا اور جوان بیٹی کا اپنے باپ کو چومنا جائز ہے۔

(مرأت)

حدیث : ۱۲۸

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُومُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ

الصُّبْحَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَ كَانُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ فَيَاْخُذُوْنَ فِیْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُوْنَ وَيَتَبَسَّمُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِیْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِیِّ يَتَنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ۔ مشکوٰۃ باب الضحک

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ اٹھتے تھے اپنے اس مصلّے سے جس میں فجر کی نماز پڑھتے' حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتا پھر جب سورج طلوع ہو جاتا تو اٹھتے اور لوگ باتیں کرتے تھے تو جاہلیت کے زمانہ کے کاموں کے ذکر میں مشغول ہو جاتے تو ہنستے تھے اور نبی کریم ﷺ مسکراتے تھے۔ (مسلم)' اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ وہ حضرات اشعار پڑھتے تھے۔

تشریح:۔

اس حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے کہ ۔

۱۔ نماز فجر کے بعد اشراق تک مصلّے پر بیٹھے رہنا سُنت ہے۔

۲۔ اس وقت تلاوت قرآن کرنا بہتر نہیں جن اوقات میں سجدہ حرام ہے ان اوقات میں تلاوت قرآن اس لئے افضل نہیں کہ اس وقت سجدہ تلاوت نہ کر سکے گا۔

۳۔ نفلی معتکف کو مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا جائز ہے یہ حضرات بہ نیتِ اعتکاف وہاں بیٹھتے تھے۔

۴۔ مسجد میں جائز اشعار پڑھنا جائز بلکہ نعت شریف پڑھنا سُنتِ صحابہ ہے۔

۵۔ آخرت کی چیزیں کوئی اپنی عقل سے معلوم نہیں کر سکتا۔ یہ صرف نبوت کے نُور سے ہی معلوم ہوتی ہیں۔ دیکھو حضرات صحابہ کرامؓ اب بعد اسلام اپنے زمانۂ جاہلیت کی باتوں پر خود ہنستے تھے کہ ہم اس وقت کیسے نا سمجھ تھے۔ اب حضورؐ کے صدقہ سے سمجھ بوجھ میسّر ہوئی۔

۶۔ حضورؐ بڑے ہی اخلاق کے مالک تھے کہ اپنے کو اپنے خدام کے ساتھ رکھتے تھے اور ان کے ہر کام میں شریک ہو جاتے تھے۔ (مرأت)

حدیث : ۱۲۹

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِحَسَّانَ اِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰى وَاشْتَفٰى (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب البیان والشعر

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے فرماتی ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو حسان سے فرماتے سُنا کہ روح القدس تمہاری تائید کرتے رہتے ہیں جب تک کہ تم اللہ اور رسولؐ کی طرف سے دفاع کرتے ہو اور فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ حسان نے ان کفار کی ہجو کی تو شفا دی اور شفا پائی۔ (مسلم)

تشریح:۔

حضرت حسان ابن ثابت ابن منذر ابن حرام انصاری مدنی ہیں۔ ان چاروں کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی۔ حضرت حسان نے ساٹھ سال کفر میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں خاص شاعر اسلام ہیں۔ خلافتِ حیدری میں وفات پائی۔

جب کفارِ اسلام مسلمانوں بلکہ خود حضور ﷺ کی شان اقدس میں بکواس کرتے تھے تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ جواباً" کفار، ان کے دین، اور ان کے بتوں کی ہجو اشعار میں کرتے تھے۔ حضورؐ اس کے متعلق حضرت حسان کو بشارت دے رہے ہیں کہ جب تم ہجو کے اشعار لکھنے لگتے ہو تو جناب جرائیلؑ تمہارے دل میں اچھے مضمون ڈالتے ہیں۔ تمہاری زبان پر اچھے الفاظ جمع فرماتے ہیں اور تم کو دعائیں دیتے، تمہارا احترام کرتے ہیں، یہ ہے جرائیلؑ کی مدد۔ معلوم ہوا کہ دشمنانِ دین کی ہجو اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ بعض اوقات جہاد میں قصیدے بڑی مدد دیتے

ہیں۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں اسے اچھی طرح آزمایا گیا۔ ریڈیو پاکستان نے اس قسم کے قصیدوں کے ذریعے غازیوں بلکہ سارے پاکستانیوں کو گرما دیا جس کا نتیجہ نہایت ہی اچھا رہا۔

هَجَاهُمْ حَسَّانُ :۔ پہلے قریش نے مسلمانوں کی ہجو کی جس سے مسلمانوں کے دل زخمی ہو گئے۔ حضرت حسان نے ان سے بدلہ لیتے ہوئے کفار کی ہجو کی۔ مسلمانوں کے زخموں پر گویا مرہم رکھ دیا۔ حسان کے اشعار مرہمِ زخمِ دل ہیں۔

غزوۂ خندق کے بعد حضور انورؐ نے بنی قریظہ' یہودِ مدینہ کا محاصرہ فرمایا تو حضرت حسان سے فرمایا کہ کفار کی ہجو کرو۔ جبرائیلؑ تمہارے ساتھ معاون ہیں ویسے عام موقعوں پر یہ فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی میرے حسان کی جبرائیلؑ سے مدد کر۔ معلوم ہوا کہ مقبولوں کی تعریفیں کرنا نیکی ہے اور مَرْدُودُوں کی ہجو کرنا نیکی ہے۔

(مرأت)

حدیث : ۱۳۰

وَعَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَدْرِيْ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِيْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ (رَوَاهُ الْبُخَارِيْ) مشکوٰۃ باب البکاء والخوف

ترجمہ:۔

روایت ہے جناب اُمِّ العُلَاءِ الاَ نصاریّہ سے' فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں رسول اللہ ہوں کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

(بخاری)

تشریح:۔

اُمِّ العُلَاء صحابیہ ہیں۔ حضرت خارجہ ابن زید ابن ثابت کی والدہ ہیں یعنی زید ابن ثابت کی بیوی۔ حضور انور ﷺ کو آپ سے بہت محبت تھی۔

(مرأت)

فرمایا کہ مجھے خبر نہیں کہ دنیا و آخرت میں ربِ تعالیٰ میرے ساتھ کیامعاملہ کرے گا اور تمہارے ساتھ کیا کرے گا۔ اس حدیث کے متعلق محدّثین کے بہت قول ہیں۔ صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اور یہ آیت قُلْ لَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ اس آیت سے منسوخ ہیں یَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ بعض چیزیں قابل نسخ ہوتی ہیں۔

(مرقات)

شارح مشکواۃ صاحبِ مرأت فرماتے ہیں کہ یہ آیت اور حدیث منسوخ نہیں۔ یہاں علم کی نفی نہیں بلکہ درایت کی نفی ہے۔ علم عام ہے جبکہ درایت کا مطلب ہے کہ کوئی چیز اپنے قیاس اور انکل اندازے سے معلوم کرنا۔ مطلب یہ

ہے کہ میں باوجود اس کے کہ نبی ہوں اور نبی کی عقل تمام جہان سے زیادہ ہوتی ہے مگر اپنے یا دوسروں کا انجام میں بھی عقل و قیاس سے معلوم نہیں کر سکتا۔ بلکہ مجھے یہ علم وحی الٰہی سے ہے۔ اسی لئے اس آیت کے آخر میں ہے۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ لہٰذا یہ حدیث دوسری آیات و احادیث کے خلاف نہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ حمد کا جھنڈا قیامت میں میرے ہاتھ ہو گا۔ میں گنہگاروں کی شفاعت کروں گا۔ حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہیں وغیرہ۔ حضورؐ تا قیامت ہر جنتی و دوزخی کو جانتے پہچانتے ہیں۔ وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا خیال رہے کہ حضرت اُمِّ العلاء نے حضرت عثمان ابن مظعون کی وفات پر فرمایا تھا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ تم جنتی ہو اس پر ارشاد عالی ہوا تھا کہ محض اپنی عقل سے یہ کیوں کہہ رہی ہو یہ بات تو میں بھی عقل سے نہیں کہہ سکتا۔

(مراٰت)

حدیث : ۱۳۱

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ فَرَاَيْتُ فِيْهَا امْرَاَةً مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تُعَذَّبُ فِيْ هِرَّةٍ لَهَا رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا وَرَاَيْتُ عَمْرَو

بْنَ عَامِرِ الْخُزَاعِیَّ یَجُرُّ قُصْبَهٗ فِی النَّارِ وَکَانَ اَوَّلَ مَنْ سَیَّبَ السَّوَائِبَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوۃ باب البکاء والخوف۔

ترجمہ:۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر آگ پیش کی گئی تو میں نے اس میں بنی اسرائیل کی ایک عورت کو دیکھا جو اپنی ایک بلی کی وجہ سے عذاب دی جا رہی ہے جسے اس نے باندھ دیا تھا کہ نہ اسے کھلایا نہ ہی چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی حتیٰ کہ بھوک سے مر گئی اور میں نے عمرو ابن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ آگ میں انتڑیاں گھسیٹ رہا تھا۔ یہ پہلا وہ شخص ہے جس نے سائبہ جانور ایجاد کئے۔ (مسلم)

تشریح:۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ معراج کا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت، دوزخ کی سیر فرمائی اور ہر جگہ کے لوگ ملاحظہ کئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ کسی خواب کا ہو مگر پہلا احتمال قوی ہے۔ (مراٗت)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ وہ عورت بنی اسرائیل کی مومنہ تھی، کافر نہیں تھی اسے اس گناہ کی وجہ سے یہ عذاب ہو رہا تھا۔
(مرقات)

معلوم ہوا کہ مومن کو بھی بعض گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو جائے گا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ چغل خور اور پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے والے کو

عذاب قبر ہوگا۔

حَتّٰی مَاتَتْ جُوْعًا:۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ جانوروں پر ظلم بھی عذاب کا باعث ہے ان کا حق بھی ضرور ادا کرنا چاہیئے تو جو انسان خصوصاً" مسلمان پر ظلم کریں وہ کیسی سزا کے مستحق ہوں گے۔ دوسرا یہ کہ حضور ﷺ کی نگاہ آئندہ واقعات کو بھی دیکھتی ہے۔ مجرموں کا دوزخ میں جانا قیامت کو ہو گا مگر حضور انورؐ نے پہلے ہی ملاحظہ فرمالیا۔ حضور انورؐ نے شبِ معراج جنت میں جاتے ہوئے اپنے آگے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوتوں کی آہٹ سنی۔ یہ آہٹ آج کی نہ تھی بلکہ بعد قیامت جب حضورؐ جنت میں داخل ہوں گے تب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہٹو' بچو کرتے آگے ہوں گے۔ وہ آہٹ حضورؐ آج سن رہے ہیں۔ تیسرا یہ کہ حضورؐ لوگوں کے اعمال پر مطلع ہیں کہ کون کیا کرتا ہے۔ (مرأت)

عمرو بن عامر:۔ یہ قبیلہ بنی خزاعہ کا ایک شخص تھا جس نے عرب میں بت پرستی اور بتوں کے نام پر جانور چھوڑنا ایجاد کیا۔ اسے بھی حضور انورؐ نے اسی عذاب میں گرفتار دیکھا۔ سائبہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو بتوں کے نام پر چھوڑ دی جائے۔ اس پر کوئی سواری نہ کرے وہ جہاں چاہے چرتی پھرے' کوئی اسے روک ٹوک نہ کرے۔ جیسے ہندوؤں کے سانڈ بجار۔ بعض روایات میں عمرو ابن لحی آیا ہے ہو سکتا ہے کہ عامر اس کے باپ کا نام ہو اور لحی اس کے دادا کا نام' لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ (اشعتہ)

حضور انورؐ نے اس کو آگ میں جلتے' نماز کسوف میں بھی دیکھا ہے (مرأت)

حدیث ۱۳۲

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

مشکوٰۃ باب البکاء والخوف۔

ترجمہ:۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بندہ اس پر اٹھایا جائے گا جس پر مرے گا۔ (مسلم)

تشریح:۔

اعتبار خاتمے کا ہے اگر کوئی کفر پر مرے تو کفر پر ہی اٹھے گا۔ اگرچہ زندگی میں مومن رہا ہو اور اگر ایمان پر مرے تو ایمان پر اٹھے گا۔ اگرچہ زندگی میں کافر رہا ہو' اسی لئے تو فرمان باری تعالیٰ ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان جو مشغلہ زندگی میں کرے گا۔ اسی پر انشاء اللہ مرے گا اور جس پر مرے گا اسی پر اٹھے گا۔ انشاء اللہ ذاکرین ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے اٹھیں گے۔ شاغلین یار کے شغل میں' واصلین وصال میں' کاملین کمال میں' حتیٰ کہ بلالؓ اذان دیتے ہوئے اٹھیں گے۔ اللہ تعالیٰ زندگی میں اچھا شغل عطا کرے اور اسی پر موت دے۔ آمین ثم آمین۔

(مرأت)

اس جگہ محدث اعظم و عارف کامل حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی لکھتے ہیں- (ترجمہ) کہ بعض عارف فرماتے ہیں کہ اگر کسی سالک کو حضورؐ، یاداشت و جوہرِ ذکر کی نعمت نصیب ہو جائے اسکا دل حضوری میں قرار پا جائے تو ایسی حالت میں سکرات موت و بیتابی کی وجہ سے اس کیفیت میں فتور بھی واقع ہو جائے تو کوئی حرج نہیں بعد از مفارقت روح پھر وہی حالت عود کر آتی ہے اور جسم و جان اسی کیف و سرور سے سرشار ہو جاتا ہے-

(اشتہ)

اسکی واضح مثال فروری ۱۹۷۹ء میں ایک دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ رابع حضرت بِلّبیؒ کا جب لاہور میو ہسپتال میں انتقال ہوا تو ڈاکٹروں نے موت کی تصدیق کرنے سے اس لئے انکار کر دیا کہ دل ذاکر تھا اور پوری شدّ و مد سے چل رہا تھا- غالباً" یہ اس لئے کہ یہ پوری عمر کی مشق تھی کیونکہ سالک اپنی تمام عمر اسی جدوجہد اور اس کی تلاش میں گزار دیتا ہے- بہرحال ہسپتال سے اجازت کے بعد اپنے وطنِ مالوف لِلّٰہ شریف میں پہنچے تو ایک دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دل دھک دھک چل رہا تھا اور وہ پھول جو جسم اطہر پر سجائے گئے تھے اُچھل اُچھل کر دعوتِ نظارہ دے رہے تھے- راقم نے یہی کیفیت قبر میں اترنے کے بعد بھی دیکھی تھی- کسی نے کیا خوب کہا ہے-

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است برجریدۂ عالمِ دوامِ ما

حدیث ۱۳۳ :

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَھَا اَنْ تَاَطَّ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا فِیْھَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَکٌ وَاضِعٌ جَبْھَتَہٗ سَاجِدًا لِلّٰہِ وَاللّٰہِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَی الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَی اللّٰہِ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ شَجَرَۃً تُعْضَدُ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ) مشکوۃ باب البکاء والخوف

ترجمہ:۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چر چرا رہا ہے اور اس کا حق ہے کہ چر چرائے' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ آسمان میں چار انگشت جگہ بھی ایسی نہیں کہ جہاں فرشتے خدا کے لئے اپنا سر رکھے سجدہ میں نہ پڑے ہوں۔ اللہ کی قسم اگر تم وہ چیزیں جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور روتے زیادہ۔ اور بیویوں سے

بستروں پر لذت حاصل نہ کرتے اور اللہ کی پناہ لیتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاتے۔ ابوذر فرمانے لگے کہ ہائے کاش کہ میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح:-

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ غیبی چیزیں دیکھتی ہے اور حضور کے کان غیبی آوازیں سنتے ہیں جس نگاہ سے اللہ تعالیٰ ہی نہ چھپا اس سے اور کیا چیز چھپے گی۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

مالا تروں میں ما عام ہے ہر غیبی چیز حضورؐ پر ظاہر ہے۔

یعنی قیامت کے خوف و دہشتِ دوزخ کے عذاب اللہ تعالیٰ کی پکڑ عالمِ غیب کے اسرار جتنے مجھے معلوم ہیں تم کو ان کا لاکھواں حِصّہ بھی حاصل نہیں نیز تم کو جس قدر علم ہے وہ ہم سے سن کر ہے ہم کو علم ہے دیکھ کر اور دیکھے ہوئے علم میں فرق ہوتا ہے۔ نہ دیکھے ہوئے سے۔

اَطَّت بنا ہے اطیط سے جس کا معنی چرچِرانا بھی ہے اور رونا بھی اور مطلق آواز بھی۔ یہاں تینوں معنی ہو سکتے ہیں۔ فرشتوں کے بوجھ سے چرچرانا جیسے اونٹ کا بھرا ہوا پالان بوجھ سے چُرچُر کرتا ہے یا خوفِ الٰہی میں روتا ہے، فرشتوں کی تسبیح و تہلیل سن کر، یا خود اللہ کا ذکر اس کی تسبیح و تہلیل کرتا ہے فرشتوں کے

ساتھ۔

(مرقات و اشعۃ)

غرض آسمان آواز ضرور کر رہا ہے اس لئے اس کے لئے سننا فرمایا گیا کہ میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ فرمایا آسمان کی آواز میں سن رہا ہوں۔

سَاجِدًا لِلّٰہِ ظاہر یہ ہے کہ یہاں سجدہ کرنے والے فرشتوں کی کثرت کا ذکر ہے کہ آسمان کا ایک چپہ فرشتے کی پیشانی سے خالی نہیں' رکوع' قیام' قعود والے فرشتے ان کے سواء ہیں۔ ربِ تعالیٰ نے فرشتوں کا قول نقل فرمایا۔ وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ سجدہ والوں کی جگہ اور ہے' رکوع اور قیام والوں کی جگہ اور ہے۔

لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا یعنی اگر تم کو وہ چیزیں معلوم ہو جائیں یا تو تم ہنسنا بھول ہی جاؤ یا ہنسو بہت کم اور ڈرو بہت زیادہ۔ تم پر خوف کا غلبہ ہو جائے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔

الف۔ یہ کہ ساری مخلوق کا علم حضورؐ کے علم کے سامنے اس طرح ہے جیسے سمندر کے آگے قطرہ کیونکہ لَوْ تَعْلَمُوْنَ میں خطاب سارے صحابہؓ سے ہے۔

ب۔ یہ کہ حضورؐ کے قلبِ پاک کو اللہ تعالیٰ نے بڑی برداشت کی طاقت دی ہے کہ اس قدر عذاب وغیرہ کو جانتے بلکہ دیکھتے ہوئے بھی اپنے کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ یہ ہے حضورؐ کا تحمل اور برداشت کہ لوگوں سے تعلقات بھی رکھتے ہیں سب سے ہنستے بولتے بھی ہیں۔ ہم لوگ تو تارکُ الدّنیا ہو جاتے ہیں۔ ربِ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا

مِنْ خَشْيَةِ اللّٰه یعنی اگر ہم قرآن مجید پہاڑ پر اتارتے تو وہ بھی اللہ کی ہیبت سے پھٹ جاتا۔ معلوم ہوا کہ حضور انورؐ کا دل پہاڑ سے زیادہ قوی ہے۔

صُعُدَات جمع ہے صعید کی بمعنی زمین کی ظاہری مٹی۔ اس سے مراد ہے جنگل جہاں سفیدہ زمین اور مٹی ہی ہوتی ہے۔ پہاڑ وغیرہ نہیں ہوتے یعنی تم خوف و ڈر کی وجہ سے آبادیوں میں رہنا آرام کرنا بھول جاتے۔ جنگلوں میں چیختے روتے پھرتے۔

يَالَيْتَنِي كُنْتُ شَجَرَةً یہ دردناک تمنا راویٔ حدیث حضرت ابوذرؓ کی ہے۔ بعض صحابہؓ فرماتے تھے کہ کاش میں جانور ہوتا جسے ذبح کرکے کھا لیا جاتا۔ صدیق اکبرؓ تمنا کرتے تھے کہ کاش میں چڑیا ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ میں انسان نہ ہوتا جو احکام کے مکلّف ہیں اور گناہ کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا خوف ہے جن کے جنتی ہونے کی خبر قرآن کریم اور صاحبِ قرآن نے دے دی ہے۔ اب سوچو کہ ہم کس شمار میں ہیں۔ بات یہ ہے کہ جتنا قرب زیادہ اتنا ہی خوف زیادہ۔ اللہ اپنا خوف عطا کرے۔ امین

مراٰت

حدیث : ۱۳۴

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ

غَالِيَۃٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَۃَ اللّٰہِ الْجَنَّۃُ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

مشکوٰۃ باب البکاء والخوف؛

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو ڈرتا ہے' وہ اندھیرے میں اٹھتا ہے' جو اندھیرے میں اٹھتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ خبردار اللہ کا سودا مہنگا ہے۔ خبردار اللہ کا سودا جنت ہے۔ (ترمذی)

تشریح:۔

یعنی جو دشمن کے شب خون مارنے کا اندیشہ کرتا ہے' وہ جنگل میں رات غفلت سے نہیں گزارتا ورنہ مارا جاتا ہے۔ لُٹ جاتا ہے۔ شیطان شب خون مارنے والا دشمن ہے۔ ہم دنیا میں راہِ آخرت طے کرنے والے مسافر ہیں۔ ایمان کی دولت ہمارے پاس ہے۔ یہاں غفلت نہ کرو ورنہ لٹ جاؤ گے۔

فرمان عالی میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّۃَ۔ جنت سودا ہے رب تعالیٰ فروخت کرنے والا ہے' ہم خریدار ہیں۔ ہمارے مال و جان اس سودے کی قیمت ہیں۔ اس کا عکس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خریدار ہے۔ ہمارے جان و مال سودے ہیں۔ جنت اس کی قیمت ہے۔ اگر جان دے کر بھی یہ سودا مل جائے تو سستا ہے۔

جے سردیاں راقب ملے اوہ پیارا
بڑا سستا سودا خریدار نوں ہے۔

ہر دو عالم قیمتِ خود گفتہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اللہ تعالیٰ ہم محتاجوں کو اپنے محبوب کے نام کی خیرات دے دے۔
فقیروں' بھکاریوں سے قیمت نہیں مانگی جاتی' اس پر کرمِ کریمانہ ہوتا ہے۔

چہ باشد کہ مشتے گدایانِ خیل
بیایند دارالسلام از طفیل

یعنی یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ کے طفیل جنت میں پہنچ جائیں تو آپ کا کیا بگڑتا ہے۔ ہمارا بھلا ہو جائے گا۔
مراۃ

چہ کم گردد زجاہے چو نتو شاہے
اگر گاہے کنی سوئیم نگاہے
جامی

ترجمہ۔ آپ جیسے بادشاہ کا مرتبہ کیا کم ہوتا ہے کہ اگر کبھی میری طرف بھی نگاہ کرم ہو جائے۔

حدیث : ۱۳۵

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدُ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ وَاِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

مشکوٰۃ باب البکاء والخوف۔

ترجمہ:۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بوڑھے ہوگئے۔ فرمایا مجھے سورۃ ہود، سورۃ واقعہ، سورۃ مرسلات، سورۃ نبا اور سورۃ تکویر نے بوڑھا کردیا۔ (ترمذی)

تشریح

اس طرح کہ حضورؐ پر ضعف کے آثار نمودار ہیں حتیٰ کہ اکثر نماز بھی بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ کے بال سفید یا نگاہ کمزور ہوگئی کیونکہ حضور انورؐ کے سرمبارک اور داڑھی شریف میں کل بیس (20) بیس سے کم بال سفید تھے۔ (مرقات)

صاحب مرقات مزید فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے شمار کیا ہے آپ کے کل چودہ (14) بال سفید تھے۔ (مرقات)

بعض روایات میں ہے کہ چودہ بال سر شریف میں پانچ بال داڑھی میں

اور ایک بال ریش میں۔ فرمایا جن سورتوں میں عذاب الہٰی کا ذکر ہے ان کے عذاب سے مجھے اپنی اُمت کا خوف ہے ان کی فکر اسی قدر ہے کہ اس فکر نے مجھے بوڑھا کردیا۔

ایک بزرگ نے خواب میں حضورؐ کی زیارت کی اور یہ حدیث پیش کی فرمایا۔ حدیث صحیح ہے ہم نے یہ فرمایا ہے۔ اس نے پوچھا کون سی آیت نے حضورؐ کو بوڑھا کیا۔ فرمایا۔ فاستقم کما امرت ومن تاب معک

مرقات

امت کی استقامت بڑی مشکل چیز ہے جس کی فکر حضورؐ کو ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے لَقَدْ جَآئَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ

حضورؐ فرماتے ہیں کہ ان سورتوں میں عذاب الہٰی کا ذکر ہے جن سے مجھے اپنی اُمت کی فکر ہے۔ (مرأت)

حدیث: ۱۳۶

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثُ نَفَسٍ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اَلْمُتَوَضِّیْ فِی الْمَکَارِہِ وَالْمَاشِیْ اِلَی الْمَسَاجِدِ فِی الظُّلَمِ وَمُطْعِمُ الْجَائِعِ . (مُنَبِّهَات اِبْنِ حَجَرِ عَسْقَلَانِیْ)

ترجمہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایۂ عرش کے نیچے جگہ عطا فرمائے گا۔ جس دن اس کے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا وضو کرنے والا، تکلیفوں میں، اور اندھیرے میں مسجدوں کی طرف چلنے والا، اور بھوکے لوگوں کو کھلانے والا۔

(منبہات)

حدیث : ۱۳۷

وَعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اَرْبَعَةٌ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْجَنَّةِ اَلْخُلُوْدُ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَخِدْمَةُ الْمَلَائِكَةِ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَجِوَارُ الْاَنْبِيَاءِ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَرِضَى اللّٰهِ تَعَالٰى فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَاَرْبَعَةٌ فِي النَّارِ شَرٌّ مِّنَ النَّارِ اَلْخُلُوْدُ فِي النَّارِ شَرٌّ مِّنَ النَّارِ وَتَوْبِيْخُ الْمَلَائِكَةِ الْكُفَّارَ فِي النَّارِ شَرٌّ مِّنَ النَّارِ وَجِوَارُ الشَّيْطَانِ فِي النَّارِ شَرٌّ مِّنَ النَّارِ وَغَضَبُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي النَّارِ شَرٌّ مِّنَ النَّارِ (منبہات ابن حجر عسقلانی)

ترجمہ

روایت ہے نبی کریم ﷺ سے کہ فرمایا جنت میں چار چیزیں جنت سے بہتر ہیں۔ ہمیشہ رہنا جنت میں جنت سے بہتر ہے' اور جنت میں فرشتوں کی خدمت گاری جنت سے بہتر ہے' اور جنت میں انبیاء کرام کا پڑوسی ہونا جنت سے بہتر ہے اور جنت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی جنت سے بہتر ہے۔

اور چار چیزیں دوزخ میں دوزخ سے بھی بدتر ہیں۔ دوزخ میں ہیشگی دوزخ سے بدتر ہے' اور دوزخ میں کافروں کو فرشتوں کا جھڑکنا دوزخ سے بدتر ہے' اور دوزخ میں شیطان کا پڑوسی ہونا دوزخ سے بدتر ہے' اور دوزخ میں اللہ تعالیٰ کا غصہ دوزخ سے بدتر ہے۔

(منبہات)

حدیث : ۱۳۸

وَعَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ وَکَانَ مَعَہٗ اَصْحَابُہٗ جُلُوْسًا فَقَالَ اَبُوْبَکْرِنِ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَحُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا ثَلٰثٌ اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاِنْفَاقُ مَالِیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَنْ یَکُوْنَ اِبْنَتِیْ

تَحْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ صَدَقْتَ یَا اَبَابَکْرٍ وَحُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا ثَلٰثٌ اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالثَّوْبُ الْخَلِقُ فَقَالَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ صَدَقْتَ یَا عُمَرُ وَحُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا ثَلٰثٌ اِشْبَاعُ الْجِیْعَانِ وَکِسْوَۃُ الْعُرْیَانِ وَتِلَاوَۃُ الْقُرْاٰنِ فَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ صَدَقْتَ یَا عُثْمَانُ وَحُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا ثَلٰثٌ اَلْخِدْمَۃُ لِلضَّیْفِ وَالصَّوْمُ فِی الصَّیْفِ وَالضَّرْبُ بِالسَّیْفِ فَبَیْنَا ھُمْ کَذٰلِکَ اِذْ جَاءَ جِبْرَائِیْلُ وَقَالَ اَرْسَلَنِی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی لَمَّا سَمِعَ مَقَالَتَکُمْ وَاَمَرَکَ اَنْ تَسْأَلَنِیْ عَمَّا اُحِبُّ اَنْ کُنْتُ مِنْ اَھْلِ الدُّنْیَا فَقَالَ مَا تُحِبُّ اِنْ کُنْتَ مِنْ اَھْلِ الدُّنْیَا فَقَالَ اِرْشَادُ الضَّالِّیْنَ وَمُوَانَسَۃُ الْغُرَبَاءِ الْقَانِتِیْنَ وَمُعَاوَنَۃُ اَھْلِ الْعِیَالِ الْمُعْسِرِیْنَ وَقَالَ جِبْرَائِیْلُ یُحِبُّ رَبُّ الْعِزَّۃِ جَلَّ جَلَالُہٗ مِنْ عِبَادِہٖ ثَلٰثَ خِصَالٍ بَذْلُ الْاِسْتِطَاعَۃِ وَالْبُکَاءُ عِنْدَ النَّدَامَۃِ وَالصَّبْرُ عِنْدَ الْفَاقَۃِ (مُنَبِّہَاتُ اِبْنِ حَجَرٍ عَسْقَلَانِی)

ترجمہ و تشریح:-

رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا تمہاری دنیا

سے مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ "خوشبو' عورت (حضور انورؐ نے عورت کو اس واسطے پسند فرمایا کہ دنیا میں بقائے نسل اور گھر کا آرام سکھ سب عورت سے وابستہ ہے) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز"

جب یہ فرمان ہُوا تو وہاں صحابہ کرامؓ بھی حاضر خدمت تھے اور ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ نے سچ فرمایا مجھے بھی دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں۔ رسول اللہؐ کے چہرہ انور کو دیکھتے رہنا۔ رسول اللہؐ پر اپنا مال خرچ کرنا' اور میری بیٹی کا حضورؐ کی خدمت میں ہونا۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ بولے کہ ابوبکرؓ سچے ہیں مجھے بھی دنیا میں تین چیزیں محبُوب ہیں۔ امر بالمعروف' نہی عن المنکر' اور لباس میں پرانا کپڑا استعمال کرنا پھر حضرت عثمانؓ بولے کہ عمرؓ سچے ہیں مجھے بھی دنیا سے تین چیزیں محبُوب ہیں بھوکوں کو کھانا کھلانا' ننگے بدن کو لباس پہنانا' اور تلاوتِ قرآن کرنا' حضرت علیؓ بھی حاضر درگاہ تھے انہوں نے فرمایا عثمانؓ سچے ہیں مجھے بھی دنیا سے تین چیزیں محبُوب ہیں۔ مہمانوں کی خدمت کرنا' گرمیوں میں روزے رکھنا' اور تلوار سے لڑائی کرنا۔

یہ مبارک مجلس اسی حال میں تھی کہ اچانک جبرائیل امینؑ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کی گفتگو سنی تو مجھے بھیجا تاکہ میں بھی اپنی پسندیدہ چیزیں بتاؤں کہ اگر میں دنیا میں ہوتا۔

حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم دنیا میں ہوتے تو تمہاری پسندیدہ چیزیں کیا ہوتیں۔ جبرائیلؑ نے کہا۔ "بھولے بھٹکوں کو راہ بتلانا' غریبوں اور عبادت کرنے والوں سے محبت کرنا' اور بھوکے عیالداروں کی مدد کرنا اور ساتھ ہی حضرت جبرائیلؑ

نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے تین خصلتیں پسند کرتا ہے۔ "اپنی طاقت بدنی ہو یا مالی عبادت میں خرچ کرنا۔ گناہوں کی ندامت پر رونا اور بھوک پر صبر کرنا۔"

حدیث ۱۳۹

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةُ نَفَرٍ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اَوَّلُهُمْ اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَاءَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ دَمْعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُتَعَلِّقٌ بِالْمَسْجِدِ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَیْهِ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَتِهٖ فَلَمْ تَعْلَمْ شِمَالُهٗ بِمَا صَنَعَتْ یَمِیْنُهٗ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ جَمَالٍ اِلٰی نَفْسِهَا فَاَبٰی وَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ تَعَالٰی (منبہات ابن حجر عسقلانی)

ترجمہ:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ سات آدمی ایسے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے سایہ

میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن کہ سوائے اس کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ امام عادل یعنی بادشاہ انصاف کرنے والا اور وہ جوان کہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادات میں بڑا ہوا اور تمام عمر گزار دی اور وہ شخص کہ جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اسکی آنکھوں سے خوف خدا کی وجہ سے آنسو ٹپک پڑے اور وہ شخص کہ جس کا دل مسجد سے معلق رہے یہاں تک کہ مسجد کی طرف لوٹ آئے۔ یعنی ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہے حتیٰ کہ نماز کا وقت آگیا اور مسجد کی طرف لوٹ گیا اور وہ مرد جو صدقہ و خیرات کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا اور وہ دو مرد جو محض اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں اور وہ مرد جس کو کوئی خوبصورت عورت اپنے نفس کی طرف دعوت دے تو وہ انکار کر دے اور کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

حدیث : ۱۴۰

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَازَالَ يُوْصِيْنِي جِبْرَائِيْلُ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ يَجْعَلُهُ وَارِثًا وَمَازَالَ يُوْصِيْنِي بِالنِّسَاءِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ سَيُحَرِّمُ طَلَاقَهُنَّ وَمَازَالَ يُوْصِيْنِي بِالْمَمْلُوْكِيْنَ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ يَجْعَلُ لَهُمْ وَقْتًا يُعْتَقُوْنَ فِيْهِ وَمَازَالَ يُوْصِيْنِي بِالسِّوَاكِ حَتّٰى

ظَنَنْتُ اَنَّهٗ فَرِیضَةٌ وَمَا زَالَ یُوْصِیْنِیْ بِالصَّلٰوۃِ فِی الْجَمَاعَةِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ تَعَالٰی صَلٰوۃً اِلَّا فِی الْجَمَاعَةِ وَمَا زَالَ یُوْصِیْنِیْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ لَا نَوْمَ بِاللَّیْلِ وَمَا زَالَ یُوْصِیْنِیْ بِذِکْرِ اللّٰهِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ لَا یَنْفَعُ قَوْلٌ اِلَّا بِهٖ (منبہات ابن حجر عسقلانی)

ترجمہ:۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی کریم سے، روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جبرائیل ؑ ہمیشہ ہمسائیوں کے متعلق وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ میرے وارث بنا دیئے جائیں گے۔

اور عورتوں کے بارے میں جبرائیلؑ مجھے وصیت کرتا رہا کہ مجھے گمان ہوا کہ ان پر طلاق حرام کر دی جائے گی اور غلاموں کے متعلق مجھے وصیت کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ کسی وقت میں آزاد ہو جائیں گے، اور مجھے مسواک کے متعلق وصیت کرتا رہا حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ فرض ہو جائے گی، اور مجھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ جماعت کے بغیر نماز قبول ہی نہیں ہوگی، اور ہمیشہ مجھے رات کے قیام کی وصیت کرتا رہا حتیٰ کہ میں سمجھا کہ رات کی نیند نہیں ہوگی، اور مجھے ذکر اللہ کی وصیت کرتا رہا حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ ذکر کے بغیر کسی بات کی اجازت نہیں ہوگی۔

حدیث : ۱۴۱

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ لِاِبْلِیْسَ عَلَیْہِ اللَّعْنَۃُ کَمْ اَحِبَّاؤُکَ مِنْ اُمَّتِیْ قَالَ عَشْرُ نَفَرٍ اَوَّلُھُمُ الْاِمَامُ الْجَائِرُ وَالْمُتَکَبِّرُ وَالْغَنِیُّ الَّذِیْ لَا یُبَالِیْ مِنْ اَیْنَ یَکْتَسِبُ الْمَالَ وَفِیْ مَاذَا یُنْفِقُ وَالْعَالِمُ الَّذِیْ صَدَّقَ الْاَمِیْرَ عَلٰی جَوْرِہٖ وَالتَّاجِرُ الْخَائِنُ وَالْمُحْتَکِرُ وَالزَّانِیْ وَاٰکِلُ الرِّبٰوا وَالْبَخِیْلُ الَّذِیْ لَا یُبَالِیْ مِنْ اَیْنَ یَجْمَعُ الْمَالَ وَشَارِبُ الْخَمْرِ مُدْمِنٌ عَلَیْھَا ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَمْ اَعْدَاؤُکَ مِنْ اُمَّتِیْ قَالَ عِشْرُوْنَ نَفَرًا اَوَّلُھُمْ اَنْتَ یَا مُحَمَّدُ فَاِنِّیْ اُبْغِضُکَ وَالْعَالِمُ الْعَامِلُ بِالْعِلْمِ وَحَامِلُ الْقُرْاٰنِ اِذَا عَمِلَ بِمَا فِیْہِ وَالْمُؤَذِّنُ لِلّٰہِ فِیْ خَمْسِ صَلَوَاتٍ وَمُحِبُّ الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَالْیَتَامٰی وَذُوْ قَلْبٍ رَحِیْمٍ وَالْمُتَوَاضِعُ لِلْحَقِّ وَشَابٌّ نَشَاَ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاٰکِلُ الْحَلَالِ وَالشَّابَّانِ الْمُتَحَابَّانِ فِی اللّٰہِ وَالْحَرِیْصُ عَلَی الصَّلٰوۃِ فِی الْجَمَاعَۃِ

وَالَّذِی یُصَلِّی بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ وَالَّذِی یُمْسِکُ نَفْسَہٗ عَنِ الْحَرَامِ وَالَّذِی یَنْصَحُ وَفِی رِوَایَۃٍ یَدْعُوْ لِلْاِخْوَانِ وَلَیْسَ فِی قَلْبِہٖ شَیْءٌ وَالَّذِی یَکُوْنُ اَبَدًا عَلٰی وُضُوْءٍ وَسَخِیٌّ وَحَسَنُ الْخُلُقِ وَالْمُصَدِّقُ رَبَّہٗ بِمَاضَمِنَ اللّٰہُ لَہٗ وَالْمُحْسِنُ اِلٰی مَسْتُوْرَاتِ الْاَرَامِلِ وَالْمُسْتَعِدُّ لِلْمَوْتِ

(مُنَبِّھَاتِ ابنِ حجر عسقلانی)

ترجمہ و تشریح:-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلیس سے پوچھا کہ میری امت سے تیرے کتنے دوست ہیں تو اس نے کہا کہ دس آدمی میرے دوست ہیں۔

ظالم حاکم، متکبر، وہ مالدار غنی جو یہ نہ سوچے کہ مال کیسے حاصل کر رہا ہوں، اور کہاں خرچ کر رہا ہوں اور وہ عالم کہ کسی امیر کو اس کے ظلم پر اس کو سچا کر دے، اور تاجر جو خیانت کرتا ہو، اور اناج کو ذخیرہ کر کے روکنے والا، اور زنا کرنے والا، اور سود کھانے والا، اور وہ بخیل جو یہ نہ سوچے کہ کہاں سے مال جمع کر رہا ہے، اور شراب پینے والا، جو ہمیشہ اسکا عادی ہو جائے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں سے تیرے دشمن کون ہیں۔ شیطان ملعون نے کہا کہ بیس۔

سب سے پہلے یا محمدؐ میں آپ کو دشمن رکھتا ہوں' اور وہ عالم جو اپنے علم پر عامل ہو' اور قرآن کا حافظ جبکہ اس کے احکام پر عمل بھی کرے'۔

اور پانچ وقت محض اللہ کی خوشنودی کی خاطر اذان کہنے والا' اور فقراء و مساکین اور یتیموں سے محبت کرنے والا' اور مہربان دل والا' یعنی رحم کرنے والا' اور اللہ کے لئے تواضع کرنے والا' اور وہ جوان جو شروع ہی میں اللہ کی عبادت میں لگ جائے' اور حلال کمائی کھانے والا' اور دو جوان جو آپس میں محض اللہ کی رضا کی خاطر دوستی رکھتے ہوں' اور نمازوں کا حریص یعنی عادی جو جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے' اور وہ شخص جو رات جاگ جاگ کر نماز پڑھے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں' اور وہ جو اپنے آپ کو حرام سے روکے' اور وہ شخص جو ہر ایک کی خیر خواہی کرے' اور ایک روایت میں ہے کہ بھائیوں کے واسطے دعا کرے اور اس کے دل میں ان کے خلاف کوئی چیز نہ ہو'۔

اور وہ شخص جو ہمیشہ باوضو رہے' اور سخاوت کرنے والا' اور حسن اخلاق والا' اور وہ کہ جس کی ضمانت اللہ کے ذمے ہے اس کو سچ جانتا ہو اور ایمان رکھتا ہو مثلاً" رزق وغیرہ' اور بیوہ عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے والا' اور موت کے لئے ہر وقت تیار رہنے والا۔

حدیث ۱۴۲

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ

اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ اِلَّا حَدَّثَ بِہٖ حَفِظَہٗ مَنْ حَفِظَہٗ وَ نَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ قَدْ عَلِمَہٗ اَصْحَابِیْ ھٰٓؤُلَآءِ وَاِنَّہٗ لَیَکُوْنُ مِنْہُ الشَّیْءُ قَدْ نَسِیْتُہٗ فَاَرَاہُ فَاَذْکُرُہٗ کَمَا یَذْکُرُ الرَّجُلُ وَجْہَ الرَّجُلِ اِذَا غَابَ عَنْہُ ثُمَّ اِذَا رَاٰہُ عَرَفَہٗ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) مشکوٰۃ کتاب الفتن

ترجمہ:-

حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم میں رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ قیام فرمایا- آپ نے اس جگہ میں قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کی خبر دی جس نے اسے یاد رکھا' اس نے یاد رکھا' جو بھول گیا' وہ بھول گیا- یہ بات میرے یہ دوست جانتے ہیں- ان واقعات میں سے کوئی چیز ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں پھر اسے دیکھتا ہوں تو ایسے یاد کر لیتا ہوں جیسے کوئی شخص کسی کا چہرہ پہچان لیتا ہے جب وہ اس سے غائب رہا ہو پھر جب اسے دیکھے تو پہچان لے- (بخاری و مسلم)

تشریح:-

حدیث مذکور کے راوی حضرت حذیفہ ابن یمان حضور ؐ کے صاحبِ اسرار صحابی ہیں-

قام فینا حضور ﷺ ایک جگہ تشریف فرما ہوئے آپکا یہ قیام آئندہ واقعات

کی خبریں دینے کے لئے تھا۔

اِلَّاحَدَّثَ بِہٖ (مگر اس کی خبر دی) حضورؐ نے ہر چھوٹے بڑے واقعہ حتیٰ کہ قطرہ قطرہ اور ذرّہ ذرّہ کا بیان فرما دیا یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو ہر ذرّے اور ہر قطرے کا علم بخشا۔ اتنے تھوڑے وقت میں یہ سب بیان فرما دینا حضور انورؐ کا معجزہ ہے جیسے داؤدؑ آن کی آن میں زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور انورؐ کو سب کچھ سکھا دیا جس سے حضور انورؐ ان سب کے عالم بن گئے۔ مگر آپ نے حضرات صحابہؓ کو یہ سب کچھ بتا دیا' سکھلایا نہیں جس سے وہ صحابہ ان سب کے عالم نہ بن سکے۔ لہٰذا صحابہ کا علم حضورؐ کے برابر نہ ہوا جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا جس سے وہ ان تمام اسماء کے عالم بن گئے' مگر آدمؑ نے فرشتوں کو یہ نام بتا دیئے ' سکھائے نہیں جس سے فرشتے عالم نہ بنے۔ فَلَمَّا اَنْبَاَءَھُمْ بِاَسْمَآءِھِمْ

وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ (جو بھول گیا' وہ بھول گیا۔) یعنی یہ ساری باتیں تو کسی ایک کو یاد نہ رہیں۔ بعض کو زیادہ اور بعض کو تھوڑی باتیں یاد رہیں۔ بعض کو بہت چیزیں بھول گئیں۔

قَدْ عَلِمَہٗ اَصْحَابِیْ ھٰؤُلَآءِ (یہ بات میرے یہ دوست جانتے ہیں) یعنی جو صحابہ آج موجود ہیں انہیں یہ واقعہ یاد ہے جو میں نے بیان کیا کہ حضور انورؐ نے یہ سب باتیں ایک مجلس شریف میں بتائی تھیں۔

ثُمَّ اِذَا رَاٰہُ عَرَفَہٗ (جب دیکھے تو پہچان لے) جس طرح بھولا بچھڑا آدمی جب

سامنے آجائے تو پہچان لیا جاتا ہے اسی طرح بہت دفعہ واقعات ہمارے سامنے آکر ہم کو ہماری بھولی باتیں یاد دلا دیتے ہیں کہ حضور انورؐ نے یہ فرمایا تھا دیکھو وہ واقعہ اس طرح ہے۔ (مرأت)

حدیث : ۱۴۳

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَیُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَیُلْقَی الشُّحُّ وَیَکْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) مشکوٰة باب الفتن

ترجمہ:۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔ زمانہ چھوٹا ہو جائے گا اور علم اٹھا لیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہو جائیں گے اور بخل ڈال دیا جائے گا ہرج بڑھ جائے گا لوگوں نے عرض کیا ہرج کیا ہے فرمایا قتل۔

تشریح:۔

"یَتَقَارَبُ بنا ہے قُرب سے بمعنی نزدیکی اس کے بہت معنی کئے گئے ہیں۔ مشہور معنی یہ ہے کہ زمانے کے اجزاء دن رات، گھنٹہ، منٹ، ہفتہ، مہینہ اور سال ایک دوسرے گزرنے میں قریب ہو جائیں گے کہ بہت جلد جلد گزرنے لگیں

گے اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ قرب قیامت میں سال ایک مہینہ کی طرح' مہینہ ہفتہ کی طرح' ہفتہ دن کی طرح اور دن آگ سلگانے جتنے وقت میں گزریں گے- یا یہ معنی ہیں کہ زمانہ قیامت کے نزدیک ہو جائے گا یا یہ کہ زمانہ والے لوگ ایک دوسرے سے جنگ و جدال کے لئے گتھ جائیں گے- قریب تر ہو جائیں گے- یا سارے اوقات شر فساد میں ایک دوسرے سے قریب و یکساں ہو جائیں گے-

وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ علم سے مراد علم دین ہے علم دین کے اٹھ جانے سے مراد یہ ہے کہ علماء دین وفات پاتے رہیں گے اور بعد کے لوگ عالم بننا چھوڑ دیں گے کیونکہ علم دین کی قدر نہ قوم میں رہے گی اور نہ حکومت میں- اس کا مشاہدہ آج کل ہو رہا ہے- اب علماء بھی واعظ یا پیر بن کر گزارہ کر رہے ہیں- صرف علماء کے لئے کوئی ذریعہ نہیں- انگریزی ایم اے یا (M.Sc.) ایم ایس سی کر لو تو تمام دروازے کھل جاتے ہیں- عالم دین بنو تو حکومت کا کوئی محکمہ تمہیں نہیں لیتا- تم پر حکومت کے سارے دروازے بند ہیں- دین کا اللہ ہی حافظ ہے- دین رسُولی باغ ہے اور علم دین اس کا پانی- جب پانی نہ دیا جائے تو باغ کا کیا ہو گا-

وَيُلْقَى الشُّحُّ یعنی لوگ کنجوس ہو جائیں گے- علماء علم سکھانے میں بخل کریں گے اور کاریگر اپنا ہنر سکھانے میں بخل کریں گے- مالدار لوگ اپنا مال خرچ کرنے میں بخیل ہو جائیں گے- یُلْقٰی فرما کر بتایا گیا کہ یہ بخل شیطان دلوں میں ڈالے گا- لوگوں کو بخل کے فائدے' سخاوت کے نقصانات ذہن نشین کر دے گا-

ھَرْج، ہرج کے لغوی معنی فتنہ ہے۔ یہاں خاص فتنہ یعنی قتل و خون مراد ہے۔ حرج "ح" سے ہو تو اسکا معنی تنگی ہے۔ لیس علی الاعمیٰ حرج

(مرأت)

حدیث : ۱۴۲

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَاْتِیَ عَلَی النَّاسِ یَوْمٌ لَا یَدْرِی الْقَاتِلُ فِیْمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُوْلُ فِیْمَ قُتِلَ فَقِیْلَ کَیْفَ یَکُوْنُ ذٰلِکَ قَالَ الْھَرْجُ اَلْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ) مشکوۃ کتاب الفتن

ترجمہ:۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے دنیا نہ جائے گی حتیٰ کہ لوگوں پر وہ دن آجائے گا جب قاتل نہ جانے گا کہ کس جرم میں قتل کیا گیا اور نہ مقتول جانے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کیا گیا۔ عرض کیا گیا کہ کیسے ہو گا فرمایا فتنہ عامّہ کی وجہ سے قاتل مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔ (مسلم)

تشریح۔

اس فرمان عالی کا ظہور آج پورے طور سے ہو رہا ہے بات بات پر مکھی' مچھر اور کھٹمل کی طرح انسان قتل کرائے جا رہے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ قاتلوں کو سزا نہیں ملتی تو مقتول کے وارثین ایک کے بدلے دو تین کو مار دیتے ہیں پھر وہ لوگ دو کے بدلے تین چار کو مار دیتے ہیں اگر عدالتوں سے سزا پوری پوری ملے تو جرموں کی جڑ کٹ جائے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ۔

اَلْهَرْجُ (فتنہ) یعنی لوگوں میں لاقانونیت' طبیعتوں میں بربریت پیدا ہو جائے گی۔ شرافت انسانی لوگ کھو چکیں گے۔ اس حدیث کی زندہ شرح آج کا زمانہ ہے۔

اَلْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ (قاتل و مقتول دونوں جہنم میں) قاتل تو قتل کی وجہ سے دوزخ میں جائے گا اور مقتول ارادہ قتل کی وجہ سے دوزخ میں جائے گا۔ کیونکہ وہ بھی اسی ارادہ سے آیا تھا۔ اس کا داؤ نہ چلا یا اس کا وار خالی گیا۔ معلوم ہوا کہ گناہ کا پختہ ارادہ بھی گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ گناہ اور ارادہ گناہ دونوں سے بچائے۔ آمین (مرأت)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ قریبِ قیامت زلزلے زیادہ آئیں گے۔

(مشکوٰۃ)

حدیث ۱۴۵

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) مشکوٰۃ کتاب الرؤیا

ترجمہ:۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔

(بخاری و مسلم)

تشریح:۔

حدیث پاک کے چند معنی کیے گئے ہیں

۱۔ دیکھنے سے مراد خواب میں دیکھنا اور حق سے مراد واقعی دیکھنا۔ باطل کا مقابل یعنی جس نے خواب میں مجھے دیکھا اسنے واقعی مجھے دیکھا وہ شکل خیال شیطانی نہیں میری ہے۔

۲۔ تاقیامت جو ولی بیداری میں مجھے دیکھے گا وہ مجھ ہی کو دیکھے گا۔ شیطان میری شکل میں اس کے سامنے نہ آئے گا۔ بعض اولیاء بیداری میں حضورؐ کو دیکھتے اور کلام کرتے ہیں اور مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں۔ شیخ ابو مسعودؒ ہر نماز کے بعد حضور انورؐ سے مصافحہ کرتے تھے۔ ابوالحسن شاویؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور انورؐ نے فرمایا کہ اپنے کپڑے پاک رکھو۔

نور الدین یحییٰؒ نے روضہ انور سے جواب سلام سُنا۔ شیخ ابوالعباس کہتے ہیں کہ اگر میں ایک ساعت بھی حضورؐ کا جمال نہ دیکھوں تو اپنے مرتد ہو جانے کا فتویٰ دوں۔ حضرت غوثِ پاک ایک دفعہ وعظ فرما رہے تھے کہ شیخ علی ابن ہیتی سامنے بیٹھے تھے کہ انہیں نیند آ گئی۔ حضور غوثِ پاکؒ منبر سے اتر کر ان کے پاس باادب کھڑے ہو گئے اور حاضرین سے فرمایا باادب اور خاموش رہو کچھ دیر بعد علی بیدار ہوئے جناب غوث پاک نے فرمایا اے علی کیا تم نے خواب میں حضورؐ کی زیارت کی بولے ہاں۔ فرمایا اسی لئے میں تمہارے پاس باادب کھڑا ہو گیا تھا۔ فرمایا تم کو حضورؐ نے کیا حکم فرمایا' عرض کیا آپ کی مجلس میں حاضر رہنے کا۔ شیخ علی نے کہا جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا۔ جنابِ غوث نے بیداری میں دیکھا غرضیکہ بیداری میں حضورؐ کو دیکھنا اولیاء اللہ سے ثابت ہے۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔

(اشعۃ)

کوئی شخص اس دنیا میں آنکھوں سے بیداری میں ربِ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ان آنکھوں سے رب کو صرف حضور انورؐ نے بیداری میں دیکھا۔ مگر زمین پر رہ کر نہیں بلکہ عرش سے دور جا کر یعنی معراج کی رات۔ ہاں خواب میں رب تعالیٰ کی زیارت ہو سکتی ہے بلکہ بعض خواص کو ہوئی ہے۔ حضور انورؐ صبح کی نماز میں دیر سے آئے۔ بعد نماز فرمایا کہ میں نے رب کو اچھی صورت میں دیکھا۔

بعض لوگ اس حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں کہ یہاں حق سے مراد

رب تعالیٰ کی ذات ہے اور معنی یہ ہیں کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھ لیا کیونکہ حضور انورؐ آئینہ ذات کبریاء ہیں جیسے کہا جائے کہ جس نے قرآن مجید پڑھا اپنے رب سے کلام کر لیا یا جس نے بخاری دیکھی اسنے محمد بن اسماعیل کو دیکھ لیا اگرچہ بعض لوگ اس معنی کی تردید کرتے ہیں۔

قرآن کریم نے حضورؐ کو ذکر اللہ فرمایا وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا کیونکہ حضور انورؐ کو دیکھ کر خدا تعالیٰ یاد آتا ہے۔ حضورؐ مذکر ہیں۔ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَکِّر (مرات)

حدیث : ۱۴۶

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ وَلَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِیْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) مشکوٰۃ کتاب الرؤیا

ترجمہ:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری شکل نہیں بن سکتا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:۔

حدیث مذکور کے چند ایک معنی کئے گئے ہیں۔

۱۔ جس صحابی نے مجھے یہاں خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت کے دن بیداری میں دیکھے گا۔

۲۔ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بیداری میں دیکھے گا۔

۳۔ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے اپنی زندگی ہی میں بیداری میں دیکھے گا۔ خواص اولیاء اللہ تو ظاہر ظہور دیکھیں گے۔ ہم جیسے عوام جن میں ضبط کا مادہ نہیں راز چھپا نہیں سکتے وہ مرتے وقت جب زبان بند ہو جائے گی تب پہلے مجھے دیکھیں گے بعد میں وفات پائیں گے۔ تاکہ وہ راز ظاہر نہ کر سکیں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے ایک بار خواب میں سرکار دو عالمؐ کو دیکھا۔ بیدار ہو کر اس حدیث میں غور کیا اور سوچا کہ اب میں حضور انورؐ کو بیداری میں کیونکر دیکھوں گا۔ آپ اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت میمونہ نے حضورؐ کا آئینہ آپ کو دیا جس میں حضور انورؐ اپنا چہرہ مبارک (والضحیٰ) دیکھا کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہؓ نے جب آئینہ دیکھا تو اس میں بجائے اپنی صورت کے حضورؐ کی صورت شریف نظر آئی۔ اپنی صورت بالکل نظر نہ آئی۔

(اشعۃ اللمعات)

۴۔ میرے زمانۂ حیات میں جو مسلمان مجھ تک نہ پہنچ سکا اس نے مجھے خواب میں دیکھ لیا وہ انشاء اللہ عنقریب مجھ تک پہنچ جائے گا اور میری زیارت کر لے گا۔

تیسرے معنی بہت قوی ہیں اور یہ بشارت عام مسلمانوں کے لئے ہے۔

(مرأت)

لَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ (شیطان میری شکل نہیں بن سکتا) یہ حضورؐ کا وہ معجزہ ہے جو تا قیامت باقی ہے کہ جیسے شیطان زندگی شریف میں آپ کی شکل اختیار نہ کر سکا اسی طرح تاقیامت کسی کی خواب میں حضورؐ کی شکل میں نہیں آسکتا۔ حضور انورؐ کے سوا اور تمام کی شکلوں میں آجاتا ہے۔ خواب میں باتیں کرجاتا ہے۔ مرد یا عورت کو احتلام اسی ہی کی مہربانی سے ہوتا ہے۔

(مرأت)

علماء فرماتے ہیں کہ شیطان خواب میں خدا بن کر آسکتا ہے مگر مصطفیٰؐ بن کر نہیں آسکتا کیونکہ حضورؐ ہادیٔ مطلق ہیں اور شیطان مُضِلِّ مطلق۔ گمراہ گر ہادی کی شکل میں کیسے آئے۔ دو ضدیں کس طرح جمع ہوسکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہادی بھی ہے مُضِل بھی۔ دیکھو مدعی الوہیت کے ہاتھ پر عجائبات ظاہر ہوسکتے ہیں جیسے دجال مگر مدعی نبوت کے ہاتھ پر کبھی عجائبات ظاہر نہیں ہوسکتے۔

(اشعۃ اللمعات)

حدیث : ۱۴۷

وَعَنْ اِبْنِ عَائِذٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ جَنَازَةِ رَجُلٍ فَلَمَّا وُضِعَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

لَا تُصَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ رَجُلٌ فَاجِرٌ فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ رَاٰهُ اَحَدٌ مِّنْكُمْ عَلٰى عَمَلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَرَسَ لَيْلَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَثّٰى عَلَيْهِ التُّرَابَ وَقَالَ اَصْحَابُكَ يَظُنُّوْنَ اَنَّكَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَقَالَ يَا عُمَرُ اِنَّكَ لَا تُسْئَالُ عَنْ اَعْمَالِ النَّاسِ وَلٰكِنْ تُسْئَالُ عَنِ الْفِطْرَةِ

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَان) مشکوٰۃ باب الجہاد

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابن عائذ سے، فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ ایک شخص کے جنازے میں تشریف لے گئے۔ جب جنازہ رکھا گیا تو حضرت عمر ابن خطاب نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ- اس پر نماز نہ پڑھئے کیونکہ فاجر آدمی ہے۔ تب رسول ﷺ نے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی کہ کیا تم میں سے کسی نے اسے اسلامی کام پر دیکھا ہے تو ایک شخص نے کہا۔ ہاں یارسول اللہ ﷺ اس نے ایک رات راہ خدا میں پہرہ دیا تھا تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی اور اس پر مٹی ڈالی اور فرمایا تیرے ساتھی تو گمان کرتے ہیں کہ تو دوزخی ہے اور میں گواہی

دیتا ہوں کہ تو جنتیوں میں سے ہے اور فرمایا- اے عمر تم سے لوگوں کے اعمال کے متعلق پوچھ گچھ نہ ہوگی لیکن تم سے اسلام کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی-

تشریح:-

ابن عائذ دو ہیں ایک قیس بن عائذ اور دوسرے منذر ابن عائذ- دونوں صحابی ہیں-

(اشعہ)

غالباً" یہاں قیس ابن عمرو مدنی مراد ہیں جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے اور بصرہ میں قیام رہا-

(مرقات)

فَلَمَّا وُضِعَ (جب جنازہ رکھا گیا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا تب حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اس پر نماز نہ پڑھائیں تاکہ دوسروں کو عبرت ہو-

یہاں فاجر سے مراد منافق نہیں بلکہ سخت گنہ گار ہے- حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جہاں تک میرا علم ہے اس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی- میں نے اسے نیک کام کرتے نہیں دیکھا- برائیاں کرتے دیکھا ہے- حضور اس پر نماز نہ پڑھیں تاکہ آئندہ لوگ عبرت پکڑیں اور گناہوں سے باز رہیں جیسا کہ حضورؐ مقروض پر نماز نہیں پڑھتے تھے تاکہ لوگ قرض لینے سے بچیں-

هَلْ رَاٰهُ عَلٰى عَمَلِ الْاِسْلَامِ- کیا تم نے اسے کوئی اسلامی کام کرتے دیکھا ہے؟ یہ ہے حضورؐ کی شانِ ستار العیوبی کہ حضرت عمرؓ یا کسی اور سے اس کے گناہ

دریافت نہ کیے کہ تم نے اسے کیا گناہ کرتے دیکھا ہے؟ تم اسے فاجر کیوں کہتے ہو بلکہ لوگوں سے اس کے نیک اعمال کی گواہی طلب کی تاکہ اس کے عیوب چھپے رہیں اور اس کی نیکی ظاہر ہو جائے۔

اے کریم تمہارے کرم کے قربان مجھ سیاہ کار بدکار کا بھی ایسے ہی پردہ رکھنا۔

خیال رہے کہ حضورؐ کا لوگوں سے اس کی نیکیاں پوچھنا گواہی قائم کرنے کے لئے ہے جیسے قیامت میں ربِ تعالیٰ گواہی شہادت لے کر فیصلے فرمائے گا ورنہ حضورؐ ہر شخص کے ہر نیک و بد اعمال سے خبردار ہیں۔ ارشاد باری ہے۔ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا۔

حضورؐ نے دو قبروں پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ ان میں ایک چغل خور تھا دوسرا چرواہا کہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا۔

اے فروغت صبح آثارِ دھور
چشم تو بینندۂ ما فِی الصدور

حَرَسَ لَیْلَۃً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ایک رات اس نے راہِ خدا میں پہرہ دیا۔ اس طرح کہ لشکرِ اسلام تھکا ہوا آرہا تھا' رات کو ایک جنگل میں آرام کرنا چاہتا تھا۔ پہرہ دار کی ضرورت تھی تاکہ دشمن شب خون نہ مار سکے۔ اس اللہ کے بندے نے تمام لشکر کو سُلا دیا اور خود جاگ کر پہرا دیا۔ اس کی یہ نیکی میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ وَحَثّٰی عَلَیْہِ التُّرَابَ اس پر مٹی ڈالی یعنی حضورؐ نے اس کے

تمام گناہ نظر انداز فرمادیئے اور اس ایک نیکی کی گواہی لے کر اس کی نماز پڑھی اور قبر پر تین لپ مٹی بھی اپنے دستِ اقدس سے ڈالی۔ اے مرنے والے تیرے نصیب کہ صدقے جاؤں۔ خیال رہے کہ اس شخص نے اگرچہ بہت گناہ کئے ہوں گے مگر ایک رات پہرہ دینے سے سارے معاف ہوچکے اور حضور کا اس پر نماز پڑھنا اور دفن فرمانا اس کے لئے رب سے بڑے درجات لینے کا ذریعہ ہے۔ بعض صحابہ اگرچہ گناہ کرلیتے تھے مگر اس رحمت کے سمندر میں نہادھو کر پاک و صاف ہوجاتے تھے۔ ثابت ہوا کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ کوئی فاسق نہیں کیونکہ گناہ کرنا اور چیز ہے۔ فاسق ہونا یا رہنا دوسری چیز۔

اَشْهَدُ اَنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتیوں میں سے ہے۔ اول درجے کا جنتی وہ ہے جو مرتے ہی روحانی طور پر اور محشر کے بعد بغیر سزا پائے جنت میں جائے گا کیونکہ تیرے سارے گناہ ایک رات پہرہ دینے اور میری نماز سے معاف ہوچکے۔ یہ ہے اس غیوب دان کا علم۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرکار نے عمرؓ سے فرمایا دنیا میں ہم اور سارے مسلمان تم سے کسی میت کے اعمال کے بارے میں نہ پوچھیں گے۔ لہٰذا تم کسی کے گناہ بیان نہ کرنا۔ عیب پوشی سے کام لینا۔ مسلمان مردوں کو بھلائی سے یاد کرنا۔ دیکھو ہم نے بجائے گناہ کے نیکی کی گواہی لی۔

(اشعۃ وغیرہ)

تُسْئَالُ عَنِ الْفِطْرَةِ یعنی ہم اور ہمارے صحابہ تم سے میتوں کے ایمان کی گواہی لیں گے۔ مسلمان کو بعد موت اچھائی سے یاد کرو۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مقروض میت پر نماز نہ پڑھتے تھے بلکہ صحابہ سے پڑھواتے تھے تاکہ لوگ قرض سے بچیں کیونکہ قرض حق العبد ہے جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا۔ نیز فقہا فرماتے ہیں کہ ڈاکو وغیرہ پر نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ یہ فتنہ گر ہیں۔ خیال رہے حضور انورؐ کا اس شخص کا جنتی ہونے کی گواہی دینے سے معلوم ہوا کہ حضورؐ سب کی سعادت و شقاوت اور جنتی دوزخی ہونے سے خبردار ہیں۔ ورنہ حضورؐ یہ خبر کس طرح دیتے۔ یہ ہے حضورؐ کا علوم خمسہ پر مطلع ہونا۔ (مراۃ)

حدیث: ۱۴۸

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مُّنْجِیَاتٌ وَّثَلٰثٌ مُّهْلِكَاتٌ وَّثَلٰثٌ دَرَجَاتٌ وَّثَلٰثٌ كَفَّارَاتٌ اَمَّا الْمُنْجِیَاتُ فَخَشْیَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَالْقَصْدُ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی وَالْعَدْلُ فِی الرِّضَاءِ وَالْغَضَبِ وَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَشُحٌّ شَدِیْدٌ وَّهَوًی مُّتَّبَعٌ وَّاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَاَمَّا الدَّرَجَاتُ فَاِفْشَاءُ السَّلَامِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلٰوةُ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ وَاَمَّا الْكَفَّارَاتُ فَاِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ فِی السَّبَرَاتِ وَنَقْلُ الْاَقْدَامِ اِلَی الْجَمَاعَاتِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ ۔ (مُنَبِّهَاتِ ابْنِ حَجَرٍ عَسْقَلَانِیْ)

ترجمہ:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں نجات دینے والی ہیں۔ تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ تین چیزیں درجات بلند کرنے والی ہیں اور تین چیزیں گناہوں کا کفارہ ہیں۔

نجات دینے والی یہ ہیں۔

۱۔ ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ کا خوف

۲۔ دولت مندی اور غربت میں میانہ روی اختیار کرنا۔

۳۔ خوشی اور غصہ میں عدل کا دامن نہ چھوڑنا۔

ہلاک کرنے والی یہ ہیں۔

۱۔ انتہاء کی بخیلی (کنجوسی)

۲۔ ہر وہ خواہش کہ انسان اس کے پورا کرنے کے درپے ہو جائے۔

۳۔ خود پسندی یعنی کہ اپنے جیسا کسی کو نہ دیکھنا یعنی دوسروں کو اپنے سے کمتر اور ذلیل سمجھنا۔

درجات بڑھانے والی یہ ہیں۔

۱۔ سلام کا پھیلانا۔

۲۔ ہر ایک کو کھانا کھلانا۔

۳۔ اس وقت نماز پڑھنا جب لوگ سو رہے ہوں۔

اور گناہوں کا کفارہ ہونے والی یہ ہیں۔

۱۔ ناپسند موسم یا حالات میں وضو مکمل کرنا جب کہ طبیعت نہ چاہتی ہو۔

۲۔ مساجد میں جماعت کے لئے چل کر جانا۔

۳۔ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار کرتے رہنا۔

حدیث : ۱۴۹

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُعْطِي اللّٰهُ لِاَحَدٍ خَمْسًا اِلَّا وَقَدْ اَعَدَّ لَهٗ خَمْسًا اُخْرٰى لَا يُعْطِيْهِ الشُّكْرَ اِلَّا وَقَدْ اَعَدَّ لَهُ الزِّيَادَةَ وَلَا يُعْطِيْهِ الدُّعَاءَ اِلَّا وَقَدْ اَعَدَّ لَهُ الْاِسْتِجَابَةَ وَلَا يُعْطِيْهِ الْاِسْتِغْفَارَ اِلَّا وَقَدْ اَعَدَّ لَهُ الْغُفْرَانَ وَلَا يُعْطِيْهِ التَّوْبَةَ اِلَّا وَقَدْ اَعَدَّ لَهُ الْقُبُوْلَ وَلَا يُعْطِيْهِ الصَّدَقَةَ اِلَّا وَقَدْ اَعَدَّ لَهُ التَّقَبُّلَ

(مُنَبِّهَات اِبْنِ حَجَرٍ عَسْقَلَانِي)

ترجمہ :۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ پانچ چیزوں کی توفیق اس کو دیتا ہے جس کے ساتھ پانچ چیزیں تیار کردیتا ہے۔

شکر کی توفیق اس کو ملتی ہے جس کا مال زیادہ کرنا ہوتا ہے۔

دعا کی توفیق اس کو ملتی ہے جس کے لئے قبولیت تیار ہوتی ہے۔

گناہوں سے معافی کی توفیق اس کو دی جاتی ہے جس کو بخش دینا ہوتا ہے۔
اور توبہ کی توفیق تب ہوتی ہے جب قبولیت سے سرفراز کرنا ہوتا ہے۔
اور صدقہ کی توفیق تب ہوتی ہے جب اس کی قبولیت کرنا ہوتی ہے۔

حدیث : ۱۵۰

وَعَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ مَوْقُوْفًا عَلَیْہِ اَوْمَرْفُوْعًا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَدِّعَاءُ الْغَیْبِ لَشَہِدْتُ عَلٰی خَمْسِ نَفَرٍ اَنَّہُمْ اَھْلُ الْجَنَّۃِ اَلْفَقِیْرُ صَاحِبُ الْعِیَالِ وَالْمَرْاَۃُ الرَّاضِیْ عَنْہَا زَوْجُہَا وَالْمُتَصَدِّقَۃُ بِمَھْرِھَا عَلٰی زَوْجِھَا وَالرَّاضِیْ عَنْہُ اَبَوَاہُ وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ۔ (مُنَبِّہَاتُ اِبْنِ حَجَرٍ عَسْقَلَانِی)

ترجمہ:-
حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ یہ روایت ان کی اپنی ہے یا انہیں کسی اور صحابی کے ذریعے پہنچی ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر غیب کے دعویٰ کا فکر نہ ہوتا تو میں

عرض حال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

۱۵ جولائی ۹۷ء کو پیرومرشد قبلہ حضرت حافظ محمد مطلوبؒ الرسول صاحب سجادہ نشین للّٰہ شریف علاقہ دھنی کے سفر (دورہ) پر تشریف لائے تو میں بھی موضع گھوگھر زیر قدم بوسی کیلئے حاضر ہوا ۔ وہاں پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ حدیث مقدسہ میں سے کچھ احادیث کا انتخاب کر رہا ہوں اور انکو ایک کتابی شکل میں لکھ رہا ہوں ۔ جسکی پرنٹنگ آپ نے کرنی ہے اور ایسی کتاب بنانی ہے جو مثالی ہو ۔ (چونکہ میں متوسط درجے کی پرنٹنگ کا کام کرتا ہوں) اسلئے شش و پنج میں پڑ گیا کہ کیا اس کام کو کرنے کی حامی بھر لوں ۔ پھر خیال آیا کہ ایک بزرگ ہستی کی فرمائش ہے ۔ انکی دعائیں اور اللہ تعالیٰ کی امداد شامل حال رہے گی ، چنانچہ میں نے اس فریضہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا اقرار کر لیا ۔

کتاب کا نام "فصل الخطاب" رکھا گیا ہے، یعنی علماء کرام اور خطیب حضرات و دیگر اہلِ شوق حضرات کیلئے ایک مشعلِ راہ ہے ۔

قبلہ حضرت صاحب کی بہت عرصہ سے خواہش تھی کہ وہ ایسی کتاب تصنیف کریں جو کہ عالمِ دین کیلئے زندگی میں ممد و معاون ہو چنانچہ قبلہ حضرت صاحب نے حدیث النبیؐ کا انتخاب کیا جبکہ دینِ اسلام کو کامل ضابطۂ حیات کی حیثیت کو سمجھنے اور اپنانے کیلئے کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا ازبس ناگزیر ہے ۔ یہ وہ چشمۂ حیات

ہے جس میں سے اسلامی تعلیمات اور دینی احکام و مسائل کے چشمے پھوٹتے ہیں۔
یہاں یہ کہنا لازمی ہو گا کہ کلامِ الٰہی کا مجموعہ قوانین اور اسلامی طرزِ زندگی کے اصول و قواعد کا مجموعہ ہے، مگر حدیثِ نبویؐ اسکے اجمال کی تفصیل اور ابہام کو توضیح پیش کرتی ہے۔ خود قرآن کریم نے اس حقیقت کو الم نشرح کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قرآن حکیم کے شارح و ترجمان ہیں۔ لہذا قرآنِ کریم کو سمجھنے اور اس کی تفسیر پر عبور حاصل کرنے کیلئے حدیثِ نبویؐ کا جاننا نہائیت ہی ضروری ہے۔ اسکے بغیر کوئی شخص بھی اپنے لئے ایک نظامِ زندگی مرتب نہیں کر سکتا۔ یعنی ان دونوں کا تعلق آپس میں لازم و ملزوم ہے۔

توضیحاتِ نبویؐ کو اگر قرآن سے الگ رکھا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہر شخص کلامِ الٰہی کے احکامات اور مصادر کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریگا۔ جس کے نتیجہ میں بے شمار غلط نتائج ظہور پذیر ہوں گے۔

اللہ ربّ العالمین کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت وہ نور ہے جس سے قرآنِ کریم کے اسرار و رموز آشکارا ہوتے ہیں اور دینِ متین کے حقائق پر واقفیت حاصل ہوتی ہے اور شریعتِ مطہرہ کی شاہراہ یوں جگمگانے لگتی ہے کہ منزلِ حق کا مسافر زندگی کی پرُ خار وادیوں، کٹھن اور صبر آزما مرحلوں کو کامیابی و سلامتی سے طے کر لیتا ہے، اور اپنی منزل مقصود کو پا کر بامراد ہو جاتا ہے۔

افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ خدا کے نام پر حاصل کئے ہوئے اس ملک میں کچھ لوگ حدیثِ نبویؐ کی حجیّت سے انکار کر کے صرف قرآنِ کریم کو مخزنِ احکام دین قرار دے رہے ہیں۔ تاکہ وہ اسطرح دیگر دینی احکام و ارکان سے چھٹی حاصل کر لیں۔ جنکا اثبات حدیثِ نبویؐ سے ہوتا ہے۔

چنانچہ قبلہ حضرت صاحب نے اس کی طرف توجہ مبذول فرمائی جسکے نتیجہ کے طور پر "فصل الخطاب" آپ کے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہے۔ یہ کتاب کا حصہ اول ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ حضرت صاحب کو اللہ تعالیٰ تندرست و توانا رکھے تاکہ وہ اسکا دوسرا حصہ بھی اسی طرح مکمل فرمائیں۔

ایک صاحب بصیرت محقق کتاب ہذا کی فہرست مضامین پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال کر مطمئن ہو جائے گا کہ تاریخ علوم میں اصول حدیث کے علم کو جو مقام حاصل ہے وہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے جو فلسفہ اصلاحات کے فن کے مختلف تاریخی ادوار میں حاصل رہا ہے۔

اس کتاب کی تکمیل و طباعت میں مجھ ناچیز سے غیر معمولی تاخیر ضرور ہوئی ہے مگر اس میں کسی طرح کی قصداً کوتاہی کا دخل نہیں تھا بلکہ مختلف مراحل میں ٹیکنیکل رکاوٹیں حائل ہوتی رہیں، جن کا مجھے پہلے سے تجربہ نہ تھا۔ مگر پھر بھی میری ہر ممکن کوشش ضرور رہی کہ اسکو اسطرح مکمل کیا جائے کہ یہ ایک مثالی کتاب ثابت ہو۔ اسکا فیصلہ اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔

اس کتاب کی تکمیل میں عزیزم عبد القیوم کی معاونت بھی شامل ہے۔

"گر قبول افتد زہے عزو شرف"

ملک محمد عبد القدوس

آف راولپنڈی

خوشا مسجد و منبر و خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمدؐ

دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ للہ شریف

زیر سرپرستی صاحبزادہ الحاج پیر محمد مطلوب الرسول للہی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ للہ شریف

ادارہ ہذا ایک سو اکسٹھ (161) سال سے تشنگان علم وادب کو سیراب کر رہا ہے۔

شعبہ حفظ و ناظرہ میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث وغیرہ اور میٹرک تک مقامی و غیر مقامی طلباء کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔ قیام و طعام اور لباس ادارہ کے ذمہ ہے۔ غریب طلباء کو وظائف بھی دیے جاتے ہیں۔ اس وقت دو سو طلباء نور قرآن سے اپنے قلوب منور کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ حکومتی تعاون کے بغیر ہو رہا ہے۔ تاہم مخیر حضرات کا تعاون قابل صد تحسین ہے۔ دارالعلوم میں آٹھ اساتذہ متعین ہیں مزید برآں ادارہ میں سال بھر میں مذہبی تقریبات کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ جو ذیل ہیں :-

☆ ۱۲ ربیع الاول میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ جلسہ و جلوس
☆ عرس اعلیٰ حضرت حافظ غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ۲۶ رجب المرجب شب معراج صلی اللہ علیہ وسلم۔
☆ ۷ رمضان المبارک عرس حضرت ثالث عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ
☆ ۱۸ ذوالحجہ عرس ثانی حضرت دوست محمد رحمۃ اللہ علیہ

منجانب :- ادارہ دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ للہ شریف (ضلع جہلم)